تذکرۂ جلیل

سوانح حیات

مخدوم پاک صابر کلیری رحؒ

حاکم علی پیرزادہ

روحانی کتب خانہ۔ دہلی

تذکرہ جلیل

۱۳۹۸ھ

سوانح حیات

ضیاء اسلام علی احمد صابر کلیری رحمتہ اللہ علیہ

مؤلفہ

حاکم علی پیرزادہ

سابق منیجر درگاہ پیران کلیر شریف

روحانی کتب خانہ

۶۹۳۵، بیری والا باغ دہلی ۱۱۰۰۰۶

marfat.com

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ

تذکرہ جلیلؔ

حاکم علی پیرزادہ

قیمت : پندرہ رُوپے Rs. 15.00

پہلی بار	ایک ہزار	جنوری : ۱۹۸۰
دُوسری بار	ایک ہزار	اپریل ۱۹۸۵

رُوحانی کتب خانہ

۶۹۳۵ ، بیری والا باغ ، دہلی ۱۱۰۰۰۶

طباعت : لاہوتی فائن آرٹ پریس، ۱۱، اسوئیوالان دہلی

TAZKARA-E-JALIL
By Hakim Ali Peerzada

marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ	۵
۲	تمہید	۷
۳	خلاصہ چند مخصوص قدیم کتابیں	۱۲
۴	ساتویں آٹھویں صدی کے مسلمان مؤرخین	۱۳
۵	ماخذ تذکرۂ جلیل	۱۵
	پہلا باب	
۶	جغرافیائی و تاریخی حالات	۱۷
۷	نقشہ تحصیل روڑکی	۱۸
	دوسرا باب	
	سوانح حیات حضرت صابر رحمتہ اللہ علیہ	
۸	نسب نامہ	۲۲
۹	والدین	۲۶
۱۰	آثار قبل از ولادت	۲۶
۱۱	پیدائش و کرامات بوقتِ پیدائش	۲۷
۱۲	نام و زمانۂ رضاعت	۲۸
۱۳	بچپن معہ حکایت	۲۹
۱۴	وفات پدرِ بزرگوار	۳۰
	تیسرا باب	
۱۵	تعلیم	۳۱
۱۶	صوفیائے کرام مقام و حکایات	۳۳
۱۷	روانگی برائے اجودھن	۳۴
۱۸	آغاز سلسلۂ تعلیم	۳۵
۱۹	خدمات تقسیم لنگر معہ روایات	۳۶
۲۰	ادائیگی خدمات تقسیم لنگر	۳۷
۲۱	روایت و بیعت	۳۹
۲۲	حکایت باطن کی پاکیزگی	۴۰
۲۳	استنباطِ دلالت	۴۲
۲۴	اولاد حضرت گنجشکرؒ	۴۴
۲۵	شادی	۴۵
۲۶	انتقال والدہ و روحانی کیفیت	۴۹
۲۷	تاریخی نقشہ	۵۱
	چوتھا باب	
۲۸	آثار قبل از ولایت و بشارت	۵۲
۲۹	عطائے خرقۂ خلافت	۵۴
۳۰	مرشد کی مہربانی	۵۶
۳۱	تاثیرِ کلام	۵۷
۳۲	ولایتِ کلیر	۵۸
۳۳	وصیتِ خاص معہ تشریح	۵۸
	پانچواں باب	
۳۴	ولایت کلیر	۶۱
۳۵	کلیر میں آمد	۶۲
۳۶	آغازِ رشد و ہدایت	۶۳
۳۷	خلل اندازی	۶۴
۳۸	فہمائش	۶۶
۳۹	ابدال کی تعریف	۶۷
	چھٹا باب	
	ویرانیٔ کلیر و مجاہدہ	
۴۰	جامع مسجد	۷۰
۴۱	مجاہدہ و ویرانی کلیر	۷۵
۴۲	نسبت ولایت	۷۶
۴۳	روانگی حضرت شمس الدین ترک	۷۹
۴۴	بیعت حضرت شمس الدین ترک	۸۰

marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۵	کلیر کی حالت	۸۲
۴۶	ہندوستان کی حالت	۸۴
۴۷	عالم جمال	۸۶
۴۸	سماع اور شاعری	۹۰
۴۹	پند و نصائح	۹۱
۵۰	نقل بارہ موتی	۹۲
۵۱	شاعری	۹۴
۵۲	شجرہ سلسلہ بیعت	۹۶
	آٹھواں باب	
۵۳	آخری زمانہ	۹۷
۵۴	عطائے خرقۂ خلافت و وصیت	۹۷
۵۵	حضرت خواجہ شمس الدین ترکؒ	۹۸
۵۶	کسب معاش	۹۹
۵۷	آثار وفات حضرت صابرؒ	۱۰۱
۵۸	تاریخ وصال حضرت صابرؒ	۱۰۲
۵۹	تجہیز و تکفین پیر و مرشد	۱۰۴
۶۰	حضرت خواجہ شمس الدین بعد وفات پیر و مرشد	۱۰۶
۶۱	تصرفات بعد وفات	۱۰۷
۶۲	شجرہ نمبر ۲	۱۰۹
	نواں باب	
۶۳	اوصاف حضرت مخدوم پاکؒ	
۶۴	حلیہ شریف و عادات مبارک	۱۱۱
۶۵	آپ کی شان و رتبہ	۱۱۲
۶۶	کرامات	۱۱۳
۶۷	کرامت سے انکار و کرامات صابرؒ	۱۱۵
۶۸	سیرت پاک	۱۱۷
	دسواں باب	
	واقعات بعد وفات	
۶۹	بعد وفات حضرت صابرؒ کا جمالی دَور	۱۲۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۰	ہندوستان کی حالت	۱۲۳
۷۱	مزار اقدس پر حملہ کا اثر	۱۲۴
۷۲	تعمیر مسجد و گنبد	۱۲۵
۷۳	سجادہ نشینی کا سلسلہ	۱۲۶
۷۴	شجرہ خاندان سجادہ نشینان	۱۲۶
	گیارھواں باب	
	کرامات بعد وفات	
۷۵	آغاز کیفیت جمال و شاہی فرمان	۱۲۸
۷۶	چلہ کشی	۱۲۹
۷۷	اقتباس	۱۳۱
۷۸	نقشہ نظری احاطہ درگاہ شریف	۱۳۲
	بارھواں باب	
۷۹	درگاہ شریف جملہ حالات و مقامات	۱۳۳
	تیرھواں باب	
	تقریبات درگاہ	
۸۰	ماہ محرم الحرام لغایۃ ماہ ذی الحجہ	۱۳۹
	چودھواں باب	
	مشہور مزارات کلیر شریف	
۸۲	درگاہ حضرت امام صاحبؒ	۱۴۲
۸۳	درگاہ حضرت کلکلی شاہ صاحبؒ	۱۴۳
۸۴	دیگر	۱۴۴
	پندرھواں باب	
۸۵	عرس سالانہ و دیگر اجتماع و میلے معہ تقریبات	۱۴۶
	سولھواں باب	
	دورِ حاضرہ	
۸۶	سلسلۂ صابریہ	۱۵۲
۸۷	سجادہ نشینان	۱۵۳
۸۸	شاہ ظہور الحسن صاحب سے شاہ اعجاز احمد صاحب تک	۱۵۸
۸۹	زمانۂ ریسیوران سے زمانۂ وقف بورڈ تک	

marfat.com

پیش لفظ

قطب المشائخ حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ جس عظیم پایہ کے بزرگ ہیں وہ مسلّم ہے اُن کا دریائے فیض آج بھی رواں ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ ہر مذہب و ملّت کے افراد اس سے سیراب ہوتے ہیں لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اتنے عظیم المرتبت انسان کے حالاتِ زندگی پر اسرار کے اتنے دبیز پردے پڑے ہوتے ہیں کہ اُن کے اس پار دیکھنا محال ہے۔ صرف کچھ جھلکیاں محسوس ہوتی ہیں اور وہ بھی اتنی مختصر کہ جستجو کی پیاس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اس سلسلہ میں سیکڑوں برس سے تحقیق کا سلسلہ جاری ہے۔ مگر ہنوز روزِ اول است، شاید اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہمہ وقت عبادت و ریاضت میں مشغولیت انتہائے جلال اور فطری تنہائی و علیحدگی پسندی اور اس کے ساتھ کلیر جیسی دور اُفتادہ پس ماندہ جگہ پر آپ کا قیام اِن باتوں کے پیش نظر دنیا دار انسانوں کی گناہ گار نگاہوں نے آپکے گوہرِ ولایت اور جوہرِ مجدّدی کو نہیں دیکھا اور اس اجنبی انسان کو جو سیکڑوں میل دور مغرب کی طرف سے آکر اُن کے درمیان آباد ہو گیا تھا ایک معمولی درویش جان کر قابل اعتنا نہ سمجھا ممکن ہے عوام کی اِس بے اعتنائی اور بے حسی سے ہی تنگ آکر آپ نے جنگل کی بود و باش اختیار کی اور جاہل انسانوں کی اِس بستی سے لاتعلق ہو گئے۔ اگر وہ دہلی جیسی جگہ میں ہوتے تو اُن پر دفتر کے دفتر سیاہ کر دیے جاتے۔ مگر افسوس کہ چند مفروضات کے سوا ہمیں اُن کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ اور مفروضات سوانح نگاری کی بنیاد نہیں ہوتے، بنیاد ہوتے ہیں ٹھوس حقائق مستند وقائع جن پر تحقیق کی اساس ہوتی ہے اِس کے بغیر وہ نگارش سوانح کا درجہ نہیں پاتی۔ بلکہ ایک قصہ ایک کہانی ایک حکایت یا ایک افسانہ کی صف میں رہ جاتی ہے۔ اس میں نہ واقعات ہی موتیوں کی طرح ایک لڑی میں پروئے جاتے ہیں اور نہ کردار ہی

marfat.com

پوری طرح اُبھر کر سامنے آسکتا ہے۔ لیکن تمامتر محدودیت کے باوجود حاکم علی صاحب نے اِس کتابی شکل میں جو کچھ پیش کیا ہے وہ عاشقان حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کی تشنگیٔ تحقیق کو بجا طور پر دور کر سکتا ہے۔ اُن کے سامنے قدم قدم پر مشکلات تھیں مگر سچی لگن اور میرے بھائی جناب سید مرتضےٰ صاحب کی ہمّت افزائی اور شبانہ روز کوششوں نے انھیں مشعلِ راہ کا کام دیا اور نتیجہ اِس کتاب کی صورت میں ہے۔ جس میں اُنھوں نے ہر پہلو سے حضرت رح کی زندگی اور کردار پر روشنی ڈالی ہے، سوانح اور تاریخ دونوں کو ایک جگہ کر دیا ہے۔ خوب صورت تصاویر اور نقشوں سے آراستہ اس کتاب میں نہ صرف جلال ماضی کا عکس ہے بلکہ روضہ مُبارک کے عصرِ حاضرہ میں انتظام اور اندرونی سیاست پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ پوری کتاب سادہ سلیس زبان اور دل کش پیرایہ میں لکھی گئی ہے اور مصنّف نے کہیں بھی خوش اعتقادی کے جذبات کی رَو میں بہنے کا احساس نہیں ہونے دیا ہے۔ حالاں کہ یہ موضوع ایسا ہے کہ اس پر جذبات علیحدہ رکھ کر قلم نہیں اُٹھایا جا سکتا "تذکرۂ جلیل" اِس کتاب کا تاریخی نام ہے اور ہر لحاظ سے اِس موضوع جلیل کی مناسبت سے درست ہے۔ حاکم علی صاحب قابلِ مبارک باد ہیں کہ اُنھوں نے یہ مشکل کام اِس خوبی سے انجام دیا اور شائقین تحقیق حالاتِ صابری کے حلقہ میں خود کو زمرۂ جاوید بنالیا۔

دستخط اختر حسین ریٹائرڈ ڈسٹرک جج۔ حال سکریٹری
پنجاب وقف بورڈ انبالہ

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا حق　　　　یا حق　　　　یا حق

تمہید

حمد کبریائے تعالیٰ جلّ جلالہ، و پروردگار ہر عالم و نعتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اظہارِ عقیدت اوصافِ حمیدہ صحابۂ کرام، آئمۂ عظام، ہادیانِ اسلام و صوفیائے عالی مقام و اصحاب زہد و تقویٰ کے بعد التماس ہے کہ عرصۂ دراز سے جملہ معتقدین و زائرین و شائقین صحیح حالات عارفِ کامل قطبُ المشائخ۔ منبعِ معرفت حضرت مخدومِ پاک سیّد علاء الدّین علی احمد صابرؒ قدس سرّہٗ العزیز کو یہ شکایت تھی کہ حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے حالات اور وفات کے بعد کے واقعات کی کوئی مستند کتاب نہیں ہے۔ جس قدر کتابیں اب تک تصنیف یا تالیف ہوئی ہیں وہ مُبالغہ آمیز اور ایسے فرسودہ انداز میں مرتّب ہوئی ہیں۔ جن کے پڑھنے سے اعتقادات پختہ اور عادات و خیالات صحیح ہونے کے بجائے کمزور ہوتے ہیں۔

اس قسم کے مقالات راقم الحروف کے بھی سننے میں آئے جبکہ یہ خاکسار زمانۂ رسیوری میں انتظامِ درگاہ شریف حضرت مخدوم پاک رح سے بطور ایک خدمتی وابستہ تھا۔ اس خاکسار نے شروع ماہ جنوری ۱۹۷۰ء میں عرس شریف سالانہ ۱۳۹۰ھ کے موقع پر سات سو سالہ یادگار حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ منانے کا منصوبہ بخدمت

marfat.com

جناب سید سعید مُرتضےٰ صاحب جو اُس وقت درگاہ شریف کے ریسیور تھے۔ پیش کیا اور اُن کو توجہ دلائی کہ اِس موقعہ پر حضرت صابر رح کی ایک جامع اور مستند سوانح حیات تالیف کرا کر شائع کرائی جائے تاکہ جملہ شائقین و زائرین کو صحیح حالات سے آگاہی ہو۔ ریسیور صاحب موصوف نے منظوری دے دی۔ اِس خاکسار نے متعدد اخبارات اور رسالوں کو اشتہارات ارسال کئے اور منتظمانِ درگاہ کے اِس ارادہ سے آگاہ کیا "جن اصحاب کے پاس ایسے حالات صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود ہوں جو مستند کتابوں سے اخذ کئے گئے ہوں معہ حوالہ کتب اور اگر کتابیں دیگر زبانِ فارسی، عربی یا انگریزی میں ہوں تو اصل عبارت معہ ترجمہ بزبانِ اردو بحوالہ نمبر صفحہ و نام مصنف ۲۸ فروری ۱۹۷۰ء تک دفتر ریسیور صاحب کو بھیجدیں"۔ یہ اشتہار اخبار ناظم رام پور اور کاشانۂ صابری مارچ ۱۹۷۰ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ کئی کتب خانوں کے سربراہ کاران دار العلوم دیوبند اور سجادگان درگاہان سلسلہ صابری اور پاکستان کو بھی خطوط ارسال کئے گئے۔

خاکسار کی اِس استدعا پر کچھ حضرات نے توجہ فرمائی۔ کچھ نے کتابوں کے پتہ لکھے۔ پاکستان سے بھی جوابات آئے۔ دار العلوم دیوبند سے بھی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ، مہتمم دار العلوم دیوبند کا بھی جواب آیا اور حضرت موصوف اپنے مکتوب نمبر ۱۱۴۰ میں ارشاد فرماتے ہیں "حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی مستند سوانح حیات دار العلوم کے کتب خانے میں موجود نہیں ہے۔ البتہ گیارھویں صدی ہجری اور اِس کے بعد مشائخ چشت کے جس قدر تذکرے لکھے گئے تقریباً سب میں حضرت مخدوم کے حالات درج ہیں۔ یہ تذکرے زیادہ تر فارسی میں ہیں۔ مشائخ چشت کے تذکروں میں سب سے پہلے شیخ اللہ دیا عثمانی نے اپنے مشہور تذکرے **سیر الاقطاب** میں حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ کے حالات لکھے ہیں مگر انھوں نے بھی کسی تحریری یا کتابی ماخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ جس سے پتہ چلتا کہ اُنھوں نے یہ حالات کہاں سے لکھے ہیں شیخ اللہ دیا عثمانی مؤلف سیر الاقطاب حضرت خواجہ مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی کی اولاد میں تھے۔ یہ شاہجہاں کے منصبدار تھے۔ انھوں نے اپنا تذکرہ ۱۰۵۶ھ میں مکمل کیا۔ یعنی حضرت مخدوم صاحبؒ کی وفات سے

marfat.com

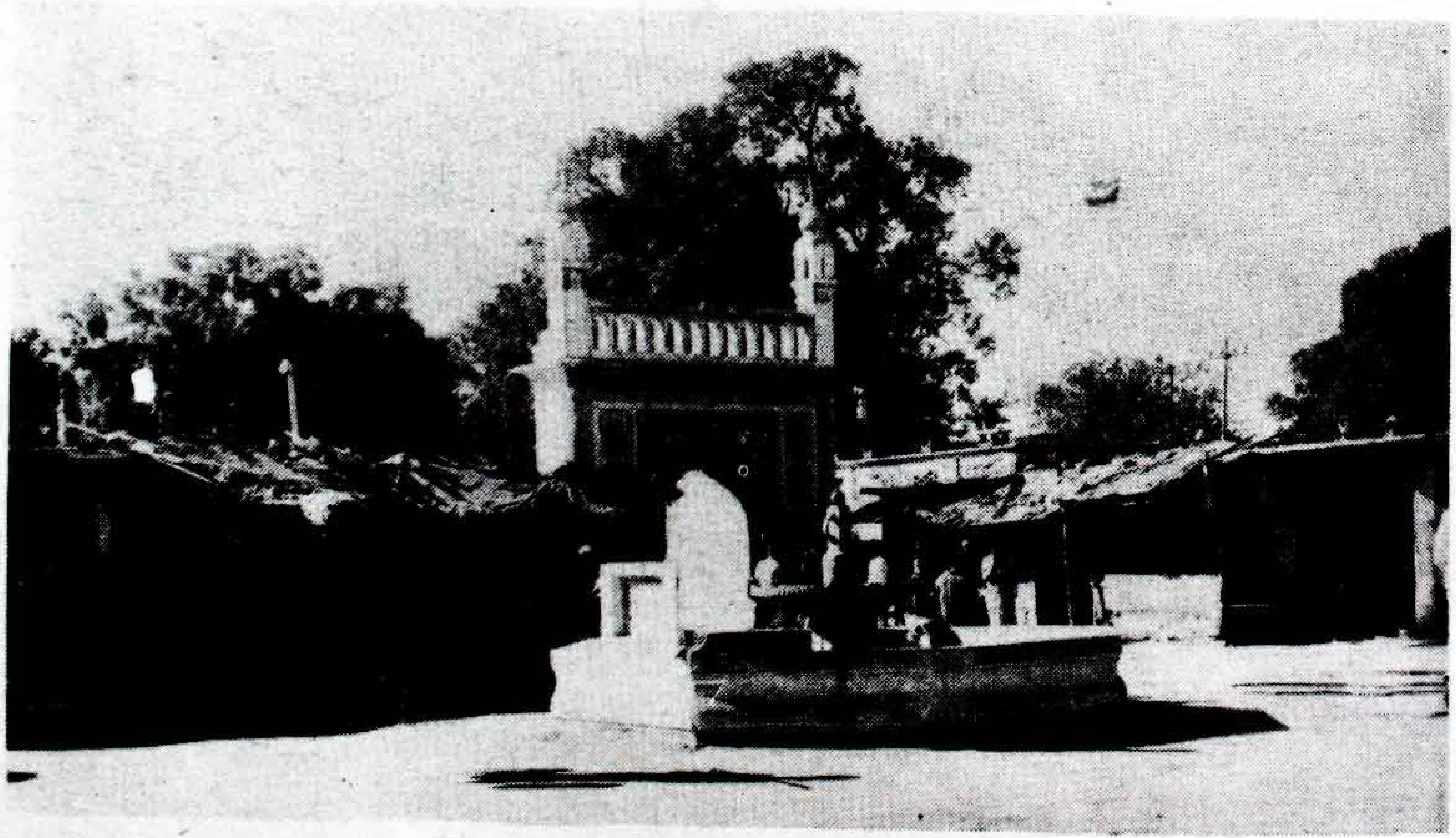

فوٹوگرافی، محمد تمیم، وینس اسٹوڈیو رڑکی

فوارہ و دروازہ ندو خاں صاحب

صدر دروازہ 'اجر عظیم باد' درگاہ شریف

فوٹوگرافی: محمد شمیم، وینس فوٹو اسٹوڈیو، روڑکی

marfat.com

سے تقریباً ساڑھے تین سو سال کے بعد یہ کتاب لکھی گئی ہے

جناب مرزا وحید الدین بیگ صاحب جرنلسٹ و مصنّف بزبان انگریزی (دی بوئی بیوگرافی آف حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ) اجمیر سے اپنے مراسلہ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۷۰ئ میں لکھتے ہیں "حضرت صابر رح کی زندگی کے حالات پر کوئی مستند کتاب نہیں ملتی۔ بہت چھان بین کے بعد حقیقتِ گلزارِ صابری ملتی ہے اس پر چشتیہ والے بھی اعتراض کرتے ہیں مگر اس کا مصنّف دلائل اور سنین سے ہر بات ثابت کرتا ہے۔ وحید صاحب (بدایونی) کے علاوہ دیگر نظامی لوگ یعنی مریدین اِس کو نہیں مانتے۔ پیر ضامن[1] علی صاحب بھی اس کو نہیں مانتے۔

جناب ایس۔ اے شیزی اسسٹنٹ ڈائریکٹر خدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ نے اپنے مکتوب نمبر ۲۴۷ مؤرخہ ۲۶ رفروری ۱۹۷۰ئ میں تحریر فرمایا کہ مندرجہ ذیل کتابوں میں جو لائبریری مذکور میں موجود ہیں۔ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات تحریر ہیں نمبر ۱ تذکرۂ اولیائے ہند جلد دوم نمبر ۲ اخبار الاخیار نمبر ۳ مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین نمبر ۴ خزینۃ الاصفیاء نمبر ۵ حدیقۃ الاولیاء۔ یہ جواب موصول ہونے پر ڈائریکٹر صاحب سے درخواست کی گئی کہ وہ بہت جلد ان کتابوں سے حالات حضرت صابرؒ کی صحیح نقولات کرا کر بھیجدیں جو موصوف نے مہربانی فرما کر نہایت خوشخطی میں نقل کرا کر بھیج دئے اور اِس کتاب کا جزو بن گئے۔

اقتباس الانوار۔ انوار الرحمٰن۔ حقیقت گلزار صابری۔ قصص الاولیاء یعنی نزہۃ البساتین جلد اوّل و دوم۔ کلیر کا چاند۔ دیگر رسالے الحسنات۔ ھُدیٰ اُردو اسلامی ڈائجسٹ فراہم کئے گئے اِن سب کتابوں میں بعد مطالعہ اقتباس الانوار جو فارسی زبان میں ہے اور ۱۱۳۲ھ کی تصنیف و تالیف یعنی سیر الاقطاب سے تقریباً چھہتّر سال بعد کی ہے۔ اس میں حوالہ و ماخذ دئے ہوئے ہیں۔ معتبر مانتے ہوئے اپنے مشفق دوست مولوی لئیق احمد صاحب ایم۔ اے خلف الرشید حافظ مختار احمد صاحب ساکن پور قاضی جو اُس وقت لیکچرار اسلامیہ انٹر کالج مظفرنگر

---

[1] سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رح دہلی

marfat.com

میں تھے۔ یہ اقتباسات فارسی سے اردو میں ترجمہ کرنے کے لئے دئے جو اُنھوں نے بڑی محنت سے ترجمہ کر کے میرے حوالے کر دئے۔

اب اِس خاکسار کو یہ تلاش ہوئی کہ جو کچھ مواد خاکسار نے اکٹھا کئے ہیں اِن کو ترتیب وار سلیس اور عام فہم اردو زبان میں کسی اہلِ قلم یا ادیب سے کتابی شکل دلاؤں۔ کیوں کہ عرس شریف مذکور کی مقررہ تواریخ بہت قریب آ گئی تھیں اس لئے اس قلیل مدت میں کوئی صاحب اِس کتاب کو ترتیب دینے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ ناچار اِس کتاب کی لکھائی چھپائی آئندہ کے لئے ملتوی کر دی گئی اور یادگار سات سو سالہ کا پروگرام بھی ملتوی کر دیا گیا اور حسب دستور سالہائے سابقہ عرس شریف سال ۱۳۹۰ھ انجام خیر کو پہنچا۔ پھر کچھ ناقابل گفتنی وجوہات اور اپنی مصروفیات کی بنا پر اپنے ارادہ کی تکمیل نہ کر سکا اور اسی دور میں انتظام درگاہ شریف براہِ راست یو۔پی سنی سینٹرل بورڈ آف وقف لکھنؤ نے خود سنبھال لیا۔

اخیر فروری ۱۹۷۶ء میں خاکسار راقم الحروف کا بغرض فاتحہ کلیر شریف جانا ہوا وہاں حضرت مخدوم پاکؒ کی سوانح حیات لکھنے کی یاد پھر تازہ ہو گئی۔ چناں چہ اس کے بعد عموماً بعض ہمدردوں اور خصوصاً جناب محترم اختر حسین صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج و حالیہ سکریٹری پنجاب وقف بورڈ کے مشورے سے خود ہی اِس کتاب کے مرتب کرنے میں مشغول ہو کر پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا اور مکمل کر کے تذکرۂ جلیل ۱۳۹۶ھ کے (تاریخی) نام سے موسوم کیا۔ گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

تذکرۂ جلیل میں جن کتابوں۔ رسالوں اور دیگر ذرائع سے حالاتِ زندگی اور واقعات بعد وفات حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اخذ کئے گئے ہیں ان کی تفصیل ذیل کی فہرست (الف) اور فہرست (ب) میں دے دی گئی ہے۔ فہرست (الف) میں وہ کتابیں اور رسالے تفصیل وار درج ہیں جن کا مطالعہ خود راقم الحروف نے کیا ہے۔ بعض بعض جگہ لفظ بلفظ انہی کتابوں کے اقتباسات نقل کر دئے ہیں اور بطور ثبوت یہ کتابیں کچھ تو میرے پاس موجود ہیں اور جو کتابیں میرے پاس موجود نہیں ہیں ان کی موجودگی کی جگہ اور مقام معہ پتہ کے درجِ فہرست کر دئے ہیں۔ جہاں سے ان ماخذ کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ فہرست (ب) میں جن کتابوں کا اندراج ہے۔ ان کتابوں کے حوالے بعض بعض تذکرہ نویسوں نے اپنے اپنے تذکروں میں دئے ہیں۔

marfat.com

چنانچہ یہ کتابیں بجز حقیقت گلزار صابری کے میرے مطالعہ میں نہیں آئی ہیں۔

تذکرۂ جلیل میں زمانۂ سلف کے بُزرگان اور کاملان کے واقعات سے حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کی پاکیزہ زندگی کا موازنہ کیا ہے اور جو جو واقعات حالات اور حکایات حضورؒ کے حالات کے مؤید ملے اُن کو قلم بند کیا ہے۔ سوانح حیات لکھنے سے پہلے اُس خطّہ زمین کے جہاں آپ کا مزارِ اقدس واقع ہے تاریخی اور جغرافئی حالات بھی تحریر کئے ہیں اور کتاب کو عام فہم بنانے کے لئے مشہور مقامات ریلیں اور پختہ سڑکیں بھی نقشہ اور فوٹو میں دکھائی گئی ہیں اور حضرت صابرؒ کے حالاتِ زندگی و واقعات بعد وفات سلسلہ وار بلحاظ زمانہ اور سنین ہجری کا تطابق سنین عیسوی سے کرکے جدید طرز پر کتاب ترتیب دی ہے۔ ہرچند اس خاکسار نے تذکرۂ جلیل کی تالیف میں دو سال بڑی جانفشانی کی ہے اور پھر بھی اُس خاکسار کو اپنی عدم لیاقت اور سہو بشری کا جو کہ انسان کی طینت میں شامل ہیں کافی احساس ہے و نیز طباعت کے اغلاط تغیّر و تبدل اور سرزنش سے بڑا خوف ہے۔ لہٰذا اُس باری تعالےٰ کے فضل و کرم۔ صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بتوسّل حضرت مخدوم پاک سید علاءالدین علی احمد صابر قدس سرہٗ امید کرتا ہوں کہ یہ تالیف جملہ عیوب سے پاک وصاف ہو۔

اخیر میں اُن سب صاحبان کا خصوصاً جناب ایس اے قیصری اسسٹنٹ ڈائریکٹر خدا بخش اورنیٹل لائبریری پٹنہ اور مولوی لئیق احمد صاحب جنھوں نے تذکرۂ جلیل تالیف کرنے میں مدد دی ہے تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

خاکسار حاکم علی پیرزادہ بن منشی ناظم علی صاحب مرحوم
سابق منیجر درگاہ پیران کلیر شریف
۲۷۔ سھرا شاہی مظفرنگر
یو۔پی

marfat.com

خُلاصہ چند مخصوص قدیم کتابیں

جن میں حضرت مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ کے حالات درج ہیں۔

سیر الاولیاء حضرت محمد مبارک علوی امیر خورد کی تصنیف کردہ ہے۔ آپ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے مرید تھے۔ آپ نے اِس کتاب میں سَلاسِل چشتیہ۔ صابریہ۔ نظامی اور جمالیہ کے مفصل حالات لکھے ہیں اور یہ کتاب خاندان چشتیہ کا دستور العمل تسلیم کیگئی ہے۔ یہ کتاب بعد وفات حضرت خواجہ محبوب الٰہی رح ۸۰۰ھ میں تصنیف ہوئی۔

اخبار الاخیار یہ کتاب حضرت مولانا مولوی شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تصنیف کردہ ہے۔ جو ۱۰۱۱ھ میں لکھی گئی اور جس کی نقل قلمی مورخہ ۱۰۵۱ھ کتب خانہ دار العلوم دیوبند میں موجود ہے اور بعد کو مطبع خانوں میں چھاپی گئی۔ یہ کتاب نہایت معتبر مانی جاتی ہے۔

سِیَرُ الاقطاب اس کتاب کا ذکر تمہید میں صفحہ نمبر ۳ پر کر دیا گیا ہے۔ پیرجی اللہ دیا صاحب شاہجہاں کے منصبدار اور پانی پت کے باشندے تھے اور یہ کتاب کتب مندرجہ بالا نمبر ۱ و ۲ کے بعد تصنیف ہوئی ہے۔

اقتباس انوار یہ کتاب مولانا مولوی محمد اکرم صاحب بن محمد علی سوئی کی تصنیف کی ہوئی ہے۔ ۱۱۳۲ھ میں لکھی گئی ہے۔

جواہر فریدی شیخ المشائخ حضرت علی اصغر نبیرۂ حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ ہے۔ جس میں حضرت بابا گنجشکرؒ کے جملہ حالات مع اُن کی اولاد اور خلفا کے تحریر ہیں۔ یہ کتاب ۱۰۳۵ھ میں شائع ہوئی۔

marfat.com

ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے مسلمان مؤرخین

ماخذ تاریخ ہندوستان از ڈاکٹر ایشوری پرشاد صفحہ نمبر ۱۵۴

قاضی منہاج سراج

قاضی منہاج سراج نے سلطان ناصرالدین بن التمش ۶۴۰-۶۶۰ھ مطابق ۱۲۴۶-۶۶ء کے عہدِ سلطنت میں مشہور کتاب طبقات ناصری لکھی تھی جس میں دہلی کے غلام خاندان کے مسلمان بادشاہوں کی مفصل تاریخ درج ہے۔ جس میں انہدام مسجد و ویرانی کلیہ کا کوئی ذکر نہیں۔

ماخوذ از رسالہ شاہین اُردو ڈائجسٹ دہلی ماہِ اکتوبر ۱۹۷۲ء

ضیاء الدین برنی

ضیاء الدّین برنی بمقام برن جواب بلند شہر کے نام سے موسوم ہے ۶۸۴ھ میں پیدا ہوا یہ ہندوستان کی تاریخ کا پہلا مسلمان مُورخ مانا جاتا ہے۔ اِس نے اپنی کتاب میں ضمناً کہیں کہیں اپنے خاندان کا بھی ذکر کیا ہے اپنے باپ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ علاء الدین خلجی کے دربار میں تھے اور مدیر الملک کہلاتے تھے اور اپنے چچا کے متعلق لکھتا ہے کہ ان کو عطاء الملک کا خطاب حاصل تھا۔ جلال الدّین کے قتل میں یہ دونوں بھائی شریکِ سازش علاؤالدین تھے۔ علاؤالدّین خلجی کے زمانے میں یہ مؤرخ جوان ہوا اور محمد تغلق کے عہد میں اس کو کافی عروج ہوا۔ لیکن فیروز تغلق کے معتوبین میں شمار ہو گیا۔ حالاں کہ اُس نے اپنی مصنّفہ تاریخ ہندوستان کو بھی فیروز شاہ کے نام سے "فیروز شاہی" موسوم کیا تھا۔ پھر بھی بادشاہ نے کوئی شنوائی نہیں کی۔ یہ حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔ اِس نے اُس زمانے کے اولیائے کرام کے حالات بھی اِس کتاب میں درج کئے ہیں۔ جن میں حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی

marfat.com

خلفائے حضرت گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ میں درج ہے۔ اُس کا آخری زمانہ نہایت پریشانی کی حالت میں گزرا۔ اُس نے ۱۰۵۸ھ میں چوہتر سال کی عمر میں وفات پائی اور درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت امیر خسرو رح کے مزار کے جانب جنوب اپنے والد کی قبر کے پاس دفن ہوا۔

خلاصہ ضروری تواریخ سلاطین دہلی[1]

سلطان	خاندان	سنہ
سلطان محمد غوری کی فتح اور پرتھوی راج کی شکست		سنہ ۱۱۹۲ء
قطب الدین ایبک بطور جانشین محمد غوری		سنہ ۱۱۹۴-۱۲۰۶ء
قطب الدین ایبک بطور خودمختار بادشاہ	غلام خاندان	سنہ ۱۲۰۶-۱۲۱۰ء
آرام شاہ	"	سنہ ۱۲۱۰-۱۱ء
سلطان شمس الدین التمش	"	سنہ ۱۲۱۱-۳۶ء
رکن الدین و رضیہ سلطانہ	"	سنہ ۱۲۳۶-۴۶ء
سلطان ناصر الدین	"	سنہ ۱۲۴۶-۶۶ء
سلطان غیاث الدین بلبن	"	سنہ ۱۲۶۶-۸۶ء
کیقباد	"	سنہ ۱۲۸۶-۹۰ء
جلال الدین خلجی	خلجی خاندان	سنہ ۱۲۹۰-۹۶ء
علاؤ الدین	خلجی خاندان	سنہ ۱۲۹۶-۱۳۱۶ء
قطب الدین آرام شاہ ناصر الدین خسرو	"	سنہ ۱۳۱۶-۲۰ء
غازی غیاث الدین	تغلق خاندان	سنہ ۱۳۲۰-۲۵ء
محمد تغلق	"	سنہ ۱۳۲۵-۵۱ء
فیروز شاہ	"	سنہ ۱۳۵۱-۸۸ء
تغلق شاہ ثانی	"	سنہ ۱۳۸۸ء
ابوبکر شاہ محمد شاہ بن فیروز شاہ و سکندر شاہ	"	سنہ ۱۳۸۸-۹۴ء
محمود تغلق	"	سنہ ۱۳۹۴-۱۴۱۲ء
تیمور کا حملہ		سنہ ۱۳۹۸ء

[1] تاریخ ہندوستان از ڈاکٹر ایشوری پرشاد

marfat.com

ماخذ تذکرۂ جلیل

فہرست (الف)

نمبر شمار	نام کتاب یا رسالہ	ملنے کی جگہ	نام مؤلف یا مصنف	نام مطبع معہ سن طباعت
۱	اقتباس الانوار فارسی	درگاہ حضرت صابرؒ	مولوی محمد اکرم بن محمد علی سوئی	۱۱۳۲ھ
۲	تواریخ آئینہ تصوف	درگاہ حضرت صابرؒ	صوفی سید محمد فاروق حسن حسنی و صابری	مطبع حسنی ذاکر محمد حسن خان ۱۳۱۱ھ
۳	اخبار الاخیار فارسی	خدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	مجتبائی پریس دہلی ۱۳۳۲ھ
۴	خزینۃ الاصفیا جلد اول فارسی	〃	غلام سرور لاہوری	نمر ہند پریس دہلی ۱۸۷۳ء
۵	حدیقۃ الاولیار اُردو	〃	مفتی غلام سرور لاہوری	نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۹ء
۶	تذکرۂ اولیار ہند جلد دوم اردو	〃	مرزا محمد علی اختر دہلوی	نیو پریس دہلی ۱۹۲۴ء
۷	مسالک السالکین فی تذکرہ واصلین	خدا بخش اورنٹل پبلک	محمد مرزا عبدالستار بیگ	فیض منبع مفید عام
	جلد دوم اُردو	لائبریری پٹنہ	سہرامی	آگرہ
۸	انوار الرحمان فارسی	درگاہ حضرت صابرؒ	مولوی نور اللہ صاحب	۱۲۶۵ھ
۹	قصص الاولیار یعنی	مدرسہ اسلامیہ	امام جلیل ابی محمد عبداللہ بن	ادارہ تھانوی
	نزہتہ البساتین اردو ترجمہ	عربیہ، رحیمیہ	اسد یمنی یا معنی ترجمہ مولانا	دیوبند
	روضۃ الریاحین حصہ اوّل	مظفر نگر	اشرف علی صاحب تھانویؒ	۱۹۲۹ء
۱۰	کلیر کا	میرے پاس	ڈاکٹر ظہور الحسن صاحب شارب	
	چاند	موجود	ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی	آگرہ
	اُردو	ہے	پی۔ایچ۔ڈی۔اجمیر	
۱۱	گزٹیر (انگریزی)	لائبریری سول کورٹ	ڈاکٹر مسٹر ایچ۔آر	
	ضلع سہارنپور	بار ایسوسی ایشن سہارنپور	نیول	لکھنؤ

marfat.com

نام شمار	نام کتاب یا رسالہ	ملنے کی جگہ	نام مؤلف یا مصنف	نام مطبع معہ سن طباعت
۱۲	تاریخ ہندوستان مصدقہ محکمۂ تعلیم، یو۔پی	ہر اسکول کی لائبریری	ڈاکٹر ایشوری پرشاد ایم اے۔ ایل۔ ایل بی ڈی لٹ	اڈیشن چہارم الہ آباد پریس ۱۹۳۸ء
۱۳	ہدیٰ اُردو ڈائجسٹ	میرے پاس موجود ہے	جناب عبدالوحید صدیقی ایڈیٹر	نئی دہلی ماہ ستمبر ۱۹۷۰ء
۱۴	الحسنات اسلامی اردو ڈائجسٹ	〃	جناب ابوسلیم محمد عبدالحی ایڈیٹر	رامپور اگست ۱۹۷۳ء
۱۵	شبستاں اُردو ڈائجسٹ	〃	جناب یونس دہلوی ایڈیٹر	شمع دہلی مارچ ۱۹۷۳ء
۱۶	پاکیزہ اسلامی اُردو ڈائجسٹ	〃	جناب (صاحبزادہ) ضیاء دہلوی ایڈیٹر	نئی دہلی جنوری ۱۹۷۷ء
۱۷	مشیرِ اوقاف اُردو	〃	یوپی سنی سنٹرل بورڈ آف وقف لکھنؤ	نامی پریس لکھنؤ اکتوبر ۱۹۷۳ء
۱۸	بارہ موتی پمفلٹ اردو	〃	جناب احسان قریشی صابری ایم اے ڈی کام لندن ممبر ای ایس پرنسپل سیالکوٹ	اقبال پرنٹنگ پریس سیالکوٹ پاکستان
۱۹	بزرگانِ پانی پت اُردو	درگاہ حضرت صابرؒ	مولوی سید محمد میاں صاحب سجادہ نشین	
۲۰	مکتوب (کارڈ) بذریعہ ڈاک	میرے پاس موجود ہے	حکیم قریش احمد صاحب سجادہ نشین گنگوہ	مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۷۰ء
۲۱	کتبہ صدر دروازہ درگاہ حضرت مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ			

فہرست (ب) کتب جن کے حوالے تذکرۂ جلیل میں دیئے گئے ہیں

۱۔ سیر الاقطاب ۲۔ سیر الاولیاء۔ ۳۔ معارج الولائت۔ ۴۔ مراۃ الاسرار ۵۔ اخبارات اولیاء۔ ۶۔ مراۃ انساب۔ ۷۔ کشف الغیوب۔ ۸۔ حقیقت گلزار صابری ۹۔ تذکرۃ العابدین ۱۰۔ انوار القدوس۔ ۱۱۔ انوار لشہود۔ ۱۲۔ جواہر فریدی۔

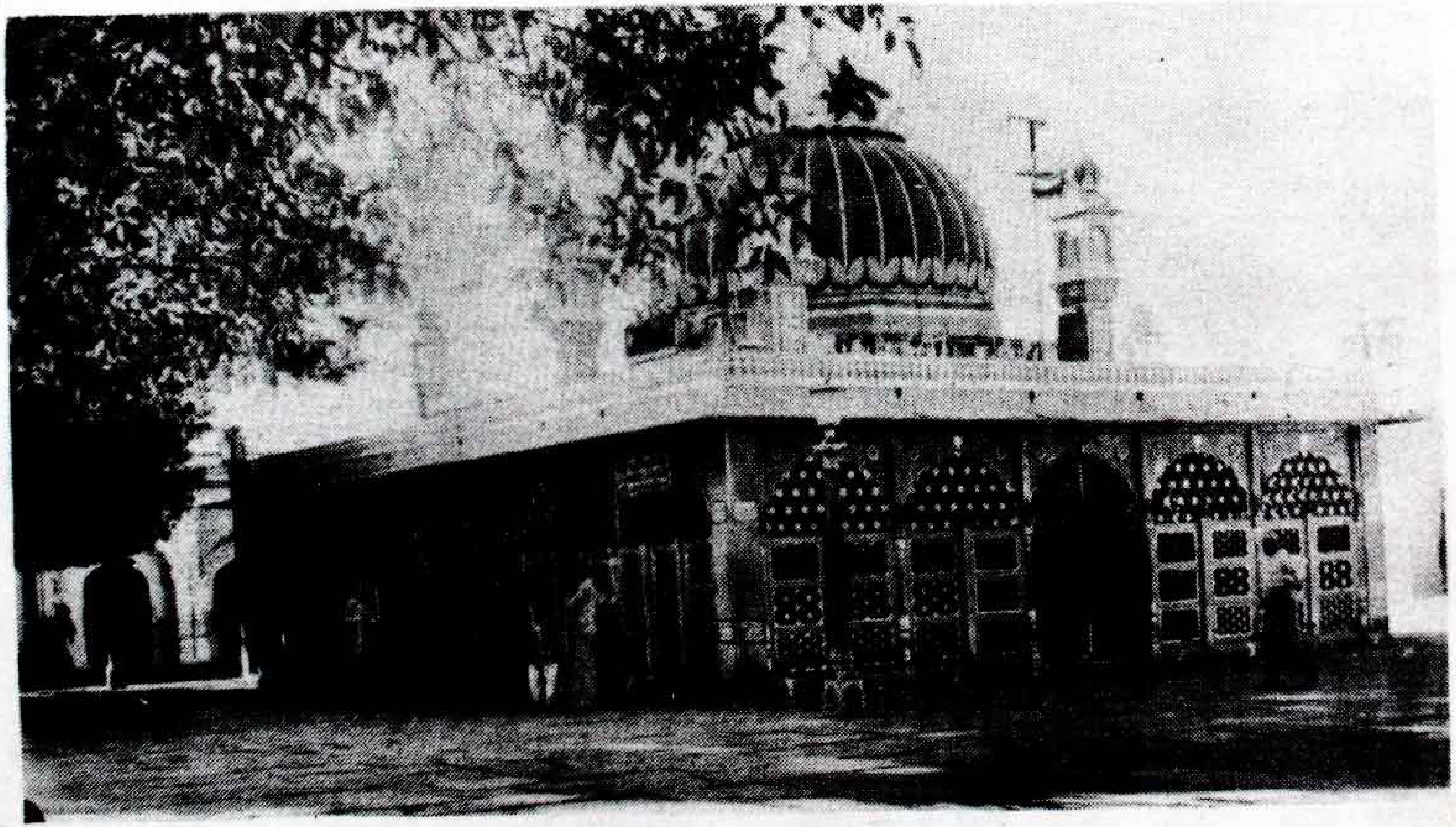

روضۂ اقدس حضرت مخدوم پاکؒ

فوٹوگرافی، محمد نعیم، وینس فوٹو اسٹوڈیو، رڑکی

marfat.com

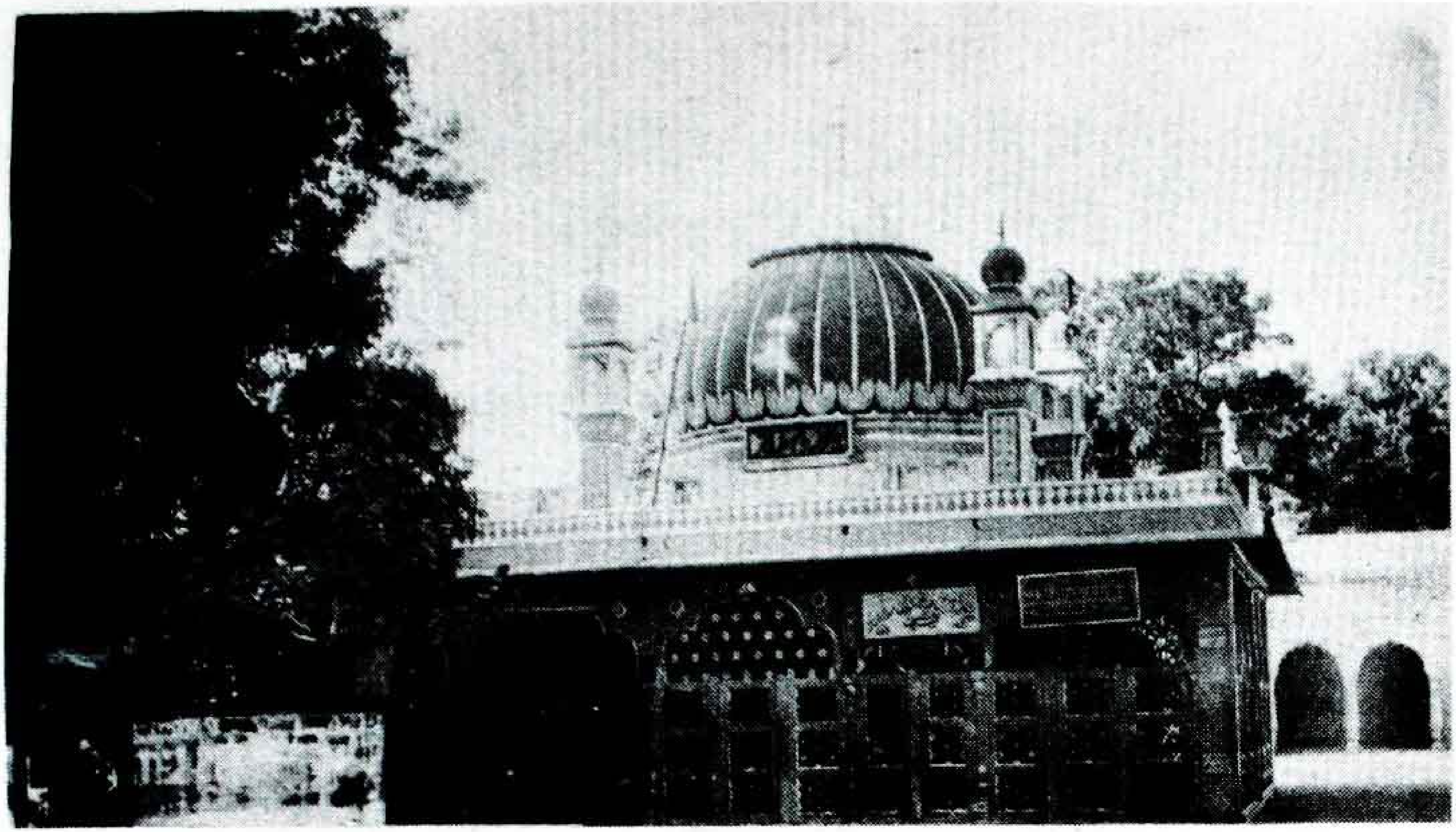

روضہ اقدس حضرت مخدوم پاکؒ معہ یادگار درخت گولر

فوٹو گرافی، محمد شمیم، ونس اسٹوڈیو رڑکی

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا حق   یا حق   یا حق

پہلا باب

جغرافیائی و تاریخی، حالات موضع پیران کلیر ضلع سہارن پور

موضع پیران کلیر زمانۂ حال میں ضلع سہارن پور کا ایک گاؤں ہے۔ اِس سے پہلے کہ پیرانِ کلیر کا ذکر شروع کیا جائے اِس گاؤں کی جائے وقوع پر غور کرنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ تاریخی حالات تو اکثر سیاسیات پر منحصر ہوتے ہیں جو وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے ہیں۔ لیکن کسی جگہ کی جائے وقوع جغرافیائی لحاظ سے بہت کم بدلتی ہیں اور اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے جو گاؤں۔ قصبہ یا شہر جہاں آباد ہوتا ہے۔ اُس سرزمین کی طبعی حالات کا اثر وہاں کی آبادی پر ضرور پڑتا ہے۔

جغرافیائی حالات ضلع سہارن پور ہندوستان کے صوبۂ اتر پردیش (یو۔پی) کے شمال و مغربی اضلاع میں سے جو گنگا اور جمنا کے دوآبہ میں واقع ہیں ایک زرخیز ضلع ہے۔ جس کے شمال میں کوہ شوالک اور دوسری طرف ضلع دہرہ دون ہے۔ مشرق میں گنگا اور اس کے پار ضلع بجنور، جنوب میں ضلع مظفر نگر اور مغرب میں دریائے جمنا اور اس کے پار صوبۂ ہریانہ کے اضلاع انبالہ اور کرنال ہیں۔ طبعی لحاظ سے یہ ضلع چھ حصوں میں تقسیم ہے۔ نمبرا۔ پہاڑی علاقہ۔ نمبر۲۔ جنگل علاقہ نمبر۳ کھادر۔ نمبر۴ کھادر نمبر۵ رتالہ نمبر۶ جھیلیں۔ اور انتظامی لحاظ سے اس ضلع میں چار تحصیلیں ہیں۔ نمبرا۔ سہارن پور۔ نمبر۲۔ روڑکی نمبر۳ دیوبند نمبر۴۔ نکوڑ۔ پیران کلیر تحصیل رُڑکی میں پرگنہ رُڑکی کا ایک گاؤں ہے تحصیل رڑکی کا طبعی نقشہ

marfat.com

نقشہ تحصیل رُوڑکی

شمال

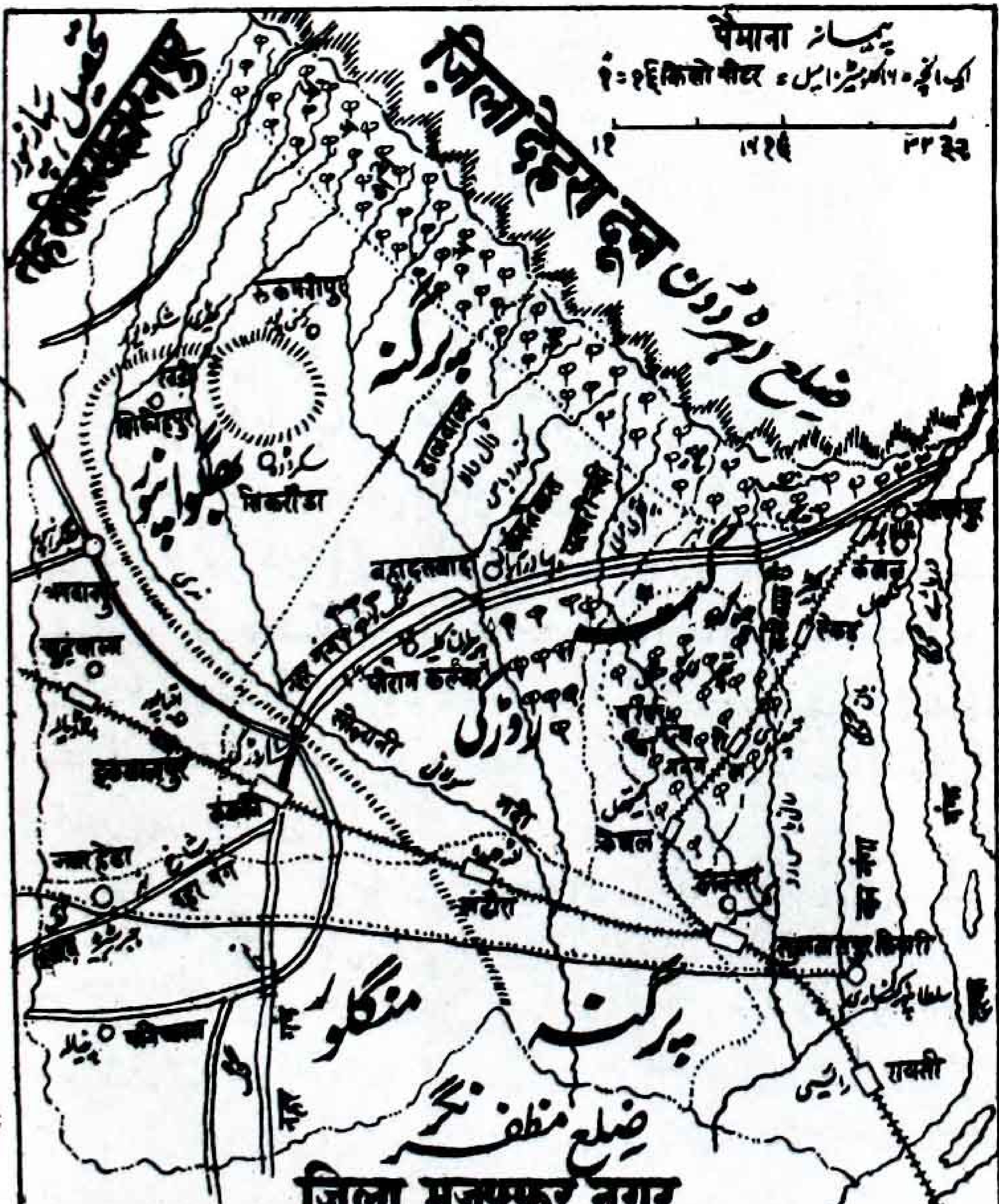

جنوب

مظفر نگر

باوڑہ براہ مراد آباد و لکھنؤ

marfat.com

دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ جس جگہ اب کلیر آباد ہے وہ جنگلات کا ایک حصّہ ہے۔ جہاں جنگلات کے درخت اب بھی پائے جاتے ہیں۔ اس گاؤں میں اُونچے ٹیلے ہیں اور یہاں کی زمین ناہموار ہے۔ یہ گاؤں ایک ٹیلہ پر آباد ہے۔ جس کے شمال اور جنوب دونوں جانب گہرائی ہے۔

اِسی تحصیل رُڑکی میں برادرانِ ہنود کا قدیم تیرتھ گاہ ہردوار رُڑکی سے تینتیس ۳۳ کلومیٹر اور کلیر سے پچیس کلومیٹر کے فاصلہ پر آباد ہے ۱۸۳۹ء میں[1] میجر بروُلی کاٹلی نے تجویز کیا تھا کہ رُڑکی کے راستے سے نہر گنگ لائی جائے۔ حالاں کہ زمین ناہموار تھی اور اس درمیان میں سولانی ندی بھی پڑتی تھی۔ پھر بھی بہزار دقّت باجازت سرکار دولتمدار ممالک متحدہ آگرہ واودھ کاٹلی صاحب اس نہر کو نکالنے میں کامیاب ہو گئے اور اس دوسو چھپّن ۲۵۶ میل لمبی نہر معہ اس کی تہتّر ۷۳ شاخوں سے چھبیس ۲۶ لاکھ ایکڑ کے قریب زمین سیراب ہونے لگی۔

گزٹیر ضلع سہارن پور کے مطابق نہر گنگ نے دھنوری گاؤں کے قریب جو کلیر سے دو میل کے فاصلہ پر جانبِ شمال واقع ہے۔ جانبِ جنوب و مغرب کچھ موڑ لیا ہے اور موضع کلیر کے رقبے کے بیچ سے گزرتی ہوئی اکتیس ۳۱ فٹ کے نشیب میں یہ نہر بہہ رہی ہے۔ یعنی شمال کی جانب دھنوری کی طرف اور جانبِ جنوب کلیر سے روڑکی کی طرف سطحِ زمین نیچی ہے اور نہر پر کلیر ہی ایک ایسا مقام ہے جس کی سطحِ زمین اِس نہر کی سطحِ آب سے اکتیس فٹ بلند ہے اور کلیر کا مزروعہ رقبہ اِس نہر کی آبپاشی سے محروم ہے۔ دامنِ کوہ کے خنگی حصّہ میں واقع ہونے کی وجہ سے کلیر کی آب و ہوا مرطوب ہے۔ سردیوں میں سخت سردی پڑتی ہے اور گرمیوں میں زیادہ گرمی ہوتی ہے اور برسات ضلع کے دوسرے حصّوں کے موافق ہوتی ہے۔

تاریخ ہندوستان[2] کے صفحہ ۵ پر لکھا ہے کہ پہاڑ کے دامن میں ترائی کا علاقہ ہے جس میں ہمیشہ قسم قسم کی بیماریاں پھیلتی رہتی ہیں اور بڑے گھنے جنگل

---

[1] گزٹیر ضلع سہارن پور [2] تاریخ ہندوستان ڈاکٹر ایشوری پرشاد

واقع ہیں۔ جن میں خوفناک وحشی درندے پائے جاتے ہیں۔

تاریخی حالات

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ہردوار اہل ہنود کا بڑا تیرتھ گاہ ہے۔ زمانۂ قدیم سے یہاں گنگا اشنان اور ہری دیوتا کے استھان کی یاترا کے لئے جب یاتری آتے تھے تو اُن کو کلیر ہو کر گزرنا پڑتا تھا۔ پرانے زمانے میں آج کل جیسی تیز رو سواریاں نہیں تھیں۔ زیادہ تر لوگ پیدل سفر کرتے تھے اور صاحب استطاعت بیل گاڑیوں، گھوڑا گاڑیوں یا اُونٹ گاڑیوں میں سفر کرتے تھے۔ دس پندرہ میل چلنے کے بعد اُن کی اپنی سواری کے جانوروں کو آرام دینے اور خود سستانے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ تو وہ کسی مقام پر ٹھہر کر آرام کیا کرتے تھے۔ چناں چہ کلیر بھی اسی قسم کی ایک منزل تھی جہاں تا تری قیام کر کے آرام کیا کرتے تھے۔

ہندوستان کی حالت

تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۱۳۶ پر ڈاکٹر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں کہ بارھویں صدی عیسوی میں جب محمد غوری نے حملے شروع کئے اُس وقت شمالی ہند کے اندر مندرجۂ ذیل راجپوت ریاستیں موجود تھیں ۱۔ قنوج میں گہروار یعنی راٹھور خاندان ۲۔ دہلی میں تومر خاندان ۳۔ اجمیر میں چوہان ۴۔ مہوبا میں چندیل۔ ۵۔ بنگال میں پال اور سین خاندان کے راجا۔ گجرات میں بگھیلے۔ ان کے سوا اور بھی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں جن کا ذکر گنجائش کم ہونے کی وجہ سے یہاں نہیں کیا جا سکتا۔" دہلی کے متعلق ڈاکٹر صاحب موصوف اسی تاریخ کے صفحہ ۱۱۳ پر لکھتے ہیں:

"دھلی کی بنیاد اندازاً ۹۹۴ء کے قریب پڑی تھی اننگ پال کے عہد میں دہلی کا راج زیادہ مشہور ہو گیا تھا۔ بالآخر ۱۱۵۰ء میں چوہان راجہ وگرہ راج چہارم "نے دہلی کو فتح کر کے اپنے راج میں شامل کر لیا۔ اُسی وقت سے دہلی کا خطہ سلطنت اجمیر کا ایک صوبہ بن گیا" وگرہ راج کا بھتیجا پرتھوی راج بڑا زبردست راجہ ہوا"" اس کے بعد "آخر ۱۱۹۲ء میں محمد غوری نے ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر پھر ہندوستان پر حملہ کیا اور پرتھوی راج اور اُس کے معاونین کو لڑائی میں شکست فاش دی۔ پرتھوی راج کو مسلمانوں نے گرفتار کر کے تہہ تیغ کر ڈالا"۔ اسی تاریخ کے صفحہ ۱۵۱ پر لکھا ہے کہ التمش سلطان دہلی نے اپنی سلطنت ۱۲۳۴ء تک ہمالیہ سے نربدا تک

marfat.com

اور سندھ سے بنگال تک بڑھالی تھی۔

گزٹیر ضلع سہارن پور کے صفحہ ۱۸۰ پر لکھا ہے کہ سلطان التمش نے ۱۲۱۷ء میں شوالک پہاڑ تک کا حصہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔" اس کے علاوہ اگر تاریخی نقشوں کا ملاحظہ کیا جائے تو پتہ نہیں چلتا کہ کلیر یا کلیر کے آس پاس کوئی مشہور و معروف ریاست یا آبادی تھی صوفی ابو الفضل نے آئینِ اکبری میں قلعۂ کلیر کا ذکر ضرور کیا کہ امام ابوصالح رح نے اس کو فتح کیا تھا۔ اسی وقت یہاں ایک مسجد بھی تعمیر ہو گئی جیسا کہ سلاطین دہلی کا قاعدہ تھا کہ جہاں کہیں شاہی فوج پڑاؤ کرتی وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کر دی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ یہاں جنگل ہی جنگل تھا جو مہابن کے نام سے مشہور تھا۔

سہارن پور

گزٹیر ضلع سہارن پور میں لکھا ہے۔ سہارن پور شہر فیروز تغلق کے زمانے میں آباد ہوا اور سلطان نے اس شہر کا نام خود اپنے مرشد شاہ ہارون چشتی کے نام پر "شاہ ہارون پور" رکھا تھا جو بعد کو بگڑ کر سہارن پور ہو گیا۔ روڑکی نہر گنگ کی کھدائی سے کچھ پہلے آباد ہوا ورنہ اس سے پہلے تو اس علاقے میں جنگل ہی جنگل تھا اور کچھ چھوٹی چھوٹی آبادیوں کی بستیاں تھیں جو جنگلوں میں آباد تھیں اور ان ہی جیسا ایک مقام کلیر بھی تھا، جس کی کوئی شہرت نہ پرتھوی راج کے زمانے میں تھی اور نہ بعد کو مسلمانوں کے عہد میں ہوئی، لیکن یہ ضرور ہے کہ یہ مقام کلیر روڑکی اور سہارن پور دونوں سے زیادہ پرانا ہے۔ جس میں بارہا انقلابات آئے اور بعد کو حضرت مخدوم پاک سید علاؤ الدین علی احمد صابر قدس سرہ العزیز کے طفیل میں ایک تسلیم شدہ زیارت گاہ بن گیا۔

marfat.com

دوسرا باب

سوانحِ حیات حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ظہورِ شانِ رسالت مآب علاء الدّین
جہانِ حسن کے ہیں آفتاب علاء الدّین

نسب نامہ قطب المشائخ، منبعِ معرفت، عارفِ کامل، صاحب ارشاد، ہمائے اوجِ کرامت حضرت مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہٗ العزیز کے نسب کے متعلق جملہ تذکرہ نویسوں کی متفقہ رائے ہے کہ آپ صحیح النسب سید تھے لیکن اِس مسئلہ میں کہ آپ سید امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی اولاد میں سے تھے۔ یا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی اولاد میں سے تھے مختلف رائے ہیں مولوی مرزا محمد عبدالستار سہسرامی اپنی کتاب مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین کے صفحہ نمبر ۳۹ پر لکھتے ہیں کہ "آپ سادات صحیح النسب حسینی تھے اور آپ کے والد ماجد کا نام حضرت سید عبداللہ بن سید فتح الدین بن سید نور محمد بن سید احمد بن غیاث الدین ۔ بن بہاء الدین، سید داؤد بن سید تاج الدین بن سید محمد بن سید علی بن سید ضیاء الدین بن سید اسمٰعیل بن حضرت امام جعفر صادق، بن حضرت محمد باقر بن حضرت زین العابدین رحؒ بن سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ اہلِ تحقیق کے نزدیک آپ کے والد ماجد کا نام شاہ عبدالرحیم ملقب عبدالسلام کا ہونا اور اَولاد حضرت محبوب یزدانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میں ہونا صحیح نہیں ہے۔"

ڈاکٹر ظہورالحسن صاحب اپنی نوشتہ کتاب "کلیر کا چاند" کے صفحہ نمبر ۱۰ پر مراۃ الانساب

marfat.com

کے حوالہ سے اِس مسئلہ کو لاحقی طور پر تحریر کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اپنی کتاب مذکورہ بالا کے صفحات نمبر ۱۵۱ تا ۱۵۲ پر آپ کی ولادت سے قبل کی دو پیشین گوئیاں بھی سپردِ قلم کرتے ہیں۔ جن میں سے ایک پیشین گوئی کی رُو سے آپ اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام اور دوسری کی رو سے اولادِ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ قرار دیئے جاتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں پیشین گوئیوں میں کس کو صحیح مان لیا جائے۔ مروی عام ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا ہدایت فرمائی ہے کہ "غیب کا علم مجھ کو نہیں، عالم الغیب صرف ذات پاک خدائے تعالیٰ ہے" پس ایسی پیشین گوئی پر اعتقاد کرنا خلافِ اتباعِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ مسئلہ مورخین کی کثرت آراء اور شہرتِ خاص و عام کی روایات پر طے ہونے کے قابل ہے۔

تذکرۂ اولیائے ہند جلد دوم کے صفحہ نمبر ۲ پر آپ کے والد ماجد کا نام سیّد شاہ عبد الرحیم رح اور نسبی سلسلہ حضرت غوثِ الاعظم سے لکھا ہے اقتباس الانوار میں صرف اتنا لکھا ہے کہ آپ صحیح النسب سیّد تھے۔ صاحبِ کلیر کا چاند کا قطعی فیصلہ تذکرۃ العابدین کے صفحہ ۲۹ کے حوالہ سے کلیر کے چاند کے صفحہ ۱۰ کے اوّل پیرے پر درج ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ غوث الاعظمؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ درگاہ حضرت شیخ عبد القدوس رح گنگوہ کے سجادہ نشین حکیم شاہ قریش احمد صاحب اپنے مکتوب مورخہ ۱۳ رفروری ۱۹۷۰ء میں تحریر فرماتے ہیں "نسب نامہ حضرت مخدوم پاک کلیری کا حضرت غوثِ اعظم پیران پیر محی الدین عبد القادر بغدادی رح کے واسطہ سے حضرت امام حسن علیہ السلام تک ملتا ہے" جناب احسان قریشی صابری سیالکوٹی پاکستان امیر قافلہ زائرین پاکستان اپنی نظم مدح صابر صاحبؒ میں فرماتے ہیں۔ بیت ؎

جدِّ امجد آپ کے مشہور ہیں
حضرت غوث الورا صابر پیا

درگاہ شریف حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ میں بھی آپ کا سلسلۂ نسب اولادِ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ہی تسلیم کیا جاتا ہے اور تواریخ آئینہ تصوف میں جو آپ کا شجرہ پدری دیا گیا ہے۔ حسب ذیل ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کے خاندانی سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

marfat.com

ماخوذ از تواریخ آئینہ تصوف، از صوفی سید محمد فاروق حسنی و صابری مطبوعہ ۱۳۱۱ھ

شجرہ خاندانِ پدری

امیر المومنین حضرت علی کرم = حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رض

حضرت امام حسن رض — حضرت امام حسین رض

حضرت سید حسن مثنیٰ رح

حضرت سید عبداللہ محض رح

حضرت سید موسیٰ جون رح

حضرت سید محمد داؤد رح

حضرت سید محمد مورث رح

حضرت سید محمد یحییٰ زاہد رح

حضرت سید عبداللہ الجبلی رح

حضرت سید ابی صالح موسیٰ جنبلی رح

حضرت غوث پاک سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رح

حضرت سید سیف الدین/ عبدالوہاب رح

حضرت سید عبدالرحیم عبدالسلام = حضرت ہاجرہ ہمشیرہ باباصاحب

حضرت مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صابر رح

شجرہ خاندانِ مادری

امیر المومنین حضرت عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ

حضرت محمد باقر رح سے حضرت سلیمان ادھم رح تک

حضرت ابراہیم ادھم رح

حضرت اسحاق شاہ رح

حضرت ابوفتح رح

حضرت واعظ الاکبر رح

حضرت عبداللہ واعظ اصغر رح

حضرت مسعود شاہ رح

حضرت خواجہ محمود رح

حضرت خواجہ نصیر الدین رح

حضرت احمد المعروف شاہ کابلی رح

حضرت شہاب الدین عرف فرخ شاہ کابلی رح

(باقی شجرہ خاندانِ مادری آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)

marfat.com

حضرت محمد یوسف رح

حضرت محمد شعیب رح

حضرت شیخ سلطان احمد رح

حضرت شیخ جمال الدّین رح

حضرت بابا شیخ فریدالدین گنجشکر رح حضرت ہاجرہ عرف جمیلہ خاتون زوجہ حضرت عبدالرحیم رح

حضرت ہاجرہ عرف جمیلہ خاتون

حضرت بابا فریدالدّین مسعود گنجشکر رح کی بڑی ہمشیرہ تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی قرسم خاتون بنتِ مولانا وجیہہ الدّین فجندی رح تھیں۔ آپ سے چھوٹے بھائی کا نام حضرت اعزازالدّین رح تھا، اُن سے چھوٹے بھائی حضرت گنجشکر رح تھے اور سب سے چھوٹے بھائی حضرت نجیب الدین متوکّل تھے۔ حضرت ہاجرہ رح سب بھائیوں سے عمر میں بڑی تھیں۔

marfat.com

والدین

حضرت شاہ عبدالرحیم عبدالسلام بغداد میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے گھرانے میں تعلیم ظاہری اور باطنی پر بہت زور دیا جاتا تھا۔ آپ اپنے والد حضرت سید سیف الدین عبدالوہاب کی تنبیہہ تعلیم سے گھبرا کر بغداد سے ہرات چلے آئے اور وہاں سے ایک روز سیر و گشت کرتے ہوئے قصبہ کہتوال جا پہنچے۔ وہاں آپ حضرت جمال الدینؒ کے گھر کے سامنے سے گزرے تو حضرت شیخ جمال الدینؒ نے آپ کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور آپ کا حال دریافت کیا۔ جب حضرت عبدالرحیمؒ اپنا حال بیان کر چکے تو شیخ جمال الدینؒ نے آپ سے فرمایا کہ "مجھے ایک مدت سے تیرا انتظار تھا، خدا نے آج تجھ کو میرے پاس بھیج دیا ہے اب تو یہیں رہ"۔ چنانچہ حضرت عبدالرحیمؒ شیخؒ کے پاس رہنے لگے اور ان سے تعلیم ظاہری و باطنی سے مستفید ہو کر حضرت شیخ جمال الدینؒ کے مرید ہو گئے۔ آپ عرصہ دراز تک حضرت شیخؒ کی خدمت میں رہتے رہے۔ آخر کار حضرت شیخ جمال الدینؒ نے اپنی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت ہاجرہؒ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ نکاح کے بعد بھی کچھ روز آپ کہتوال میں رہے پھر سسرال میں رہنا نامناسب خیال کر کے آپ تلاشِ معاش میں پھر ہرات پہنچے اور وہاں جا کر آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور اپنی زوجہ حضرت ہاجرہؒ کو بھی ہمراہ لے گئے۔ اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔

حضرت ہاجرہؒ عرف جمیلہ خاتون حضرت شیخؒ کی سب سے بڑی صاحبزادی اور حضرت بابا فریدالدین گنجشکرؒ کی بڑی ہمشیرہ تھیں۔ اپنی والدہ کے ہر وقت عبادت و ریاضت میں مصروف رہنے کی وجہ سے گھر کا سب انتظام آپ کے سپرد تھا اور چھوٹے بھائی بہنوں پر آپ کا وقار غالب تھا۔

آثارِ قبل از ولادت

روایت ہے کہ جس روز حضرت سید عبدالرحیمؒ سے حضرت ہاجرہؒ عرف جمیلہ خاتون کا نکاح ہوا اُس وقت اُس حجرہ میں جہاں سنتِ نکاح ادا کی گئی تھی عجیب قسم کی تجلّیاں ظہور میں آئیں، یعنی ایک نور جو مثل یاقوت تھا حضرت عبدالرحیم صاحب کی پیشانیٔ مبارک پر چمک رہا تھا اور اسی رنگ کا بادل بار بار حجرے کی چھت سے ملتا ہوا معلوم ہوتا تھا، جس نے تمام حجرہ کو اپنی خوشبو سے معطر کر دیا تھا نکاح کے بعد میں بھی یہ نور آپ کے والد کی پیشانی میں چمکتا رہا، جب تک کہ آپ کا وجود شکمِ مادر میں نہ آگیا پھر حضرت

marfat.com

ہاجرہ رح کے کمرے میں وہی خوش رنگ بادل چھایا ہوا رہنے لگا، اور تمام گھر کو اپنی خوشبو سے معطر رکھنے لگا۔ اور سُرخ یا قوتی نور بقول صاحب کلیر کا چاند آپ کی والدہ ماجدہؒ کے زیادہ تر ناف کے نیچے اور کبھی کبھی پیٹ کے پیچھے اور کبھی سیدھے کاندھے پر اور کبھی بائیں کاندھے پر چمکنے لگتا تھا اور جُوں جُوں آپ کی پیدائش کا دن قریب آتا گیا اِس نور کی چمک دمک میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ یوم پیدائش سے نو روز پہلے حضرت رح کی والدہ نے اپنے پیٹ سے ایک آواز سُنی کہ میں ظہور اللہ ہوں۔

پیدائش

آپ کی جائے پیدائش کے متعلق بھی محققین کی رائے میں اختلاف ہے۔ مسالک السالکین جلد دوم سے منقول ہے کہ قصبہ کہتوال یعنی چاولی مشائخ میں اپنے نانا بزرگوار حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوتے تھے۔ اس کی تائید ڈاکٹر شجاعت علی الکھنوی یونیورسٹی اپنے مضمون "محبت اور مساوات کے مستقل پیامی" مطبوعہ رسالہ مشیرِ اوقاف لکھنؤ، شمارہ ماہ اکتوبر ۱۹۷۴ء کے صفحہ ۱۲۵ پر تحریر کرتے ہیں۔ لیکن یہ تصدیق نہیں ہوتی کہ آپ کی والدہ کہتوال سے ہرات میں آپ کو لے کر کب اور کس طرح آئیں۔ آپ کے بچپن کی کل روایات ہرات میں رہنے سے وابستہ ہیں۔ تذکرۂ اولیائے ہند جلد دوم میں صاف صاف تحریر ہے کہ حضرت عالی وقار ۱۹ ربیع الاول ۵۹۲ھ بوقت نماز تہجد جب کہ ایک پہر رات باقی تھی بروز جمعرات ہرات میں پیدا ہوتے تھے۔

کرامات بوقتِ پیدائش

تذکرۂ اولیائے ہند میں انوار الشہود کے حوالہ سے بیان ہے کہ وقتِ اوّل ہی سے آپ سے یہ اظہار کرامت ہوا کہ حضرت مادر زاد ولی تھے۔ حضرت کی دایہ مسماۃ بصری بنتِ ہاشم کا بیان ہے "جس وقت آپ شکمِ مادر سے برآمد ہوتے تو سر مبارک قبلہ کی طرف تھا۔ اور پیر میری طرف تھے۔ میری یہ مجال نہ ہوئی کہ جسم اطہر کو ہاتھ لگا لوں۔ جب آپ کو غسل دینے کا ارادہ کرتی اور آپ کو اٹھانے کے لئے ہاتھ لگاتی تو میرے ہاتھ کانپ جاتے تھے یا ناقابلِ برداشت سوزش میرے ہاتھوں میں ہو جاتی تھی" یہ ماجرہ دیکھ کر آپ کی والدہ ماجدہ نے دایہ کو ہدایت فرمائی کہ پہلے وضو کر لو بعدہٗ جسم پاک کو ہاتھ لگانا۔ چنانچہ دایہ نے وضو کر کے غسل کرایا۔ اس وقت بھی حضور کی والدہ ماجدہ کو وہی یاقوتی نور

۱؎ کلیر کا چاند صفحہ نمبر ۱۵

marfat.com

اور خوشبو سے لبریز اور دل اپنے گھر کے گوشہ گوشہ میں معلوم ہوتا تھا اور یہ بھی محسوس ہوتا تھا کہ پاک رُوحیں بلباس سفید خوش پوش کثرت سے گھر میں آ رہی ہیں اور نو زائیدہ معصوم بچہ کی پیشانی کا بوسہ لے کر واپس ہو رہی ہیں۔

نام آپ کی پیدائش[1] سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ کے خواب میں حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کہا ہونے والے بچّہ کا نام احمد رکھنا، بعد کو ایک شب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ خواب میں ظاہر ہوئے اور آپ کی والدہ کو ہدایت کی کہ اس بچّہ کا نام علی رکھنا۔ پھر آپ کی پیدائش کے بعد ایک بلند پایہ کے بزرگ آپ کے مکان پر تشریف لائے اور آپ کو گود میں لیا، پیشانی کا بوسہ لیا آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور آپ کے والد ماجد سے فرمایا کہ اُس بچہ کا نام علاء الدین ہوگا"، آپ کے والد ماجد نے آپ کا نام علاء الدین اور والدہ نے علی احمد رکھا اور آپ کا نام علی احمد اور لقب علاء الدین دونوں کو ملا کر علاء الدین علی احمد ہوگیا۔ اُس زمانے کے بزرگ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی نے آپ کے کان میں اذان کہی اور کہا کہ یہ بچہ قطبِ عالم ہوگا۔

زمانہ رضاعت صاحبِ کلیر کا چاند اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۲ پر لکھتے ہیں کہ بچپن ہی سے آپ سے خوارق عجیبہ کا ظہور ہونے لگا تھا۔ آپ میں صبر و قناعت کے آثار دیکھ کر آپ کی والدۂ ماجدہ کو بڑا تعجب ہوتا تھا۔ ایک سال تک آپ کا یہ طریقہ رہا کہ ایک دن دودھ پیتے تھے اور دوسرے دن دودھ نہیں پیتے تھے۔ گویا روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ ایک سال کے ہوگئے تو تیسرے دن دودھ پیتے تھے۔ اور دو روز دودھ نہیں پیتے تھے۔ جب دو سال کے ہوگئے تو دودھ پینا چھوڑ دیا۔ جب تیسرا سال شروع ہوا تو آپ جَو یا چنے کی روٹی برائے نام کھانے لگے۔

صاحبِ تذکرۂ اولیاء ہند معتبر مورخین کی تحریروں کی بناء پر واضح طور پر لکھتے ہیں کہ آثارِ نہیبہ[3] صبر و قناعت روزِ اوّل ہی سے شروع تھے کہ بجائے سوا دو سال کے حضرت رح نے کل سات مہینے نو روز شیرِ مادر نوش فرمایا ایام شیر خوارگی اور طفلی کے خوارق و کرامات جو حضرت قدس سرہ سے ظہور میں آئے۔ اگر مفصّل تحریر کئے جاویں تو دوسری اور کتاب تیار ہو جائے۔

---

[1] کلیر کا چاند [2] کلیر چاند [3] بمعنی تیاری یا ارادہ۔

marfat.com

بعض کا خیال ہے کہ آپ مدت رضاع میں دن کے وقت بالکل شیر مادر نہیں نوش فرماتے تھے۔ بلکہ روزے کی حالت میں رہتے تھے۔ اور یہ حال جب تک رہا جبکہ آپ نے روٹی کھانا شروع کی۔

بچپن تذکرۂ اولیائے ہند سے نقل ہے کہ چوتھے سال حضرت کی زبان کھلی تو پہلا لفظ جو زبان حق بیان سے صادر ہوا وہ تھا "لاموجود الا اللہ" یعنی اللہ کے سوائے کوئی موجود نہیں ہے۔ صاحب کلیر کا چاند بھی اس واقعہ سے متفق ہیں اور مزید فرماتے ہیں جب آپ چھ سال کے ہوئے تو آپ نے کھانا اور بھی کم کر دیا۔ چوتھے اور پانچویں روز تھوڑی سی خشک روٹی تناول فرمالیتے اور رات کا زیادہ حصہ عبادت میں گزارتے تھے۔ ساتواں سال شروع ہونے پر حضرت نے پابندی کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھنی شروع کر دی۔ دن میں ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے کسی وقت بھی عبادتِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

حکایت حضرت قدس سرہٗ کے والد ماجد کا بیان[1] ہے کہ تاریخ ۲ ربیع الاول ۵۹۴ھ کا واقعہ ہے کہ اُنھوں نے صبح کے وقت مراقبہ سے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ ایک سانپ کے دو ٹکڑے پڑے ہوتے ہیں، سانپ کا ایک ٹکڑا اُن پر گرا اور دوسرا زمین پر گرا۔ حضرت صابر رح وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ حضرت کے والد نے ان کی والدہ کو جگایا اور سانپ کے دونوں ٹکڑے دیکھ کر حضرت کی والدہ ماجدہ نے فرمایا "کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟" اب حضرت صابر رح فرماتے ہیں "آج سے کوئی سانپ میرے خاندان کے کسی آدمی کو نہیں کاٹے گا" میں نے سانپوں کے بادشاہ کو مار ڈالا ہے اور سب سانپوں سے وعدہ لے لیا ہے کہ وہ میرے خاندان کے کسی بھی فرد کو ہرگز نہ کاٹیں گے۔

(نوٹ) مؤلف کو تاریخ اور سن سے اتفاق نہیں ہے، کیوں کہ آپ کا سنِ ولادت ۵۹۲ھ ہے اور ۵۹۴ھ میں آپ کی عمر صرف دو سال کی ہوتی ہے۔ جب کہ بولنا بھی نہیں سیکھے تھے۔ کیونکہ آغازِ گفتار کے لئے فاضل مصنف کلیر کا چاند نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸ پر آپ کی عمر کا چوتھا سال تحریر کیا ہے

---

[1] کلیر کا چاند ص ۲۱

marfat.com

وفات پدرِ بزرگوار

۵۹۷ھ میں جبکہ آپ کی عمر صرف پانچ سال کی تھی - آپ کے والد ماجد دفعتاً دردِ قولنج میں مبتلا ہو گئے - بیماری کے دوران میں آپ اپنے والد بزرگوار کے پاس رہے اور ہر طرح سے خدمت گزاری اور تیمارداری کرتے رہے آخر کار بیماری کا تیسرا دن تھا کہ آپ یکا یک فرمانے لگے کہ حضور سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میرے پدرِ بزرگوار کا انتظار کر رہی ہے اور یہ بہت جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچنے والے ہیں - چنانچہ یہ کلمات کہتے ہی آپ کے والد ماجد کی رُوح عالمِ ملکوت کو پرواز کر گئی -

آپ کو اپنے والد ماجد کی وفات حسرت آیات پر سخت صدمہ ہوا کئی روز تک آپ نے کھانا نہیں کھایا، اُسی روز سے آپ بہت مغموم اور سوگوار رہنے لگے - رات کو چارپائی پر سونا بھی ترک کر دیا، دن کو جنگلوں میں چلے جاتے اور وہاں یادِ الٰہی کرتے اور تمام تمام رات عبادت میں گزار دیتے، کئی کئی روز گوشۂ تنہائی میں بسر کرتے، کسی کو اپنے پاس تک نہ آنے دیتے اور نہ کچھ کھاتے اور نہ کچھ پیتے تھے - جب بھوک کا زیادہ غلبہ ہوتا تو اپنی والدہ سے کوئی چیز کھانے کے لئے طلب کرتے تھے - گھر کی مالی حالت اچھی نہیں تھی اکثر ایسا ہوتا تھا کہ آپ کو بھوک لگی اور گھر میں کچھ کھانے کے لئے نہ ہوا -

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ نے اپنی والدہ سے کھانا طلب کیا اور گھر میں کوئی چیز کھانے کی نہیں تھی، آپ کی والدہ نے آپ کی تسلی کے لئے ایک پتیلی میں پانی بھر کر چولھے پر رکھ دیا اور آگ جلا دی، کچھ دیر بعد حضرت نے کھانا مانگا تو آپ کی والدہ نے کہہ دیا کہ ابھی کھانا تیار نہیں ہوا ہے پکنے میں کچھ دیر ہے - یہ سن کر آپ نے چولھے کے پاس جا کر دیگچی کا ڈھکن اتارا اور اپنی والدہ سے فرمانے لگے کہ چاول تو تیار ہو گئے ہیں اُتار کر مجھ کو دے دیجئے - اور خود بھی کھائیے آپ کی والدہ یہ ماجرا دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ دیگچی پکے ہوئے چاولوں سے لبالب بھری ہوئی ہے اُنھوں نے یہ چاول اُتار کر حضرت صابر کو دئے اور خود بھی کھاتے - محلہ میں بھی تقسیم کئے اور فقرا کو بھی دئے - اتنے میں حضرت ابوالقاسم گرگانی تشریف لے آئے، ان کو بھی یہ چاول کھلائے اور نہ آپ کی والدہ نے حالانکہ [illegible] اپنی ناداری اور نکبت کا کسی سے اظہار نہیں کیا تھا لیکن اس وقت سارا حال حضرت گرگانی کو سنایا -

تیسرا باب

تعلیم

تعلیم ابتدائی

حضرت صابر کا سلسلۂ تعلیم آپ کے والد بزرگوار کی حیات میں ہی شروع ہوگیا تھا اور آپ نے اپنے والد مرحوم سے ہی نہایت قلیل مدت میں قرآن شریف پڑھ لیا تھا اور عربی فارسی میں بھی اچھی خاصی استعداد حاصل کرلی تھی - آپ کے والد بزرگوار کی وفات کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی آپ کی تعلیم کی طرف کافی توجہ رکھی کیونکہ آپ کافی ذہین تھے - اس لئے آپ نے بہت جلد ابتدائی تعلیم ختم کرلی تھی - اب اعلیٰ اور روحانی تعلیم کے سلسلہ میں آپ کی والدہ ماجدہ نے حضرت گرگانی سے مشورہ کیا اور طے پایا کہ آپ کو آپ کے ماموں شیخ الشیوخ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنجشکر کے پاس اجودھین[1] بھیجدیا جاوے جہاں آپ ظاہری اور باطنی تعلیم حاصل کرسکیں -

اعلیٰ تعلیم

تعلیم کی دو قسمیں ہیں، ظاہری[1] اور باطنی[2] -

ظاہری تعلیم میں دنیاوی علوم مثلاً علم ادب (لٹریچر) خواہ وہ کسی زبان کا ہو - علم ریاضی، تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ، منطق، نجوم، سائنس اور علم دین، قرآن شریف، احادیث وفقہ وغیرہ کا سیکھنا شامل ہیں -

باطنی تعلیم سے مقصد رُوحانی تعلیم سے ہے - جو کتابی نہیں ہوتی - بلکہ کسی کامل مرشد کی نگرانی میں تربیت پانے سے حاصل ہوتی ہے - اس میں عمل مقدم ہے - عمل ہی سے یہ علم حاصل ہوتا ہے -

علم تصوف

تصوّف[2] اُس علم کا نام ہے جس کو صوفی سیکھتے ہیں اور اصطلاح میں اُس کے معنی

---

[1] پاک پٹن [2] کشوری لغات صفحہ ۱۲۸

marfat.com

خواہشاتِ نفسانی سے پاک ہونا اور کل شئے میں ظہور خدائے تعالیٰ کا جاننا ہے یعنی علم فقیری
لفظ صوفی صوف سے بنا ہے ۔صوف کے معنی ہیں کملی اور صوفی کے معنی ہوئے کملی اوڑھنے والا ۔
اور فقیروں کی اصطلاح میں صوفی وہ شخص کہلاتا ہے جو اپنے[1] دل اور دماغ میں خدائے تعالےٰ
کے سوائے کسی اور کو نہ آنے دے اور اپنی خاطر کو آلائش دنیا سے پاک وصاف رکھے ۔ صوفی[2] کے
معنی مخلص کے بھی آتے ہیں ۔

اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ " اللہ تعالیٰ کا قول ہے الا اِنَّ اَولیاءَ اللہ لاَ خوفٌ علیھم وَلاَ ھُم یحزنون) ترجمہ : "یاد رکھو اولیاء اللہ کو نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہیں"

پس اس معاملہ میں روشن دل صوفیوں کا مذہب یہ ہے کہ یہ جماعت صوفیہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء معصیت (گناہوں) سے پاک تھے ،کیونکہ ان کے تمام اقوال و افعال وحی کے مطابق تھے اور یہ اپنے ارادہ اور خواہش کو درمیان سے اٹھا دیتے تھے ۔ صوفیاء کرام بھی یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کا ارادہ کرتا ہے حکم کرتا ہے) تصور میں ذاتِ مطلق میں مستغرق رہتے ہیں کہ کسی ظاہری اور معنوی رموز میں کوئی فعل و حال کے مخالف افعال میں سے اُن سے سرزد نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے اولیاء کو معصیت اور گناہوں سے محفوظ کہتے ہیں ،کیونکہ وہ تمام موجودات میں صرف مطلوب حقیقی (اللہ) کے جویان اور متلاشی رہتے ہیں ۔"

اقتباس الانوار میں یہ بھی لکھا ہے "کہ اِس جماعت (صوفیاء کرام) کے نزدیک یہ بات مسلّم و مستحکم ہے کہ ہر ولی کے لئے کسی نبی کی ولایت ہوتی ہے اور العلماء ورثۃ الانبیاء یعنی علما انبیاء کے وارث ہیں اسی مقام کی طرف اشارہ ہے اور اِن کے لئے ایک شہادت ہے اکثر قطب ۔ ابدال نے ہر حال میں یہ ہی طریقہ رکھا جیسا کہ شیخ شمس الدین تبریزی و شیخ فخر الدین عراقی کے احوال میں گزرا"

تذکرۂ اولیاء ہند میں درج ہے ۔" یہ کلّی قاعدہ ہے کہ جس کسی کو عشق الٰہی پیدا ہوتا ہے

---

[1] لغات کشوری ۔صفحہ ۱۴۸ ۔ [2] لغات کشوری صفحہ ۵۲

marfat.com

تو اِس عشق کی آگ دلِ سالک سے ماسوا اللہ سب کو جلا دیتی ہے۔ اکثر قطب ابدال کا یہی قاعدہ رہا ہے۔ چنانچہ شمس الدین تبریزی اور شیخ فخر الدین وغیرہ کے کوائف عمری اور عجائب حالات کتابوں میں موجود ہیں۔ اہلِ ذوق اور شوق، مشاہدہ دوست حقیقی میں بصر اور بصیرت اُن کی مدح اور قدح خلق منظور نہیں کرتے اگر بعض کوتاہ بینی سے نگاہ بجانب خلق ڈالتے ہیں تو ان کو مقامِ معرفت حاصل نہیں ہوتا۔ اس مقدمہ میں مذہب اہل صفا کا یہ ہے کہ یہ جماعت وارث انبیاء ہے جو معصیت سے معصوم ہیں کس واسطے کہ ان کے افعال و اقوال موافق وحی کے ہوتے ہیں۔ سوائے مشیّتِ ایزدی کے یہ لوگ اپنے ارادہ سے کچھ نہیں کرتے۔"

صُوفیائے کرام کا مقام

قصص الاولیا یعنی نزہتہ البساتین کے صفحہ نمبر ۱۵ پر روایت ہے کہ اُستاد ابوالقاسم قیشری رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ حق تعالےٰ نے اِس گروہ صوفیہ کو برگزیدہ فرمایا ہے اور انبیاء کے بعد اپنے تمام بندوں میں فضیلت دی ہے اور اُن کے قلوب کو اسرار کا معدن بنایا ہے اور امتِ محمدیہ سے اُن کو انوار و برکات کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور انھیں کدورت بشر سے پاک کر کے مشاہدات کے بالاخانوں پر چڑھایا ہے کہ ہر وقت حضوری کے مزے لیتے ہیں۔ انھیں حق تعالیٰ نے عبودیت کے آداب قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ پھر رسالہ کے آخر میں فرمایا ہے کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں ایک اہل نقل دوسری اہل عقل و فکر اس پاک جماعت کے شیوخ ان دونوں قسموں سے سبقت لے گئے ہیں جو شئے لوگوں کے نزدیک غائب ہے وہ اُن کے لئے حاضر ہے۔ جو اوروں سے مفقود ہے وہ ان کے پاس موجود ہے۔

مندرجہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے کہ علم تصوف یا باطنی تعلیم حاصل کرنے میں کس قدر مشکلات پیش آتی ہیں اور اس علم کو حاصل کرنے کے لئے کیسے کامل اور ماہر اُستاد یا مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔ شکمِ مادر سے مادرزاد ولی پیدا ہو سکتے ہیں، لیکن بلا اُستاد کامل اور مرشد کے یہی نہیں بلکہ کسی بھی علم یا ہنر کی تعلیم پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی۔

حکایت

نواب آصف الدولہ کے زمانے میں میر تقی میر صاحب لکھنؤ میں تھے۔ آپ کی شاعری اس وقت عروج پر تھی۔ مرزا غالب کا بچپن تھا اور انھوں نے بچپن

marfat.com

سے ہی اشعار کہنے شروع کر دیئے تھے کہ مرزا غالب کے بچپن کا ایک شعر لکھنؤ میں کسی صاحب نے ان کو سُنایا۔ میر صاحب یہ شعر سُن کر کہنے لگے شعر کہنے والا لڑکا ہونہار معلوم ہوتا ہے اس کو اگر کسی کامل اُستاد کی تلمیذ نہ ملی تو اونٹ پٹانگ۔ شعر کہنے لگے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ غالب کے ابتدائی اشعار ایسے بے تُکے ہیں جن کو سمجھنے سے اہل ادب قاصر ہیں۔

سوائے رسول مقبول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آج تک کسی فردِ بشر کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ اُمّی ہوتے ہوئے جملہ علومِ باطنی اور ظاہری سے بلا اُستاد کے ماہر و واقف کامل ہو، یہ معجزہ شانِ رسالت مآب ہی کا تھا جو صرف آں حضرت ہی کو بفیضِ باری تعالیٰ بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام عطا ہوا تھا۔ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کامل اُستاد اور مرشد کی ضرورت تھی، جس کی طرف حضرت ابوالقاسم گرگانی صاحب نے آپ کی والدہ کو توجّہ دلائی اور حضرت باباگنجشکر رحمۃ اللہ علیہ جو اُس زمانہ میں قطبِ اقطاب و صاحب کرامات و ولایت تھے آپ کی ظاہری اور باطنی تعلیم کے لئے اِن دونوں نے باتفاق اُستاد منتخب کیا۔

روانگی برائے اجودھین

اجودھین پاک پٹن شریف کا پُرانا نام ہے۔ تقسیم ہندوستان سے پہلے یہ شہر صوبہ پنجاب میں ہندوستان ہی کا ایک حصّہ تھا لیکن اَب یہ پاکستان میں شامل ہے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سلطانِ دہلی شمس الدین التمش کے زمانے میں ہندوستان وارد ہوئے تھے اور قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ قطب الاقطاب حضرت بختیار کاکی کے وصال کے بعد آپ ہی شیخ الشیوخ سلسلۂ چشت کے ہوئے ۔ اور آپ نے اجودھین میں سکونت اختیار کر لی تھی جہاں آپ کے حلقۂ ارادت میں سیکڑوں بندی اور مُرید جمع رہتے تھے۔

چناں چہ حقیقتِ گلزار صابری کی روایت کے مطابق اپنی والدہ اور حضرت ابوالقاسم گرگانی کے ہمراہ ایک قافلہ کی معیّت میں جو ہرات سے ہندوستان آرہا تھا ۶۱۰ھ میں حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ گیارہ یوم کا سفر طے کرتے اجودھین پہنچ گئے۔ اُس وقت آپ کی عمر صرف نو سال کی تھی۔ لڑکپن کا زمانہ تھا کھیل کود کے دن تھے۔ لیکن آپ کو ایسے مشغلوں سے کوئی

marfat.com

واسطہ نہیں تھا، چہرہ اور بُشرہ سے حد درجے کی متانت، سنجیدگی اور اُولُوالعزمی ظاہر ہوتی تھی۔ اور لڑکوں کی طرح کسی قسم کی شوخی آپ میں نہیں پائی جاتی تھی۔ والد بزرگوار کا سایہ سر سے اُٹھ چکا تھا۔ پیارے وطن اور آبائی گھر کو خیر باد ایسے کہہ آئے تھے کہ پھر کبھی عمر بھر وہاں جانا نصیب نہ ہوا، اب کوئی دن میں والدہ ماجدہ سے بھی مفارقت ہونی تھی پھر بھی آپ بڑے استقلال کے ساتھ اپنے ماموں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت باباگنجشکر رحمۃ اللہ علیہ اپنی بہن اور بھانجے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور جب بہن نے حضرت باباصاحب سے حضرت علی احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت بیان کی کہ اس کی طبیعت کا رُجحان سوائے عبادتِ الٰہی کے اور کسی طرف ہے ہی نہیں اور کہا کہ یہ میرا اکلوتا بیٹا یتیم ہے اس کا سرپرست اللہ کو پیارا ہوگیا ہے، اگر آپ اِس یتیم بچے کی سرپرستی قبول فرمائیں اور اس کو اپنی خدمت میں داخل کرلیں تو میں نوازش ہوگی۔ یہ سن کر حضرت باباگنجشکرؒ نے ایک التفاتی نظر حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ پر ڈالی اور آپ کی سنجیدگی اور متانت کا اندازہ کرکے فرمایا یہ بچہ ہونہار ہے۔ میں ضرور اس کی رفاقت اور کفالت کروں گا اور اپنی ہمشیرہ کو یقین دلایا کہ بچے کی طرف سے وہ مطمئن رہیں۔ بلکہ خود بھی اجودھین میں اپنے لختِ جگر کے پاس رہیں۔

آغازِ سلسلۂ تعلیم

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے کہ حضرت علی احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کرلی تھی اور اُن کی وفات کے بعد حضرت کی والدہ ماجدہ بھی آپ کی تعلیم کی طرف سے غافل نہیں رہی تھیں، اب اجودھین پہنچ کر آپ نے عربی، فارسی لکھنے پڑھنے میں کافی استعداد حاصل کرلی۔ علم صرف و نحو میں بھی مہارت پیدا کرلی اور جو نصابِ تعلیم معمولی بچے چھ سات سال کے عرصہ میں سیکھا کرتے ہیں آپ نے صرف دو سال میں سیکھ لیا ــــــ اب ۶۰۲ھ میں آپ کی والدہ نے اجودھین سے ہرات واپس جانے کا قصد کیا، حضرت باباصاحب نے ان کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں رُکیں اور چلتے وقت اپنے محترم بھائی سے: ماگئیں "میرا بچہ حد درجہ کم سخن ہے اور کھانے پینے کی طرف سے نہایت غافل اور لاپرواہ ہے۔ یہ اپنی زبان سے نہ کچھ کہے گا اور نہ کچھ مانگے گا۔ آپ خود اس کی خورد و نوش کا خیال رکھنا"

marfat.com

خدماتِ تقسیمِ لنگر حضرت بابا صاحبؒ نے اپنی بہن سے آپ کی عادت کی کیفیت معلوم کر کے خیال کیا کہیں ایسا نہ ہو حضرت علی احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی عادت کے بموجب کھانا طلب کرنے میں احتیاط برتیں اور کسی وقت آپ کو بلا کھانا کھائے رہنا پڑے، دوسرے یہ بات تھی جیسا کہ موجودہ زمانے میں بھی قاعدہ ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں طلباء کو ذہنی تعلیم کے ساتھ عملی تعلیم بھی دی جاتی ہے بالکل اسی طرح اساتذۂ سلف بھی اپنے شاگردوں کیلئے ذہنی تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی اور عینی تعلیم کا انتظام کرتے تھے اور اس تعلیم کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت بابا صاحب رحؒ نے یہ خیال کر کے کہ حضرت علی احمد رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کسی طلبی اور زحمت کے کھانا ملتا رہے اور عملی تعلیم کا درس بھی پورا ہوتا رہے اپنے لنگر کا کل انتظام اُن کے سپرد کر دیا۔ آپ کے لنگر میں دونوں وقت کھانا پکتا تھا اور فقیروں کو تقسیم ہوتا تھا۔

علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل و خرد

فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ اقبالؔ

روایات: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "کہ فقراء سے جان پہچان زیادہ رکھا کرو، اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔ کیونکہ ان کے لئے بڑی دولت ہے"۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم وہ دولت کیا ہے؟۔ جواب میں فرمایا "جب قیامت کا دن ہو گا انھیں (فقیروں کو) کہہ دیا جائے گا کہ جس نے تمھیں ایک روٹی کا ٹکڑا کھلایا ہو، کپڑا پہنایا ہو، یا ایک گھونٹ پانی پلایا ہو اُس کو تلاش کرو اور ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جاؤ"۔

حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ موسیٰ! میرے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ مجھ سے ساری جنت بھی مانگیں تو دے دوں اور دنیا میں وہ کچھ مانگیں تو ہرگز نہ دوں اور یہ اس لئے نہیں کہ وہ میرے

۱؎ قصص الاولیاء یعنی نزہت الباتین صفحہ نمبر ۹ ۱؎ قصص الاولیاء یعنی نزہت الباتین صفحہ نمبر ۱۹-۲۰

نزدیک ذلیل ہیں، بلکہ اس وجہ سے کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی عطائیں اُن کے لئے آخرت کے واسطے ذخیرہ کر دوں اور دنیا سے ایسا بچاؤں، جیسا کہ چرواہا اپنی بکریوں کو بھیڑیئے سے بچاتا ہے۔"

ادائیگی خدمات تقسیم لنگر

حضرت علی احمدؒ نے بخوشی خدمات تقسیم لنگر کو قبول کر لیا اور بقول کلیر کا چاند آپ نے پہلی بار ۲۶ شوال ۶۲۳ھ یعنی اجودھن پہنچنے سے دو سال بعد اشراق کی نماز کے بعد لنگر تقسیم کیا۔[1]

اس کے بعد روزانہ اشراق کی نماز کے بعد اپنے حجرے سے باہر تشریف لاتے۔ لنگر تقسیم کرتے اور پھر اپنے حجرے میں چلے جاتے اور یاد الٰہی میں مصروف ہو جاتے تھے۔ شام کو مغرب کی نماز کے بعد دوسرے وقت کا لنگر تقسیم کرتے اور اس کے بعد حضرت بابا رح اپنے مرشد کی خدمت میں چلے جاتے تھے اور درس و تدریس میں شریک ہوتے تھے۔ اللہ اللہ گیارہ سال کی کیا عمر تھی جس میں اتنا اہم فرض ادا کرنا پڑ گیا کہ ایسے اشخاص کو اُن کا حق تقسیم کرنا پڑا جن کا ذکر حدیثوں میں مذکور ہے، کس قدر دشوار کام تھا اور ذمہ داری تھی جس کو حضرت نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا اور یہاں تک احتیاط برتی کہ خود لنگر کا ایک بھی دانہ اپنے منہ میں نہیں ڈالا۔ آپ بلاناغہ روزانہ مستعدی سے لنگر تقسیم کرتے رہے اور خود روزہ پر روزہ رکھتے رہے۔

مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین کی جلد دوم سے منقول ہے کہ "آپ نے بارہ سال تک تقسیم لنگر کی خدمت کو بجان و دل انجام دیا۔ چونکہ آپ کو اجازت صریحی حضرت پیر دستگیر علیہ الرحمۃ سے حاصل نہیں تھی کہ تم بھی لنگر کا کھانا کھانا، اس لئے آپ نے اس عرصہ دراز میں لنگر کا ایک دانہ بھی اپنے منہ میں نہ ڈالا۔ اس قدر ریاضت و مجاہدات کئے کہ ایک لمحہ بھی اپنے جسم اطہر کو آرام نہ دیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بوجہ صوم دائمی کے جسم اطہر کمزور ہو گیا۔"

جب روزہ پر روزہ رکھتے رکھتے دو دو تین تین دن گزر جاتے اور بھوک کی شدت برداشت سے باہر ہو جاتی تو افطار کے وقت آپ جنگل کی طرف نکل جاتے وہاں جنگلی خودرو پیل

---

[1] کلیر کا چاند صفحہ نمبر ۳۵

پھول اور درختوں کی پتیاں ہے جو سوائے قدرتِ خدا کے کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہوتی تھیں، اکل حلال سمجھ کر افطار کر لیتے تھے۔ اور بعد فراغت نماز مغرب پھر تقسیم لنگر کی خدمات پر حاضر ہو جاتے تھے۔

مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین سے یہ بھی روایت ہے کہ اسی زمانے میں آپ نے کلام مجید حفظ کیا اور یہیں سے آپ کی شاعری کی بھی ابتدا ہوئی۔ آپ نے فارسی اور پراکرت میں اشعار کہے، اسی زمانے میں سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی آپ کے ہم ... تھے آپ میں اور حضرت محبوب الٰہی میں اچھا رابطہ و ضبط تھا، آپ محفل سماع میں بھی شرکت فرماتے تھے۔ لیکن تقسیم لنگر کے فرائض سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے۔ حقیقت گلزار صابری میں لکھا ہے کہ بارہ برس کے بعد حضرت علی احمد رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ ہرات سے پھر اجودھن تشریف لائیں اور انھوں نے اپنے لاڈلے کو دیکھا کہ جسم مبارک میں سوائے ہڈیوں کے گوشت کا نام تک باقی نہیں تھا تو اُنھوں نے حضرت شیخ الشیوخ باباگنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ آپ کی طرف دلائی اور کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے احمد کو میری عدم موجودگی میں کچھ کھانے کو نہیں ملا، جس کی وجہ سے وہ اس قدر لاغر اور کم زور ہوگیا۔ یہ سن کر حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" بہن میں نے تو احمد کو لنگر کا کل انتظام سپرد کر دیا تھا، کیا وجہ ہے میں بلا کر پوچھتا ہوں"

خزینۃ الاصفیا کی جلد اوّل صفحہ ۳۱۵ پر لکھا ہے کہ بارہ سال کے بعد شیخ باباگنج شکر نے یہ حال پوچھا تو جواب دیا کہ حضور! بندہ کی کیا مجال تھی کہ بلا اجازت مطبخ معلیٰ کا ایک دانہ بھی اپنے تصرف میں لاتا۔ حدیقۃ الاولیاء کے صفحہ ۳۲ پر لکھا ہے" انھوں نے بارہ برس تک باورچی خانہ کی خدمت کو انجام دیا مگر خود بے اجازت ایک لقمہ بھی نہ کھایا، صرف درختوں کی پتیاں کھا کر گزارہ کیا، جب یہ حال ان کے پیر روشن ضمیر پر روشن ہوا تو کمال مہربانی سے حال دریافت فرمایا۔ مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین میں تحریر ہے کہ بوجہ کثرتِ ریاضت و مجاہدات اور صوم دائمی کے جسم اطہر پر سوائے استخوان کے گوشت کا نام نہ رہا۔ یہ حالت دیکھ کر ایک

لہ حدیقۃ الاولیاء از صفحہ ۳۲

marfat.com

روزنہ شیخ الشیوخ حضرت بابا صاحبؒ آپ سے مستفسر حال ہوتے۔ ایسا ہی اقتباس الانوار میں درج ہے کہ ایک روز حضرت گنجشکرؒ نے اپنے نورِ ولایت سے معلوم کرکے پوچھا "اے بابا علاؤ الدین تم کھانا تقسیم کرتے ہو، خود بھی کچھ کھاتے ہو یا نہیں؟" آپ نے جواب میں عرض کیا بندہ کو حضرت پیر و دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بغیر کیا قدرت و مجال تھی جو ایک دانہ بھی اس میں سے کھاتا۔

حدیقۃ الاولیا۔ خزینۃ الاصفیا۔ مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین اور اقتباس الانوار کے مصنفین متفقہ طور پر بیان کرتے ہیں کہ آپ کا یہ جواب سن کر پیر روشن ضمیر حضرت بابا گنجشکرؒ آپ کے اس کمالِ صبر سے نہایت خوش ہوتے اور اِس درجہ اُن کے دل میں جوش پیدا ہوا کہ ہر موئے تن سے تجلّیاتِ انوارِ الٰہی ظاہر ہونے لگیں اور حضرت قدس سرہٗ کو اپنے گلے سے لگا کر نعمت ہائے باطنی سے مالا مال کر دیا اور فرطِ خوشی میں فرمایا "ہمارا علی احمد صابر ہے"۔ پس اُسی روز سے آپ کا خطاب صابر قرار پایا۔

روایت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شئے کی ایک کنجی ہے اور جنت کی کنجی مساکین، فقراء، صادقین اور صابرین کی محبت ہے، چونکہ وہ قیامت کے دن اللہ کے ہمنشین ہوں گے۔

پیر و مُرشد کی طرف سے حضرت علی احمد قدس سرہٗ کو ایسا عمدہ خطاب حاصل ہوا جس کے لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ان کا گروہ قیامت کے دن اللہ کے برابر بیٹھنے والوں میں ہوگا۔

بیعت تذکرۃ الاولیائے ہند سے منقول ہے کہ بتاریخ ۱۰ محرم الحرام بروز پنجشنبہ (جمعرات) بعد نماز اشراق ۶۲۳ھ حضرت بابا صاحبؒ نے آپ کو اپنا مرید بنا لیا۔ مرید ہونے کے بعد آپ نے سوائے اوقاتِ تقسیم لنگر کے پورے دو سال تک حجرے سے باہر قدم نہیں نکالا اور ہر وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

لہ قصص الاولیا یعنی نزہتہ الساتین حصہ اوّل صفحہ ۳۰

marfat.com

"وَالَّذِینَ جاھَدُوا فِینا لَنَھْدِیَنَّھُم سُبُلَنا وَاِنَّ اللہَ لَمَعَ المحسنین - ترجمہ :- "جن لوگوں نے ہماری راہ میں مشقتیں اُٹھائیں، ہم اُنھیں اپنے راستے ضرور دکھائیں گے اور بے شک اللہ نیک کاروں کے ساتھ ہے۔"

آپ کی عبادت گزاری کا یہ حال تھا کہ کسی بھی وقت آپ کا وضو نہیں ٹوٹنے پاتا تھا۔ آپ کے حجرے کے متعلق صاحب تذکرۃ الاولیاء ہند کا بیان ہے کہ حضرت کا حجرہ تاحال پاک پٹن میں موجود ہے۔ اور اب تک اس حجرے سے آپ کی شان جلال ظاہر ہے کہ اُس حجرے میں ایسے ویسے آدمی کا کام نہیں کہ ٹھیر سکے۔

دو سال کے بعد آپ حجرے سے باہر تشریف لانے لگے، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ آپ کو سماع سے شوق تھا۔ اور اس سلسلہ کے مشائخ سماع کے شائقین رہے ہیں اور خاندانِ چشتیہ کے دستور کے مطابق آپ بھی ان محافلِ سماع میں شرکت فرماتے تھے جو کہ حضرت بابا گنجشکرؒ کے دربار میں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ اس دربار میں مہمانان کی آمد و رفت کثرت سے تھی۔ بڑے بڑے کامل، سالک، قلندر، فقراء اور واصلین و حاجت مندان حاضر ہوتے تھے آپ سب کے ساتھ محبّت سے پیش آتے تھے۔ ان کی خدمت کرتے تھے۔ حاجتمندوں اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری ہونے کے لیے دُعائیں کرتے تھے۔

طالبانِ زھد و تقویٰ کو پند و نصائح بھی فرماتے تھے۔ آپ جب سے اجودھن میں تشریف لاتے تھے اجودھن میں ہی رہے۔ آپ کو سیر و سیاحت میں ذرا بھی رغبت نہ تھی کیوں کہ آپ کا سارا وقت یادِ الٰہی میں صرف ہوتا تھا۔ آپ کو زمانے کے اُمراء، رؤساء اور سلاطین وغیرہ سے ذرا بھی لگاؤ نہ تھا۔ وہ خیال فرماتے تھے کہ ان لوگوں سے تعلقات رکھنا دُنیا کے پھندوں میں پھنسنا ہے۔ آپ بڑے استقلال سے بے باکانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

ماخوذ از ھمدرد، اُردو ڈائجسٹ نئی دہلی، ماہ ستمبر ۱۹۷۰ء، صفحہ نمبر ۱۱۱۔

حکایت باطن کی پاکیزگی

شیخ علاء الدین صابر صاحبؒ بادشاہوں کے دربار میں جانا پسند نہیں کرتے

marfat.com

بچتے۔ اُن کی صحبت کو دُنیاوی نجاست سمجھتے تھے ۔ ایک مرتبہ شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ کے پوتے حضرت رُکن الدین دہلی میں سلطان وقت سے مل کر ملتان واپس جا رہے تھے تو پاک پٹن بھی اُترے اور بابا فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز حاصل کی ۔ اور شیخ علاء الدینؒ کی خدمت میں بھی آئے اور اُن سے بغل گیر ہو کر ملے اور فرمانے لگے کہ "اللہ نے آپ کو وہ استقامت بخشی ہے کہ آپ کو کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتا"۔ اُن کے چلے جانے کے بعد شیخ علاء الدینؒ گھر آئے اور اسی وقت غسل کر کے دوسرے کپڑے پہنے اس لئے کہ شیخ رُکن الدین شاہی دربار میں حاضری دے کر آئے تھے ۔ لوگوں نے یہ بات حضرت رُکن الدین تک پہنچائی کہ یہ شیخ علاء الدین کا محض تکبّر ہے ۔ لیکن شیخ رُکن الدین نے اُن لوگوں سے فرمایا کہ شیخ علاء الدین کی عظمت کو تم کیا جانو، ان کے لئے یہی مناسب تھا۔ کیوں کہ مجھ سے دنیا کی بو آتی ہے ۔

حالتِ وجد و سرور میں نہایت عمدہ پُرمعنی عشقِ حقیقی کی شان کے نہایت دل چسپ اشعار و غزلیں بھی کہتے تھے ۔ آپ اپنا کلام اپنے پیر بھائیوں کو بڑے شوق سے سنایا کرتے تھے آپ نے اپنے کلام میں احمدؔ تخلّص اختیار کیا تھا اور جب مرشد کی جانب سے صابر کا خطاب ملا تو اپنی غزلوں میں صابرؔ تخلّص اختیار کرنے لگے تھے ۔ آپ کی مشہور و معروف غزل مسالک السالکین سے ذیل میں نقل ہے ۔

غـــزل

(۱) جبریل با ملائک دربان شدست مارا — امروز شاہِ شاہان مہمان شدست مارا

(۲) ہژدہ ہزار عالم یکسان شدست مارا — در جلوہ گاہِ وحدت کثرت کجا بگنجد

(۳) بے برگ و بے نوائی سامان شدست مارا — در محفلِ گدایاں مرسل کجا بگنجد

(۴) اے شیخ بُت پرستی ایمان شدست مارا — ما خانۂ جہاں را بسیار سیر کردم

احمدؔ بہشت و دوزخ، بر عاشقاں حرام است
ایں جا رضائے جاناں رضوان شدست مارا

marfat.com

ترجمہ

(۱) آج بادشاہوں کا بادشاہ ہمارا مہمان ہوا ہے۔ اور ملائکہ کے ساتھ جبرئیل ہمارا دربان ہوگیا ہے۔

(۲) وحدت کی جلوہ گاہ میں اکثریت کی کہاں گنجائش ہے۔ اس لئے اٹھارہ ہزار عالم ہمارے لئے برابر ہیں۔ یعنی وہ ایک ہی میں واصل ہیں۔

(۳) فقیروں کی محفل میں مُرسِل (قاصد) کی کہاں سمائی ہوسکتی ہے۔ جب کہ ہمارا سامان بے نوائی اور غریبی کا شاھد ہے۔

(۴) ہم نے دنیا کے گھر کی بہت سیر کی۔ اب اے شیخ! بت پرستی ہمارا ایمان ہوگیا ہے۔

(۵) اے احمدؐ! بہشت اور دوزخ عاشقوں پر حرام ہے۔ یہاں محبوب کی رضا ہمارے لئے رضوان ہوگئی ہے۔

استنباطِ دلالت[1] اس تذکرۂ جلیل میں اب تک کے جو سوانح حیات قلم بند کئے گئے ہیں تاریخی لحاظ سے اس عرصہ کو شمار کیا جائے تو جو جو تاریخیں، مختلف تذکروں میں ایک تذکرے سے دوسرے تذکرے میں دی ہوئی تاریخوں سے مطابقت کرتی ہیں وہ آپ کی پیدائش کا سن ۵۹۲ھ ہے اور اجودھن پہنچنے کا ۶۰۱ھ ہے۔ فرائض لنگر پر مامور ہونے کا سن ۶۰۳ھ ہے اور بلا لنگر کا کھانا کھائے بارہ سال کے بعد کا سن ۶۱۵ھ ہے اور مُرید ہونے کا سن ۶۲۳ھ ہے۔ بعد مرید ہونے کے حجرے میں مخفی عبادت کرنے کا سن ۶۲۵ھ ہے۔ لہٰذا اس وقت سنین ہجری کے لحاظ سے آپ کی عمر تنتیس ۳۳ سال شمار میں آتی ہے۔ اِسی زمانے کے متعلق حقیقت گلزار صابری اور کلیر کے چاند اور کچھ کتابچوں میں حضرت خواجہ گنجشکرؒ کے ایک نوجوان بیٹے عزیز الدین بعمر بائیس ۲۲ سال کو صرف ایک وقت عدم موجودگی حضرت صابر صاحب میں لنگر تقسیم کرنے کے جرم میں اور دو معصوم صاحبزادوں کو جن میں ایک کی عمر تین سال اور دوسرے کی عمر صرف ایک سال بتائی جاتی ہے بے ادبی کی پاداشس میں حضرتؒ کی جلالی کیفیت کے اثرات کی بناء پر فوت ہونا بتایا جاتا ہے فاضل مصنف کلیر کے چاند نے عزیز الدین کی موت کی تاریخ ۲ صفر ۶۱۰ھ اور نعیم الدین کی وفات

[1] ثبوت کی بات میں بات نکالنا۔ ریسرچ

marfat.com

ئی تاریخ ۲۷ محرم ۶۱ھ معین کی ہیں ۔ لیکن وہ ان تاریخوں کے تعین اور حادثات کے صحیح ہونے کا کوئی ثبوت اور ماخذ دینے سے قاصر ہیں ۔ حقیقت گلزار صابری میں کچھ ایسے حوالے اور ملفوظات کے اندراج ہیں ۔ جن کا دستیاب ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے ۔

تذکرۂ اولیاء ہند ۔ خزینۃ الاصفیاء ۔ حدیقۃ الاولیاء ، مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین اور اقتباس الانوار میں کہیں ان جلالی اثرات کا ذکر نہیں ہے ۔ بلکہ صاحب اقتباس الانوار نے حضرت باباگنجشکرؒ کے تذکرے میں ان کے سب لڑکے اور لڑکیوں کے مختصر حالات نام بنام درج کئے ہیں اور یہ ذکر کہیں نہیں کیا کہ حضرت باباصاحب کے بیٹوں میں کسی کے ساتھ ایسا واقعہ بھی پیش آیا تھا ۔ اس کے علاوہ حضرت باباصاحب کی ایک صاحبزادی حضرت خدیجہ بیگم عرف شریفہ کی شادی کا قصہ اس طرح بیان کیا ہے "گیارہ[1] سال کے بعد حضرت صابرؒ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ صاحبہ پھر تشریف لائیں ، اپنے فرزند کیتائے روزگار سے ملیں اور بھائی سے بھی نیاز حاصل کیا اور حضرت صابر صاحب کی شادی کے متعلق عرض کیا ۔ حضرت باباصاحب نے فرمایا کہ احمد صابرؒ ہر وقت استغراق میں محو رہتے ہیں ان کو شادی سے کیا واسطہ ۔ یہ سن کر حضرت کی والدہ نے کہا بات یہ نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ میرا لڑکا یتیم ہے اور میں خود نادار اور غریب ہوں ، اس وجہ سے آپ اپنی لڑکی کی شادی میرے لڑکے سے کرنا نہیں چاہتے ۔"

حضرت باباصاحب نے اپنی بہن کو رنجیدہ اور کبیدہ خاطر دیکھا تو وہ اپنی لڑکی کی شادی حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کرنے پر آمادہ ہو گئے ۔ انھوں نے ۲۲ ر شوال ۶۱۳ھ کو اپنی لڑکی خدیجہ بیگم عرف شریفہ کا نکاح حضرت سے کر دیا ۔ حضرت کی والدہ نے حضرت کے حجرے میں روشنی کر دی ، اور دلہن کو وہاں لاکر بٹھا دیا ۔ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ حجرہ میں تشریف لائے تو دیکھا ، حجرے میں روشنی ہے اور ایک عورت وہاں بیٹھی ہوئی ہے

حضرت نے پوچھا "تم کون ہو ؟" دلہن نے جواب دیا "آپ کی بیوی ۔"

حضرت نے یہ سن کر فرمایا کہ "یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک دل میں دو کو جگہ ۔ دل میں تو ایک ... کو ہے

---

[1] حقیقت گلزار صابری صفحہ ۱۱۲

دل میں جگہ دے چکا ہوں۔ دوسرے کی قطعاً گنجائش نہیں "۔ حضرت کی زبان سے یہ الفاظ نکلنا تھے کہ حجرے میں ایک آگ نمودار ہوئی۔ جس نے دُلھن کو جلاکر خاک کر دیا۔ حضرت کی والدہ صبح کو جب حجرے میں گئیں تو دیکھا کہ دُلہن راکھ کا ڈھیر ہے۔ ان کو سخت صدمہ ہوا "۔

اَولاد حضرت گنجشکر رح

جواہر فریدی صفحہ نمبر ۳۵۵ اور اقتباس الانوار صفحہ نمبر ۵۷۴ پر قلمی ہے کہ حضرت بابا گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

پسران: ۱۔ شیخ نصیر الدین کھیتی کرتے تھے۔

۲۔ شہاب الدین۔ راہ سلوک میں کامل تھے۔ باپ کے پاس ان کی قبر ہے۔

۳۔ بدر الدین۔ بعد وفات حضرت گنجشکر رح سجادہ نشین ہوئے۔

۴۔ نظام الدین لشکری پیشہ تھے۔ بڑے شجاع اور سجیلے جوان تھے۔ بوقت وفات حضرت گنجِ شکر رحمۃ اللہ علیہ ہم راہ سلطان بلبن قصبہ بیتابی میں تھے۔

۵۔ شیخ یعقوب کم سِن تھے۔

دختران: ۱۔ بی بی مستورہ: یہ درحبالہ شیخ عمر الفاروقی تھیں، ان کے ایک لڑکا محمد نام کا ہوا۔ جو بچپن میں مرگیا۔

۲۔ بی بی شریفہ: عنفوانِ جوانی میں بیوہ ہوگئیں، پھر تاحیات دوسرا نکاح نہیں کیا۔

ان کی نسبت جواہر فریدی[۲] سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہی صاحبزادی تھیں جن سے حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ کا نکاح ہوا تھا، کیونکہ تذکرہ نویسوں نے اپنی کتابوں میں یہ نہیں لکھا کہ ان کا عقد کس سے ہوا اور کب بیوہ ہوئیں جبکہ دوسری دونوں صاحبزادیوں کے شوہروں کے نام اور ان کی اولاد تک

---

[۱] سیر الاولیا۔ صفحہ ۱۹۱ ― و سیر الاقطاب۔ [۲] جواہر فریدی صفحہ ۳۵۵

نام تحریر کئے ہیں، ان وجوہات کی بنا پر حقیقتِ گلزار صابری کے مصنّف کی رائے سے اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ حضرت شریفہ کا نکاح حضرت مخدومِ پاک رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا تھا۔ اور چوں کہ بوجوہات مندرجہ عنوان ذیل حضرت قدس سرہٗ اور حضرت بی بی شریفہ ازدواجی زندگی بسر نہ کر سکے جس کی وجہ سے وہ سہاگنوں کی طرح اپنے زہد اور تقویٰ کی بنا پر رنگیلے کپڑوں اور بناؤ سنگھار میں نہیں رہیں۔ اس لئے وہ بیوہ کہلانے لگیں۔

۳۔ بی بی فاطمہ: شیخ بدرالدین اسحاق کے نکاح میں تھیں ان کے دو پسر ہوئے خواجہ محمد اور دوسرے کا نام خواجہ علاء الدین بن شیخ بدرالدّین اسحاق تھا۔

خواجہ علاء الدّین بن بدرالدین اسحاق حضرت گنجشکر کے نواسوں اور پوتوں میں ممتاز تھے۔ جبکہ دونوں بھائی مقامات عالی کو پہنچے تھے۔

شادی شادی کے لئے نکاح ہونا سنت اور بیوی کو راحت و آرام سے رکھنا اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور شادی کا منشا رفطری و دنیوی راحت و آرام پر مبنی ہے۔ لیکن اِس جماعتِ[1] صوفیائے کرام کے نزدیک راحتوں میں بہترین راحت تحیّر ہے۔ جس سے عارفِ کامل کو توحید میں فنا حاصل ہوتی ہے۔ یعنی وہ ذاتِ مطلق (اللہ) میں ایسا محو ہو جاتا ہے کہ ہر چند وہ اپنے آپ کو تلاش کرتا ہے لیکن نہیں پاتا۔ اس کی حرکات و سکنات مثل خوابیدہ ہو جاتی ہیں کہ حضورِ رسالت پناہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے (اللھم زِدْنِی تحیّراً — اے میرے پروردگار! میرے تحیّر کو زیادہ کر)

چونکہ حضرت مخدوم پاکؒ کی بہترین راحت تحیّر ہی تھی اور وہ عارفِ کامل فنا فی التوحید تھے۔ اُن کے حرکات و سکنات سب خوابیدہ تھے۔ دنیاوی خواہشات سے قطعی مبّرا تھے۔ اپنے دل میں صرف خدا کو جگہ دے چکے تھے۔ ان کے دل میں کسی

---

[1] اقتباس الانوار۔

marfat.com

دُوسرے کی گنجائش نہ تھی۔ نفسِ امّارہ کا غلبہ پاس کو نہیں تھا۔ ان کو زوجہ کی ضرورت نہیں تھی۔ ایسی مثالیں زمانۂ سلف کے اولیائے کرام اور بزرگان کی اور بھی ہیں کہ بعض نے بالکل نکاح کئے ہی نہیں اور بعض نے نکاح کرنے کے بعد دوئی کے جھگڑے کو مٹا دیا

روایت نمبرا "ماخوذ از الحسنات اسلامی اُردو ڈائجسٹ رام پور ماہ اپریل ۱۹۷۵ء صفحہ نمبر ۴۷ بحوالہ تذکرۂ اولیاء" حضرت ابو محمد مُرتعش بغداد کے کسی محلہ سے گزر رہے تھے کہ آپ کو پیاس محسوس ہوئی اور جب آپ نے ایک مکان پر جاکر پانی طلب کیا تو ایک نہایت حسین لڑکی پانی لے کر آئی، آپ اس لڑکی پر عاشق ہو گئے۔ پھر تو آپ نے اس لڑکی کے والد سے اپنی قلبی کیفیت کا اظہار کیا تو اس نے بخوشی اپنی لڑکی کا نکاح آپ سے کر دیا اور آپ کی گدڑی اُتروا کر نہایت نفیس لباس آپ کو پہنایا۔ لیکن جس وقت آپ حجلۂ عروسی میں پہنچے تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ اور اچانک شور مچا دیا کہ یہ لباس اُتار کر میری گدڑی مجھے دے دو۔ آخر میں بیوی کو طلاق دے کر باہر نکل آئے اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا "مجھے غیب سے یہ ندا ہوئی کہ تو نے چونکہ ہمارے سوائے غیر پر نظر ڈالی اس جرم میں ہم نے نیک بندوں کا لباس تجھ سے چھین لیا اور اگر پھر کسی ایسے جرم کا ارتکاب کیا تو تیرا باطنی لباس بھی چھین لیا جاوے گا"۔ قصص الاولیاء یعنی نزہۃ البساتین حصہ اول کے صفحہ ۳۳ پر روایت ہے کہ بعض بزرگوں نے کہا کہ فقراء کا موٹا اور پیوند لگا سیاہ لباس عوف جب وہ پہنتے ہیں تو وہ اُن کے حُسن کی خوب صورتی ہے۔ اور دوسروں کے لئے وہی لباس بدنمائی کا باعث ہے۔

روایت نمبر ۲ شبستان اُردو ڈائجسٹ ماہ مارچ ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۲۲ پر ڈاکٹر ظہور الحسن صاحب شارب حضرتِ صابر صاحب کے دادا پیر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مندرجہ ذیل روایت قلم بند کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے دو بار شادی کی حضرت

marfat.com

کا پہلا عقد حضرت کے وطن اوش میں ہُوا۔ لیکن یہ رشتہ صرف تین روز سے زائد قائم نہیں رہا، ہوا یہ کہ حضرت کے ورد میں شادی سے فرق آیا۔ حضرت رات کو تین ہزار مرتبہ درود شریف سوتے وقت پڑھا کرتے تھے۔ شادی کے بعد تین روز درود شریف کا تحفہ سرورِ عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گہربار میں نہ بھیج سکے، تیسری شب کو حضرت کے ایک مُرید رئیس احمد کو خواب میں حضرت رسول اللہ صلعم کی بشارت ہوئی کہ میرا سلام قطب الدین اوشی کو پہنچانا اور میری طرف سے کہنا کہ کیا بات ہے کہ جو تحفہ ہر رات ہمارے پاس بھیجتے تھے۔ وہ اب تین رات سے نہیں بھیجا؟ جب رئیس احمد نے حضرت کو یہ خواب سنایا تو حضرت پر ایک والہانہ کیفیت طاری ہوگئی۔ سرورِ عالم کا پیغام جو سنا تو حضرت کھڑے ہوگئے اور رئیس احمد سے دریافت کرنے لگے۔ پھر کہو کیا فرمایا ہے رئیس احمد نے بتلایا کہ سرورِ عالم ؐ نے فرمایا ہے۔ "جو تحفہ ہر شب تم مجھ پر بھیجتے تھے وہ تین رات سے نہیں بھیجا" حضرت نے جو یہ سُنا تو فوراً سمجھ گئے، تحفہ سے کیا مراد ہے۔ شادی کی وجہ سے تین شب اُن سے درود شریف کا ناغہ ہوگیا تھا۔ سیرالاولیاء میں ہے کہ حضرت نے اسی وقت اس عورت کو جس سے نکاح ہوا تھا، اپنے پاس بُلایا —— اس کا مہر ادا کیا اور اس کو طلاق دے دی"

قصص الاولیاء یعنی نزہتہ البساتین کے صفحہ نمبر ۳۷ پر شیخ کبیر عارفِ اللہ ابوسعید خزاز رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کا کفیل ومتولی بنتا ہے تو اس پر اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اور جب وہ ذکر سے لذت پانے لگتا ہے تو پھر اس پر قرب ونزدیکی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ یہاں تک کہ پھر اُسے مجلس انس کی طرف سے اٹھا کر توحید کی کرسی پر بٹھا دیتا ہے اور اپنے اور اس کے درمیان سے حجاب (پردہ) اُٹھا لیتا ہے۔ اور دار وحدانیت میں جاں گزیں فرما کر جلال و عظمت کے حجاب اس کے لئے برطرف کر دیتا ہے۔ اور جب اس کی نگاہ جلال وعظمت پر واقعہ ہوتی ہے تو متحیر وفانی ہوکر اور حق سبحانہ کی حفاظت میں آکر خواہشاتِ نفس سے بالکل پاک وصاف ہو جاتا ہے"

marfat.com

جملہ محققین کی رائے میں حضرت مخدوم پاکؒ حضرت بابا گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے اور داماد وخلیفہ تھے۔ حالانکہ مصنف اخبار الاخیار آپ کے دیگر حالات سے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے بھی یہ تصدیق ضرور کرتا ہے کہ "شیخ علی صابر حضرت فرید الدین کے داماد اور خلیفہ تھے اور ان کی قبر کلیر میں ہے"۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ حضرت صابرؒ کا نکاح حضرت بابا صاحب کی کسی نہ کسی صاحبزادی سے ضرور ہوا تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت بابا صاحب کے صرف تین لڑکیاں تھیں۔ جن میں سب سے بڑی اور سب سے چھوٹی لڑکیوں کے شوہروں کے نام درج ہیں اور منجھلی صاحبزادی بی بی شریفہ کے شوہر کا نام کہیں نہیں ملا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت صابرؒ کا نکاح حضرت بی بی شریفہ سے ہی ہوا تھا اور حضرت صابر قدس سرہٗ حجلۂ عروسی میں بھی گئے ہوں گے اور انھوں نے اپنی دلہن کو بھی دیکھا ہوگا، لیکن وہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ فطری اور دنیاوی آرام کی خاطر تحیرّ کی بہترین راحت سے محروم ہو جائیں اور اپنے پہلو میں سوائے خدا کے اور کسی کو جگہ دیں۔ چناں چہ انھوں نے ایک نظر میں اپنی منکوحہ کو بھی اپنے ہی رنگ میں رنگ لیا اور اپنی دُلہن کی خواہشات نفس امارہ کو فنا کر دیا اور جلا کر راکھ کر دیا، تاکہ اس کے تنِ خاکی کو جیسے حضرت صابرؒ کو زوجہ کی ضرورت نہیں تھی، ایسے ہی اُن کی منکوحہ کو بھی زوج کی ضرورت نہیں رہی۔ جیسا کہ اوپر تصوّف کے بیان میں آچکا ہے کہ "اس عشق کی آگ دلِ سالک سے ماسوا اللہ سب کو جلا دیتی ہے۔ جلانے اور فنا کرنے کے معنی اس پاک جماعت صوفیائے کرام کے نزدیک خواہشاتِ نفس کو جلانا اور فنا کرنا ہیں۔ ؎ ذوق

نہنگ و اژدھا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا ۔۔۔ بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا

اگر پارہ کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا ۔۔۔ نہ مارا آپ کو جو خاک سے اکسیر بن جاتا

روایت اسلامی اُردو ڈائجسٹ پاکیزہ نئی دہلی، شمارہ جنوری ۱۹۷۷ء کے صفحہ نمبر ۱۳۰ پر مروی ہے کہ "ایک دفعہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ رات بھر حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کے گھر مقیم رہے اور حقیقت و معرفت پر گفتگو کرتے رہے صبح ہوتے ہوتے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ حضرت رابعہ علم و

marfat.com

معرفت کا سمندر رہیں اور وہ خود مفلس ہیں۔ حضرت حسن بصری نے دوران گفتگو دریافت کیا، "رابعہ! کیا تمھیں نکاح کی خواہش نہیں محسوس ہوئی؟" حضرت رابعہ نے جواب دیا۔ "نہیں۔ بالکل نہیں" حضرت حسن نے پوچھا۔ "وہ کیوں؟" حضرت رابعہ نے جواب دیا۔ "حسن! نکاح کا تعلق تو جسم اور وجود سے ہے اور جس کا وجود اپنے مالک میں ضم ہوگیا ہو تو اُسے نکاح کی ضرورت کیوں کر محسوس ہوسکتی ہے۔"

حضرت علی احمد صابر رح کی منکوحہ کو بھی آپ کے توسّل سے تجرّد و تجرّد کی بہترین راحت نصیب ہوگئی۔ ان کے لئے بھی قرب اللہ کے دروازے کھل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا درمیانی پردہ اُٹھا کر ان کو اپنی وحدانیت میں جاگزیں فرما دیا اور ان کی نگاہ میں جلال وجمالِ الٰہی سما گیا اور خود متحیر فانی ہوکر حق سبحانہ کی حفاظت میں آگئیں اور خواہشات نفسِ امارہ بالکل ختم ہوگئیں اور ان کا وجود اپنے مالک حقیقی کی ذات بابرکات میں ضم ہوگیا۔ اور مثل حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے انھوں نے اپنی تمام زندگی زہد و تقویٰ میں گزار دی۔

اقتباس الانوار میں حضرت بابا گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں مذکور ہے کہ حضرت بی بی شریفہ رح تمام عمر بیوہ رہیں اور وہ ایسی زاہدہ اور عابدہ ہوئیں کہ حضرت بابا صاحب گنجشکر رح نے بارہا فرمایا کہ "اگر خاندانِ چشتیہ میں عورتوں کو خلیفہ بنانا جائز ہوتا تو میں شریفہ کو خلافت دیتا۔"

انتقال والدہ روحانی کیفیت

کہا جاتا ہے حضرت صابر قدس سرہٗ کی والدہ ماجدہ کا انتقال شادی کے بعد مرید ہونے اور خلافت ملنے سے پہلے ہی ہوگیا تھا، کلیر کے چاند کے مطابق[1] سنِ وفات ۶۱۴ھ ہے آپ کو اپنی والدہ کے انتقال پر سخت صدمہ ہوا تھا۔ آپ نو سال تک بلا ضرورت اپنے حجرے سے باہر تشریف نہیں لاتے اور نہ کسی محفل مجلس میں شریک ہوتے، لنگر تقسیم

---

[1] کلیر کا چاند صفحہ نمبر ۳۰

marfat.com

کرنا بھی چھوڑ دیا۔

مصنف اقتباس الانوار لکھتے ہیں کہ وہ بے باکان افراد۔ رؤسا، عباد اور کاملین میں سے تھے وہ اہلِ صفا (اولیاء اللہ) کے طریقہ میں بڑی شان اور اونچا مقام اور قوی ہمت رکھتے تھے اور جانگدازی۔ تسلیم و رضا کے مرتبہ سے واصل[1] تھے۔ آپ نے راہِ سلوک میں اتنے مجاہدہ کئے اور ریاضتیں کیں اور ترک دنیا و تجرید اپنے اوپر لازم کرلئے تھے۔ جس کی کچھ انتہا نہیں تھی۔ وہ تمام ظاہری اور باطنی پابندیوں سے پاک رہنے والوں کی طرح اپنی زندگی گزارتے تھے۔ لطف و قہر کی جو بات زبان سے نکلتی تھی پوری ہو جاتی تھی۔ چنانچہ اسی جذب کی حالت میں نو سال گزر گئے۔ اور اب ۶۵۰ھ میں آپ کی عمر اٹھاون سال کی ہوگی۔ اُس وقت کے سنین اور مشہور واقعات و حالات حسب ذیل ہیں۔

---

[1] صوفیائے کرام چھٹا طبقہ۔ یہ واصل اس کو کہتے ہیں جس کی رُوح کے ارادے قوی ہوں اور ذکر مخفی سے صاف روشن ہو گئے ہوں

marfat.com

تاریخی نقشہ

سن ہجری	مطابق سن عیسوی	عُمر	حالات زندگی حضرت صابرؒ	ہندوستان میں عہد سلطنت	ماخذ
سنہ ۵۹۲ھ	سنہ ۱۱۹۶ء	۰	پیدائش	محمد غوریؒ	تذکرہ اولیاء ہند جلد دوم
سنہ ۵۹۷ھ	سنہ ۱۲۰۳ء	۵ سال	انتقال والد ماجد	محمد غوری بذریعہ قطب الدین ایبک	کلیر کا چاند
سنہ ۶۰۱ھ	سنہ ۱۲۰۷ء	۹ سال	آمد اجودھن	سلطان قطب الدین ایبک	کلیر کا چاند
سنہ ۶۰۳ھ	سنہ ۱۲۰۹ء	گیارہ (۱۱) سال	تعیناتی برائے تقسیم لنگر	قطب الدین ایبک	تذکرہ اولیائے ہند و کلیر کا چاند
سنہ ۶۱۱ھ	سنہ ۱۲۱۷ء	انیس (۱۹) سال	کوہ شوالک سے کلیر تک کی فتح	شمس الدین التمش	گزٹیر ضلع سہارن پور
سنہ ۶۱۳ھ	سنہ ۱۲۱۹ء	اکیس (۲۱) سال	شادی	″	کلیر کا چاند
سنہ ۶۱۴ھ	سنہ ۱۲۲۰ء	بائیس (۲۲) سال	انتقال والدہ	″	کلیر کا چاند
سنہ ۶۱۵ھ	سنہ ۱۲۲۱ء	تئیس (۲۳) سال	بلا لنگر کا کھانا کھائے لنگر تقسیم کرنا	″	بروئے شمار
سنہ ۶۲۳ھ	سنہ ۱۲۲۹ء	اکتیس (۳۱) سال	مرید ہونا (بیعت)	″	تذکرہ اولیاء ہند
سنہ ۶۲۳-۲۵ھ	سنہ ۱۲۲۹-۳۱ء	تینتیس (۳۳) سال	مخفی ریاضت اندر حجرہ	″	بروئے شمار تذکرہ اولیاء
سنہ ۶۲۵-۴۱ھ	سنہ ۱۲۳۱-۴۷ء	اُنچاس (۴۹) سال	خدمات ظاہری و باطنی	سلطان التمش و رضیہ سلطانہؒ	بروئے شمار
سنہ ۶۳۱-۶۵۰ھ	سنہ ۱۲۴۷-۵۶ء	ستاون (۵۷) سال	غلبۂ جذب	سلطان ناصر الدین	بروئے شمار
سنہ ۶۵۰ھ	سنہ ۱۲۵۶ء	اٹھاون (۵۸) سال	خرقۂ خلافت	سلطان ناصر الدین	تذکرہ اولیائے ہند و کلیر کا چاند

۱؎ تاریخِ ہندوستان از ڈاکٹر ایشوری پرشاد

marfat.com

چوتھا باب

خلافت

آثار قبل از خلافت

ایک روز حضرت باباگنجشکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کشف کے ذریعہ معلوم کیا کہ حضرت صابر صاحب اپنے حجرے میں رو رہے ہیں اور ہچکیاں کسی صورت نہیں رُکتیں ہیں۔ لیکن شیخ نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ آپ کا حجرہ کھلوا کر حال معلوم کریں، بلکہ جب آپ خود حجرے سے باہر تشریف لاتے تو مرشد نے رونے کا سبب دریافت کیا، جس پر حضرت قدس سرہٗ نے جواب دیا کہ مجھ سے سلوک علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ خدا تعالےٰ نے مجھے دنیا سے الگ کر دیا ہے۔ بندگان خدا میں سے کوئی بھی سوائے اولیاء اللہ اور رجال الغیب کے میرے پاس نہیں آسکتا۔ سلوک کا مرتبہ غلبۂ جذب سے کم ہوگا اور ابھی سے کیفیتِ جذب کا غلبہ شروع ہوگیا۔

بشارت قبل از خلافت

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ آپ ۶۲۳ھ میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوکر خاندان چشتیہ میں داخل ہوچکے تھے اور یہ بھی ثابت ہوچکا ہے کہ آپ آں حضرت کے بھانجہ ہونے کے علاوہ ان کے داماد بھی تھے۔ آں حضرت کے حلقۂ ارادت میں آپ اُن کے محبوب ترین اور دوستوں میں اعلیٰ مرتبہ رکھنے والے مریدوں میں سے تھے۔ کلیر[1] کا چاند کے صفحہ نمبر ۳۲ پر روایت ہے کہ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ۲۴ر رمضان ۶۵۰ھ کو میں نے عالمِ مثال میں دیکھا کہ میرے پیر ومرشد حضرت خواجہ قطب الدین

---

[1] کلیر کا چاند

marfat.com

بختیار کاکیؒ تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ علی احمد کو جلد اپنے ساتھ لے کر چلو۔ بموجب حکم پیرو مرشد میں نے مثالِ عالم میں اُن کو اپنے ساتھ لیا۔ حجرۂ خاص سے باہر آئے اور ہم پیرو مرشد کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ عالمِ ملکوت سے گزر کر عالم جبروت[1] میں پہنچے جہاں ہر طرف نور ہی نور تھا۔ سُرخ انوار، یاقوت کی طرح چمک رہے تھے۔ ایک جگہ پہنچے تو دیکھا کہ ایک دربار لگا ہوا ہے اور ایک شاندار تخت پر سرورِ عالم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں، بزرگانِ دین اس دربار میں موجود ہیں۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے مجھے اور صابرؒ کو اس تخت کے سامنے جس پر آں حضرت جلوہ افروز تھے لے جاکر کھڑا کر دیا اور مجھے حکم ہوا کہ صابرؒ کو ہمارے سامنے تخت کے قریب لاؤ۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کی پشت پر ہاتھ رکھا اور فرمایا "ھٰذا ولی اللہ" یہ اللہ کا ولی ہے۔

اس کے بعد میں نے بھی ایسا ہی کیا اور وہی الفاظ دُہرائے۔ پھر دیگر بزرگانِ دین کی باری آئی۔ سب نے ایسا ہی کیا اور یہی الفاظ دُہرائے۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی اور جب بابا صاحب آپ کے حجرے میں تشریف لاتے ان کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ حجرۂ صابر کُھلا ہوا ہے اور حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ مراقبۂ فنا میں محو ہیں ہر طرف نورانی روشنی پھیلی ہے۔ اولیاء اللہ اور رجال الغیب آپ کی پشت پر ہاتھ رکھے کھڑے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں ھٰذا ولی اللہ۔ ھٰذا ولی اللہ۔

دوسری مرتبہ پھر نماز اشراق کے بعد حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حجرے میں تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ حالت استغراق میں محو ہیں اور آپ کو پیرو مرشد کی آمد کی ذرا بھی خبر نہ ہوئی۔

پیر دستگیر نے آواز دے کر ہوشیار کرنا مناسب نہ سمجھا بلکہ قریب جاکر بائیں کان میں کلمۂ طیبہ باآواز بلند پڑھا، جس کی آواز سے آپ حالت استغراق سے ہوش میں آئے اور دیکھا کہ پیرو مرشد کھڑے ہیں۔ پس آپ فوراً کھڑے ہو کر آداب بجا لائے۔

---

[1] وہ عالم جہاں خدائے تعالیٰ کا جلوہ ہوتا ہے۔

marfat.com

عطائے خرقۂ خلافت

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو حجرہ سے باھر اپنے ہمراہ لائے، ایک کھلی ہوئی جگہ پر بٹھایا۔ دیگر مریدین، مشائخ اور خواص کو بھی مدعو کیا۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء بدایونی جن کو ابھی تک دستارِ خلافت عطا نہیں ہوئی تھی۔ اس محفل میں موجود تھے۔ اس مجمعِ خواص میں شیخ الشیوخ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سر پر سبز عمامہ اپنے دستِ مبارک سے باندھا اور اسمِ اعظم جو خواجگانِ چشت میں سینہ بہ سینہ چلا آتا ہے آپ کو سکھایا، اقتباس الانوار میں ہے کہ ایک قول کے مطابق اس بارے میں آپ کو اختیار دیا کہ وہ کون سا مقام پسند کرتے ہیں۔ شیخ علی احمد قدس سرّہٗ نے عرض کیا کہ اجازت ہو تو میں دہلی میں رہوں۔" لہٰذا آپ کو خرقۂ خلافت ولایت دہلی، سُلطان المشائخ سے پہلے دے کر رخصت کیا اور سندیا اجازت نامہ ولایت اپنے دست مبارک سے لکھ کر فرمایا کہ اس کو اوّل شیخ جمال کو دکھلانا اور بعد میں دہلی جانا۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دستور تھا کہ جب آپ اپنے کسی مرید کو خرقۂ خلافت عطا فرماتے تھے تو مثال خود لکھ کر دیتے اور اس پر مہر ثبت کرنے کے لئے فرما دیتے تھے کہ ہانسی جاکر شیخ جمال الدّین رحمتہ اللہ علیہ سے مہر لگوا لینا کیونکہ خواجہ بابا صاحب کی مُہر ان ہی کے پاس رہتی تھی، کیوں کہ خواجہ صاحب کے سینیر خلیفہ ہونے کی وجہ سے دفتری کام انھیں کے سپرد تھا۔ اسی قاعدہ کے مطابق حضرت صابر قدس سرّہٗ کو ارشاد فرمایا، چناں چہ حضرت صابر قدس سرہ العزیز اجودھین سے ہانسی کے لئے روانہ ہوگئے اور وہاں پہنچکر اسی طرح چنڈول پر سوار خانقاہ حضرت جمال ہانسوی میں داخل ہوتے۔ حضرت جمال ہانسوی نے آپ کو آتا دیکھ کر دروازہ پر استقبال کیا پھر بھی آپ چنڈول سے نہیں اُترے اور فرش تک سواری ہی پر تشریف لے گئے۔ یہ بات اگرچہ شیخ ہانسوی کو ناگوار گزری تاہم انھوں نے آپ کی تعظیم میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا، اوا عزاز واکرام سے لے جاکر صدر مجلس پر سرفراز کیا اور حال پیر دستگیر کا پوچھا۔ اسی گفتگو میں نمازِ مغرب کا وقت ہوگیا اور دونوں صاحبان نے ساتھ ساتھ

marfat.com

نمازِ مغرب ادا کی - بعد فراغت نمازِ مغرب آپ نے فرمانِ قطبیت نکالا اور حقیقت دہلی جانے کی بیان فرمائی - اس وقت چراغ روشن نہیں تھا - کچھ دیر بعد چراغ لایا گیا تو آپ نے فرمان کھولا اور چاہا کہ پیش کریں، ناگاہ ہوا تیز چلی اور چراغ گل ہوگیا - آپ نے اسی وقت چراغ پر پھونک ماری تو چراغ روشن ہوگیا اور دوسری روایت کے مطابق سیرالاقطاب کے حوالے سے یہ ہے کہ جب چراغ کے آنے میں دیر ہوئی تو آپنے اپنی انگشت مبارک پر دم مارا ا پھونک ماری اکہ انگلی روشن ہوگئی اور فرمایا کہ فرمان پر مہر ثبت کردیجئے گا یہ حالت دیکھ کر حضرت جمال الدین ہانسوی رحؒ نے آپ کے دستِ مبارک سے فرمان لے کر پھاڑ ڈالا اور کہا کہ بیچاری دلّی تم جیسے جلد باز دم آتشیں کی تاب نہیں رکھتی - تم تو ایک دم میں دلّی کو جلا کر خاک میں ملا دوگے -

آپ کو شیخ جمال کی اس حرکت پر نہایت غصّہ آیا اور فرمایا کہ تم نے میری مثال کو پھاڑ ڈالا میں نے تمھارے سلسلۂ قطبیت کو توڑ دیا - یہ بات سن کر شیخ جمال نے سوال کیا کہ اوّل سے یا آخیر سے - آپ نے جواب دیا اوّل سے - اسی وقت ہانسی سے واپس ہوگئے - اور اجودھن میں تشریف لاکر ساری کیفیت حضرت پیرِ دستگیر کی خدمت میں حاضر ہوکر بیان کی - حضرت پیرِ دستگیر نے یہ کل ماجرا سن کر فرمایا کہ 'پارہ کردہ جمال را فرید نتواں دوخت' وہ جمال کے پھاڑے ہوئے کو فرید نہیں سی سکتا اور پوچھا کہ جب قطب جمال رحمۃ نے تمہاری مثال کو پھاڑ ڈالا تو تم نے کیا کہا - آپ نے عرض کیا کہ مجھے غائتِ غضب سے قدرتِ ضبط نہ رہی - بے ساختہ میرے مونہہ سے نکل گیا کہ تم نے میرے فرمان کے ٹکڑے کر ڈالے ہیں - میں نے تمہارے سلسلے کو توڑ دیا - انھوں نے پوچھا اوّل سے یا آخر سے - میں نے کہا "اوّل سے" یہ سن کر شیوخ العالم نے فرمایا کہ "دین کے پہلوانوں کا تیر خطا نہیں کرتا - مگر خیریت گزری کہ تم نے اوّل سے کہا اور آخر سلامت رہا - تمہارے ہی مریدوں میں سے ایک مرید دعا کرے گا اور ان کا سلسلہ جاری ہوجائے گا" یہ ارشاد حضرت خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی کی طرف تھا جو بعد میں حضرت خواجہ شمس الدین ترک کے خلیفہ ہوئے -

یہ واقعہ اقتباس الانوار میں اس طرح درج ہے کہ حضرت علی احمد صابر قدس سرہٗ جب قصبۂ ہانسی میں پہنچے اور سند شیخ جمال الدین رحؒ کے ہاتھ میں دی تو اسی وقت درخواست کی کہ اس پر مہر لگا دیجئے - شیخ جمال ہانسوی نے کہا اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے -

marfat.com

دہلی کے صاحب ولایت کو بردباری چاہیے اور تم ایک گھڑی بھر بھی بیٹھنے کے لئے تیار نہیں ہو یہ کام آگے کس طرح چلے گا؟ - شیخ علی احمد قدس سرہ نے استغنا[1] کے غلبہ سے بے نیازوں کی طرح جواب دیا جس پر شیخ جمال کو باوجود جمالؒ کمال غیرت بشریت آگئی - عنانِ صبر اپنے ہاتھ سے چھوڑ کر انھوں نے مثال کے ٹکڑے کر دئے - شیخ علی احمد صابر جو عین منظہرِ جلال تھے - یہ منظر کس طرح برداشت کر سکتے تھے - اسی وقت آپ کی زبان سے نکلا - میں نے تیرا سلسلہ کاٹ دیا کہ ہرگز تجھ سے سلسلۂ مشائخ جاری نہیں ہو گا -

مرشد کی مہربانی

کلیر کے چاند کا صفحہ ۳۶ پر درج ہے کہ حضرت بابا صاحب کو کشف کے ذریعہ جو بات چیت حضرت صابر صاحبؒ اور حضرت جمال ہانسوی رح کے مابین ہو رہی تھی اسی وقت معلوم ہو گئی تھی اور انھوں نے اجودھین میں اسی وقت فرمایا تھا کہ دین کے دو پہلوانوں میں زور آزمائی ہو رہی ہے - خدا خیر کرے - یہ سب کچھ جانتے ہوتے بھی آپ نے حضرت صابر رحمتہ اللہ علیہ کی زبانی کل واقعہ سنا - اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ پیر و مرشد نے دین کے دو بزرگوں کے اختلاف کو کس طرح زائل کیا - یہ سن کر کہ شیخ جمالؒ نے ان کے جاری کردہ فرمان کے ٹکڑے کر دے تھے حضرت بابا صاحب نے قطعی محسوس نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا کہ " میں جمال کے پھاڑے ہوئے فرمان کو سی نہیں سکتا " مطلب یہ ہے کہ دوسرا اسی قسم کا فرمان نسبت ولایت دہلی نہیں جاری کر سکتا - اس سلسلہ میں جو کچھ جمال ہانسوی نے کر دیا وہ مناسب ہی تھا کیوں کہ شہر دہلی جو کہ دارالسلطنت اسلامی حکومت کا تھا بہت ممکن تھا کہ صابر رح کو وہاں اپنی عبادت اور ریاضت کے لئے ایسا محل اور موقع نہ ملتا جیسا کہ کلیر میں ملا - مشیتِ ایزدی یہی تھی کہ حضرت صابر رح کو دہلی کی ولایت نہ ملے، جیسا کہ صوفیائے کرام کا عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ وہی کرتے ہیں جس کام کو کرنے کے لئے اللہ اُن کو حکم کرتا ہے -

دوسری طرف جب پیر دستگیر نے حضرت صابر صاحب سے شیخ جمال کے سلسلۂ قطبیت ختم کرنے کا قصہ سنا تو اِس پر بھی حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ دین کے پہلوانوں کا تیر خطا نہیں کرتا، یعنی اپنے نشانہ پر ٹھیک لگتا ہے، کیونکہ تضیہ کی ابتدا شیخ جمال کی طرف

---

[1] بڑی لاپرداہی سے

marfat.com

یہ ہوا کہ شیخ جمال کے بعد ان کا سلسلۂ مشائخ ختم ہو جائے گا، اور اُن کے بعد اُن کی اولاد میں سے کوئی قطب نہیں ہو گا، اِس پر بھی حضرت بابا صاحب نے کچھ اعتراض نہیں کیا، بلکہ صابر صاحب کے اِس عمل کو کچھ بہتر ہی سمجھا اور فرمایا کہ صابر رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ہی ایک مرید کی دعا سے یہ سلسلہ پھر قائم ہو جائے گا اور صابر صاحب سے وعدہ کر لیا کہ تم کو دوسرا فرمان دوسری اچھی جگہ کا دوں گا۔

تاثیرِ کلام ادھر حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی بھی تاثیر ملاحظہ ہو کہ حضرت[1] شیخ جمال الدین ہانسوی کے بڑے صاحبزادے جو ایک عقل مند ہستی تھے اتفاقاً دیوانہ ہو گئے اور اُن کے چھوٹے صاحبزادے شیخ برہان الدین حالانکہ اپنے والد کی وفات کے وقت اُن کے پاس تھے لیکن وہ شیخ برہان الدین کو مرید نہ کر سکے۔

اقتباس الانوار میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے "آخر ایسا ہی ہوا کہ شیخ جمالؒ کا بڑا بیٹا جو عقل مند انسان سجادہ کے لائق تھا انہیں دنوں دیوانہ ہو گیا اور کام سے گیا گذرا ہوا —— ان کا چھوٹا بیٹا جس کا نام برہان الدین تھا، آخیر وقت تک اپنے باپ کی خدمت میں رہا۔ شیخ جمال نے ہر چند چاہا کہ اس کو مرید کر لیں۔ تلقین کریں اور بیعت کی اجازت دے دیں۔ لیکن کسی طرح زبان نے یاری نہ کی۔ باوجودیکہ دوسری باتیں کرتے رہے۔ لیکن شیخ برہان الدین کے حق میں وصیت کرنی میسر نہ ہوئی۔ اِس وجہ سے شیخ جمال کا سلسلہ مشائخ اُن سے آگے نہ چل سکا اور اُن کی وفات کے بعد شیخ برہان الدین حضرت بابا گنجشکرؒ کی خدمت میں جا کر مرید ہو گئے۔ شیخ برہان الدین کو بھی زندگی کے آخیر میں یہی حال پیش آیا، اِن کے بعد اِن کے صاحبزادے قطب الدین منوّر حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے جیسا کہ کُتب سیر مشائخ میں بیان کیا گیا ہے۔

اِس سے آگے اقتباس الانوار میں لکھا ہے "جب شیخ علی احمد صابر قدس سرہ نے قصبۂ ہانسی سے لوٹ کر حضرت گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں وہاں کا واقعہ بیان کیا تو حضرت بابا صاحب کو شیخ جمال کی یہ گستاخی اچھی نہیں معلوم ہوئی اور حضرت علی احمد

---

[1] تذکرۂ اولیائے ہند۔

قدس سرہٗ کے حق میں بہت ہی مہربانی فرماکر کہا۔ اُس کاغذ کو جو اُس نے پھاڑ دیا ہے سیا نہیں جا سکتا، لیکن تجھ کو اُس سے بہتر سند لکھ کر دیتا ہوں۔ اطمینان رکھو۔"

ولایت کلیر

الحاصل حضرت شیخ شیوخ العالم نے بحکمِ الٰہی فرمانِ ولایت ملک کلیر بدست خاص تحریر فرماکر حضرت علی احمد قدس سرہٗ کو عطا فرمایا۔ خرقہ ملک کلیر عنایت کرنے کے بعد اپنے قاعدہ کے مُطابق علیم اللہ ابدال کو آپ کے ہمراہ کر کے کلیر کی طرف روانہ کیا۔

اقتباس الانوار میں درج ہے کہ "چند روز کے بعد سندِ خلافت و اجازت نامہ بیعت حضرت بابا صاحب نے خود اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر عنایت فرمایا، اور قصبہ کلیر کی طرف جو کہ پہاڑ کے دامن میں واقع ہے اور وہاں کی آب و ہوا نہایت معتدل ہے اور اُس وقت یہ قصبہ خوب آباد تھا رخصت کیا اور اُس علاقہ کا صاحبِ ولایت آپ کو کر دیا۔"

وصیت خاص

حضرت بابا گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کا قاعدہ تھا کہ جس وقت بعض بزرگ اولیاءؒ میں سے جو آں حضرت رح کی خدمت سے مالامال ہو کر مشرفِ خرقہ خلافت ہوتے تھے وہ اُن کو رخصت کرتے وقت کسی وصیّت سے مخصوص کرتے تھے اور ایک آدمی اس کے ہمراہ کرتے تھے۔ اِسی دستور کے مطابق حضرت شیخ علی احمد قدس سرہ نے درخواست کی کہ بندے کے لئے کیا حکم ہوتا ہے۔ حضرت گنجشکر رح نے ہندی میں کہا "اے صابرا بر و بھوکا خواہی کرد۔" اس جملہ میں لفظ بھوکا ہندی کا استعمال کیا ہے بھوکا کے معنی ہیں خوش رہنا عیش کرنا۔ کل جملہ کا مطلب ہوا، اے صابر رح! جا عیش کریگا" اس سے پہلے کہ ذکرِ صابر جاری رکھا جائے اور وہ کلیر پہنچیں۔ لفظ بھوکا اور اس کل جملہ متبرکہ کی تشریح اور مطلب جیسا کہ اہلِ دانش نے تحریر کئے ہیں سمجھنا ضروری ہیں ـــــ اس جملہ کے وسیع معنی اور مطلب ہیں۔

تشریح

اقتباس الانوار، مراۃ الاسرار سے بحوالہ سیر الاولیاءؒ جس میں خاندان چشت کا دستور العمل معتبر طریقہ پر تحریر ہے۔ سیر الاولیاءؒ کے مصنف

marfat.com

کے الفاظ میں اس طرح تحریر ہے ''یہ عبارت اے صابر! برو بہو کا خواہی کرد، مجھے بہت اچھی معلوم ہوئی، کیونکہ اس جامع جملہ میں حضرت گنجشکر قدس سرہ نے ان کے حق میں بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں۔ شرح کی اس کتاب میں گنجائش نہیں - اگر میں یہ کہوں کہ بہو کا سے مراد دنیا اور آخرت کی راحتیں ہیں تو وہ راست آتی ہیں - یعنی وہ سچ ہیں - اور اگر یہ کہوں کہ راحتوں سے مراد تجلّیات جلال وجمال ہے جن کے طرح طرح کے مظاہرے سالک پر وارد ہوتے ہیں تو یہ بھی درست اور راست ہے - اگر خیال کردن کہ راحتوں سے مراد قرب و بُعدِ حق تعالےٰ ہے کہ عین مشاہدۂ حضوری میں عارف پر عتاب و خطاب کے شوق میں مثل برق چمکتا ہے تو وہ بھی بہت زیبا ہے - جیسا کہ ایک بزرگ نے کہا ہے

گہ ناز گہ کرشمہ گہ لطف گہ عتاب

مسکینِ دلم چرا نشود این ہمہ خراب

''پس حضرت صابر قدس سرّہٗ کے کمالات قیاس میں لانے چاہئیں کہ حضرت گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام خُلفاء کاملین میں حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی رخصت کرتے وقت وصیّت فرمائی تھی کہ جب تو دہلی پہنچے - مجاہدہ اختیار کرنا - دام دنیا - دوسری چیز نہ لینا اور حق تعالےٰ تجھ کو رُوپے پیسے کا محتاج نہ کرے گا - لیکن حضرت گنجشکر قدس سرّہٗ نے اس کلمہ کے سوائے کہ اے صابر! برو بہو کا خواہی کرد، کوئی دوسری بات حضرت صابر قدس سرّہ کے حق میں نہیں کہی - اس لئے کہ اہلِ صفا صوفیائے کرام میں لازم ہے کہ جو مرید مرشد کے پاس رہ کر مرتبۂ تکمیل کو پہنچتا ہے اور مشاہدہ حقیقی کا ایمان جو کہ وہ قربِ حق سے حاصل کر لیتا ہے تو پھر اُس کو نصیحت نہیں کرتے کیونکہ وہ حقیقت حال سے واقف ہو جاتا ہے اور اس کو احدیت (اللہ کی توحید) و فنا جلوہ گر ہو جاتی ہے - پھر ایسے مریدوں کے حق میں وصیت کرنا فضول ہے اور فضول یا بے کار باتیں اِس جماعتِ صوفیا کرام کے لئے جائز نہیں ہیں''

اِن سطور کے راقم (مصنف سیر الاولیاء) کے دل میں حضرت گنجشکر قدس سرّہٗ کی اس عبارت متبرکہ کے معنی جو حضرت صابر قدس سرّہٗ کے حق میں فرمائی اور کہا - ''اے

صابر! بر و بہو کا خواہی کرد"۔ ایسے بھی آتے ہیں کہ اس جزوِ کلام سے اشارہ آنحضرت قدس سرہٗ کی محبوبیت کے حصول کی طرف کیا گیا ہوگا۔ بہوک کے معنی عیش وعشرت کے ہیں۔ جو محبوبیت کے مرتبہ کے لوازمات میں سے ہیں۔ شاید آنحضرت قدس سرہٗ کو حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ سے ابتدائے حال میں داخل ہونے کے طریق سے انتہا ہی کمال تک نسبت شریف کا تعلق حاصل ہوگیا ہوگا اور حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صابر رح کی نسبت اعلیٰ شان کے اظہار کے لئے اپنے تمام خلفاء کے درمیان یہ کلمہ شریف اُن کے شایان شان فرمایا ہوگا اور اگر ان الفاظ سے جمع کا صیغہ ہے اور حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے ہمیشہ شہود (رویتِ حق) میں ہونے کی طرف اشارہ ہے تو ہم حقیقت محمدیّہ و حقیقتِ ذات اللہ کو اپنے مرشد کے جمال کے آئینہ میں جانچیں تو یہ بھی درست ہے اور اگر ہم اِس سے اُن قدس سرہٗ کا حصولِ کمالات نبوت وفنا محمدی مانیں تو یہ بھی راست آتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں تذکرۃ اولیاء ہند حصہ دوم میں اس جملہ متبرکہ "اے صابر! بر و بہو کا خواہی کرد"، کی وضاحت سیر الاولیاء کے حوالہ سے اس طرح تحریر ہے "یہ کلام ہم کو بہت اچھا معلوم ہوا کہ یہ کلمہ جمع کا ہے۔ حضرت گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی نعمتیں اِن (صابر رح) کے حق میں ایثار فرمائیں اگر یہ کہیں کہ بہو کا راحت ہائے دنیا و آخرت ہیں تو سچ ہے۔ اگر کہیں کہ مقدارِ مراد راحت ہائے تجلّیات جلال و جمال مظہر ہائے گوناگوں ہیں جو سالک کے اوپر وارد ہوتی ہیں۔ یہ بھی درست ہے۔ اگر کہیں کہ راحت ہائے قربِ حق ہیں جو عین مشاہدہ بعد حضور کے عارف پر عتاب خطاب میں ہوجاتا ہے کہ کبھی لذت عتاب میں غرق ہوجاتا ہے اور کبھی شوقِ خطاب میں مثل برق چمکتا ہے ـــــ یہ بھی نہایت درست و زیبا ہے"۔

پس یہ وصیّتِ دُعایہ۔ اے صابر! بر و بہو کا خواہی کرد، اپنے پیر روشن ضمیر سے حاصل کرکے علیم اللہ ابدال کو اپنے ہمراہ لے کر آخر سال ۶۵۰ھ میں حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ عازم کلیر ہوئے۔

marfat.com

پانچواں باب

ولایتِ کلیر جیسا کہ جغرافی اور تاریخی حالات میں ذکر کیا گیا ہے کہ کلیر کوہ شوالک کے دامن میں واقع تھا اور سلطان شمس الدین التمش نے ۱۲۱۷ء میں اپنی سلطنت کوہ شوالک تک بڑھالی تھی۔ اِس لحاظ سے کلیر قلمرو سلاطین دہلی میں شامل تھا اور سلطنت دہلی کی طرف سے یہاں کوئی خاص عہدہ دار مقرّر نہیں تھا بلکہ زمیندار قسم کا ایک رئیس قیام الدین عرف زمورن یہاں پر برسرِ اقتدار تھا اور کچھ دیگر زمینداران بھی تھے ـــــــــ جن کی زمینداری میں خطّہ جنگلات کے درختان اور وہاں کی پیداوار لکڑی وغیرہ تھی۔ یہاں کے لوگ زیادہ تر مزدوری پیشہ تھے۔ جو جنگلات سے لکڑیاں کاٹ کر یا ہردوار کے یاتریوں کی خدمت کر کے اپنا گزارہ کیا کرتے تھے۔ یہ بِلی جُلی آبادی کا ایک موضع تھا، جس میں خس پوش مکانات تھے۔ شاہی فوج کے حملہ کی بناء پر راجہ کے زمانے کا قلعہ شکستہ ہوگیا تھا۔ جس کو درست کر کے قیام الدین زمورن نے اپنی رہائش گاہ بنالی تھی۔ التمش کی فوج کے پڑاؤ کے وقت جس کا ذکر تاریخی حالات میں آچکا ہے ایک مسجد بھی تعمیر ہوگئی تھی جس میں امامت کے فرائض قاضی تبرک ادا کرتا تھا۔ اُسی وقت مزاراتِ بزرگان حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ککلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعمیر ہو گئے تھے۔ ورنہ بقیہ آراضی پر جا بجا ٹیلے اور گھنے پیڑ تھے۔ یہاں کے لوگ عام طور پر مفلوک الحال تھے۔ کسی قسم کی تعلیم اُن میں نہ تھی اور نہایت غریبی میں بسر اوقات کرتے تھے اور زیادہ تر مہاجنوں کے قرضدار

marfat.com

رہتے تھے۔ عوام پر رئیسوں اور امیروں کا کافی زور تھا۔ ساہوکاروں کا بازار گرم تھا۔ نسلی برتری اور کم تری کا امتیاز تھا۔ قوم پرستی بڑھی ہوئی تھی۔ خود غرضی، تکبر غرور اور فسق و فجور کا عام رواج تھا، مطلب پرستی اور عہد شکنی ہر خاص و عام میں پائی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اِس آبادی میں بارہا انقلاب آئے جو اِس کے زوال کا باعث ہوئے اور بعد کو یہ مقام ہندوستان اور پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں ایک زیارت گاہ کی حیثیت اختیار کر گیا اور دنیا کے ہر حصّہ حتیٰ کہ دور دراز خطہ افریقہ کے لوگ بھی یہاں کے معتقدین ہو گئے اور یہاں زیارت کے لئے آنے لگے۔ یہ سب صدقہ اور طفیل اس ذاتِ بابرکات عارفِ کامل۔ صاحب ارشاد جامعہ سیادت و شرافت و نجابت و اہلِ شریعت و طریقت و معرفت، شوق ذوق و وجد و سماع و خوارقِ رحمت حضرت مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد صابر قدس سرہٗ العزیز کا ہے جو اِس سرزمین پر صاحبِ ولایت ہوکر حسب فرمان اپنے مرشد یہاں تشریف لاتے ہیں ؎

شمعِ حق نے جو منوّر ہو یہ وہ محفل نہ تھی
بارشِ رحمت ہوئی لیکن زمین قابل نہ تھی — اقبالؔ

کلیر میں آمد

حقیقت گلزارِ صابری سے روایت ہے کہ حضرت علی احمد صابرؒ علیم اللہ ابدال کے ہم راہ آخیر سال ۶۵۰ھ میں کلیر پہنچے اور پہلے روز ایک ضعیفہ مسماۃ گلزاری روغن گر کے یہاں مقیم ہوتے۔ مسالک السالکین میں لکھا ہے کہ آپ نے وہاں پہنچکر اپنے نورِ ولایت سے اس خطّہ کو منوّر کیا اور وہاں اقامت گزیں ہو گئے۔" اور تذکرہٗ اولیائے ہند میں سیر الاقطاب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "آپ نے اجودھن سے چل کر ۱۰ ذی الحجہ ۶۵۰ھ بروز شنبہ قریب کلیر پہنچ کر نزول اجلال فرمایا دوسرے روز شہر میں داخل ہو گئے"۔ یعنی ۱۱ ذی الحجہ ۶۵۰ھ کو کلیر میں تشریف فرما ہوئے۔ کلیر کی اقامت کے سلسلہ میں سوائے حقیقت گلزار صابری اور کلیر کے چاند کے اور کسی کتاب سے پتہ نہیں چلتا کہ آپ نے کہاں قیام فرمایا۔ لہٰذا یہ تسلیم کر کے وہ مسماۃ گلزاری روغنگر کے یہاں مقیم ہوئے اور اسی کے مکان

marfat.com

کے ایک گوشہ میں سکونت اختیار کرلی اور حسب معمول عبادت اور ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اگلے روز عصر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے۔ مسجد کے نمازیوں سے ملاقات ہوئی۔ اِس کے بعد آپ کے زہد و تقویٰ عبادت و ریاضت کی شہرت تمام آبادی کلیر میں پھیلنے لگی اور لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے آنے جانے لگے۔ لیکن آپ کے رعب کی وجہ سے آپ کے نزدیک کوئی نہ آتا۔ بلکہ دور ہی سے نیاز حاصل کر کے واپس ہو جاتے تھے۔ ؎

شمع دینِ مصطفیٰ صابر پیا
مظہرِ نورِ خدا صابر پیا
احسان قریشی صابری

آغاز رشد و ھدایت

آخر کار ایک روز بعد نمازِ عصر حضرت صابر قدس سرہ نے اعلانِ حق کر دیا اور اسلام کی ذہنی اور عملی تعلیم کا سلسلہ جاری کر دیا اور لوگوں کو بتایا کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اُس کے سب بندے برابر ہیں۔ خدا کی نگاہ میں اُس کا خاص بندہ وہی ہے جو صدق دل سے اس کی عبادت و اطاعت کرے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا پابند ہو اور ساتھ ساتھ یہ بھی اعلان کر دیا کہ وہ صاحب ولایت ہو کر اپنے پیر روشن ضمیر کی اجازت سے اِس سرزمین پر تشریف لاتے ہیں۔

اِس اعلان کی شہرت تمام آبادی میں ہوگئی۔ چونکہ اِس آبادی کے لوگ عام طور پر تعلیم و تربیت سے ناواقف تھے اور کچھ ان میں سے مطلب پرست اور کچھ ایسے بھی تھے۔ جن کے لئے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا علماء، پھر پوچھا بادشاہ کون ہیں؟ تو فرمایا زاھد اور پوچھا کہ کمینے اور نکمے کون ہیں؟ تو فرمایا جو اپنے دین کے ذریعہ دین فروشی کریں تقدس جتائیں۔" اور کچھ لوگوں پر اس اعلان کی ایسی چوٹ پڑی کہ وہ آپ کی مخالفت پر کمربستہ

؎ قصص الاولیا یعنی نزہتہ البساتین صفحہ نمبر ۳۶

کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ رئیسوں نے سمجھا کہ اس کے تاثرات سے غریبوں کو اپنا غلام بنائے رکھنا ممکن نہیں - ان کو اپنی ریاست کے لئے خطرہ دکھائی دینے لگا۔ ساہوکاروں نے بھانپ لیا کہ ہماری ساہوکاری نہیں چلے گی۔ نسل پرستوں کو معلوم ہو گیا کہ انھوں نے جو اپنی نسلی برتری کا ڈھونگ مچا رکھا ہے اس کا باقی رہنا مشکل ہے - اقتدار پسندوں کو آگاہی ہو گئی کہ اُن کا اقتدار خطرے میں آگیا ہے، کیونکہ حضرت قدس سرہ کی تعلیم میں کم تری برتری کا کوئی امتیاز نہیں تھا۔ اُن کی نظر میں سب برابر تھے۔ قوم پرستوں کو معلوم ہو گیا کہ اب قومیت کی برتری کا سکہ نہیں چل سکتا جو لوگ اپنے باپ دادا کے رسم و رواج کے دل دادہ اور لکیر کے فقیر تھے وہ سمجھ گئے کہ اب ہماری خیر نہیں - غرض یہ ہے کہ حضرت صابر قدس سرہٗ بزرگانِ دین سلف کی طرح مخلوقِ خدا کو بلا لحاظ مذہب و ملت راہِ حق دکھانے اور سماجی اصلاح کرنے۔ زیر دستوں کو زبر دستوں کے پنجوں سے نجات دلانے اور اخوت و مساوات کا پیغام پہنچانے میں مصروف ہو گئے۔

حقیقت گلزار صابری سے مروی ہے کہ سب سے پہلے مسماۃ گلزاری ضعیفہ آپ کی مرید ہوئی اُس کے بعد اُس کا لڑکا اور شوہر بھی حضرت قدس سرہٗ کے مرید ہو گئے اور پھر دوسرے لوگ بھی آنے لگے۔ آپ کی تعلیم ایسی محبت آمیز مذہبی تعصب سے مبرا تھی کہ غیر اقوام کے لوگ بھی آپ کی عظمت و کمال کی تعریف کرنے لگے اور آپ کے وقار کا شہرہ کلیر کی گلی گلی اور گھر گھر میں ہو گیا۔

خلل اندازی

حضرت صابر قدس سرہ کی رُشد و ہدایت اور وقار، قاضی تبرک کو ناگوار معلوم ہوئے، اُس نے کُھلم کُھلا آپ کی مخالفت شروع کر دی جو لوگ آپ کے مُرید ہو گئے تھے اُن کو بہکانا شروع کر دیا اور جو لوگ بیعت کے لئے آتے تھے اُن کو روکنا اور طرح طرح کے دباؤ ڈالنا شروع کر دئے۔ جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ آپ تک نہ پہنچ سکے اور بعض لوگوں نے آپ کی قربت بھی چھوڑ دی۔ ثابت قدم رہنے والے مریدوں میں صرف شیخ بہاؤ الدین۔ شیخ جمال الدین ساکنانِ

marfat.com

کلیر۔ مسماۃ گلزاری اُس کا لڑکا اور شوہر کو بتلایا جاتا ہے۔

قاضی تبرک کی مخالفت اور ظلم و ستم کی کچھ انتہا ہی نہ رہی۔ یہاں تک کہ اُس نے قیام الدین رئیس کلیر کو بھی آپ کی طرف سے بدظن کر دیا اور شکایت کی کہ کلیر میں ایک ایسا شخص وارد ہوا ہے جو خود کو امام کہلانا چاہتا ہے اور اپنی بزرگی اور برتری کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے آپ کو کسی مرشد کا بھیجا ہوا صاحبِ ولایت علاقہ کلیر کہتا ہے۔ وہ مسجد میں بھی اسی قسم کے وعظ اور تلقین کرتا ہے۔ جس سے نمازیوں کی نمازوں میں فتور پڑتا ہے۔ اگر فوراً اِس کا تدارک نہ کیا گیا تو ممکن ہے کہ وہ کسی دن ہمارے مراتب اور اقتدار کے لئے نقصان رساں ثابت ہوگا۔ بہت جلد اُس کے اثر و رسوخ کو زائل کرنا چاہئے۔

جب قیام الدین رئیس نے قاضی تبرک کی زبانی یہ کہانی سُنی تو اُس کو بھی اپنی ریاست کی فکر لاحق ہوگئی۔ چناں چہ ایک روز جمعہ کی نماز کے بعد جبکہ حضرت صابر قدس سرہٗ مسجد میں وعظ فرما رہے تھے اور اہالیان کلیر و مضافات کے لوگ وہاں جمع تھے رئیس کلیر نے حضرت قدس سرہٗ سے سوال کیا کہ اگر تم واقعی صاحب ولایت و کرامت ہو تو میری اُس بکری کا پتہ لگاؤ جو تین ماہ سے گم ہے۔ اگر آپ نے صحیح بتایا تو میں آپ کا معتقد ہو جاؤں گا اور آپ کو امام تسلیم کر لوں گا۔ حضرت قدس سرہٗ سمجھ گئے کہ قیام الدین اُن کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ آپ مسکرائے اور آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر فرمایا "بکری کے کھانے والے حاضر ہو جادیں، آپ کا یہ فرمانا تھا کہ ستائیس[1] آدمی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب اُن سے بکری کے متعلق دریافت کیا تو اُنھوں نے ایک زبان ہو کر انکار کیا کہ انھوں نے بکری نہیں کھائی۔ تب حضرت نے رئیسِ کلیر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اپنی بکری کا نام لے کر پکارو۔ رئیس کلیر نے اُس بکری کا نام حریفہ رکھا تھا۔ جب اس نے حریفہ نام لے کر بکری کو پکارا

---

[1] کلیر کا چاند صفحہ ۱۲۱

marfat.com

تو اُن لوگوں کے پیٹ سے بکری کی آواز سنائی دی اور بکری نے سارا ماجرا کہہ دیا کہ کہاں اُس کو ذبح کیا گیا تھا اور کہاں کہاں اس کا گوشت بھُون کر کھایا گیا تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر رئیس کلیر کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ واقعی آپ صاحبِ کرامت ہیں۔ قاضی تبرک نے جب یہ حال دیکھا کہ رئیسِ کلیر حضرت قدس سرہ کی کرامت کا قائل ہوگیا تو اُس نے اور ترکیب کی اور رئیس کلیر کو یہ بات باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ سب جادو کا اثر تھا رئیس کلیر قاضی کے جال میں پھنس گیا، اور اس کرامت کو جادو سمجھنے لگا۔ اور باوجود ایک سمجھ دار رئیس ہونے کے یہ نہیں سمجھ سکا کہ کرامت اور جادو میں کیا فرق ہے؟ جیسا کہ محققین[1] اور عارفین نے فرمایا ہے کہ "کرامت اور سحر میں بڑا فرق ہے۔ دیکھو سحر تو فاسق، فاجر، بد دین اور کفار اور وہ جو احکامِ شریعت اور متابعتِ سنت سے رد گردانی کرنے والا ہے سب کوئی کر سکتا ہے اور کرامت کا ظہور صرف اولیاء اللہ کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور اولیاء اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ احکام اور آدابِ شرعیہ میں بڑے درجے پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔

فہمایش

رئیسِ کلیر قاضی تبرک کی زیادتیوں کو روکنے میں ذرا بھی حائل نہیں ہوا بلکہ اُس کی امداد ہی کرتا رہا جس کی وجہ سے قاضی کے ظلم و ستم میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ جب حضرت نے دیکھا کہ وہ کسی صورت بھی اپنے جبر و استبداد سے باز نہیں آتا تو اپنی قیام گاہ سے ایک عریضۂ حال قاضی تبرک کی ایذا رسانی اور رئیسِ کلیر کی سرد مہری کے سلسلہ میں لکھ کر اپنے پیر و مُرشد حضرت بابا گنجشکرؒ کے پاس بذریعہ علیم اللہ ابدال ارسال کیا۔ جس کے جواب میں پیر روشن ضمیر نے ایک فتویٰ جس میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا حوالہ تھا۔ قاضی تبرک کے نام لکھا جس میں قاضی تبرک کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ حضرت صابر قدس سرہٗ کی کارگزاری میں مخل نہ ہو۔

---

[1] قصص الاولیاء یعنی زینۃ البساتین صفحہ ۶۴

marfat.com

علیم اللہ ابدال نے یہ فتویٰ حضرت صابر قدس سرہٗ کو لاکر دیا جس کو پڑھ کر انھوں نے علیم اللہ ابدال ہی کے ذریعہ قاضی تبرک کے پاس بھیج دیا۔ قاضی تبرک نے فتویٰ پڑھا اور پڑھ کر اُس کو پھاڑ دیا اور اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے اور وہ ٹکڑے علیم اللہ کو واپس کر دئے۔ جب علیم اللہ ابدال نے ان ٹکڑوں کو لاکر حضرت صابر قدس سرہٗ کے سامنے پیش کئے اور کیفیت بیان کی تو حضرت قدس سرہٗ کو بہت غصہ آیا۔ لیکن ضبط کیا اور صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دیا، بلکہ دوسرا خط اپنے دستِ مبارک سے اور تحریر فرمایا۔ جس میں یہ واقعہ بیان کیا اور چاک کردہ فتوے کے ٹکڑے اور اپنا عریضہ دے کر علیم اللہ ابدال رح کو پھر حضرت گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کیا۔

اَبدال کی تعریف

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”اللہ کے چند بندے ایسے بھی ہیں کہ انھیں ابدال کہتے ہیں اور جو مرتبہ اُنھیں نصیب ہوا ہے وہ روزہ نماز خشوع و خضوع حسنِ ظاہری سے نہیں ہوا بلکہ خالص تقویٰ۔ نیت حسنہ اور سلامتِ صدر اور تمام مسلمانوں پر رحمت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں اپنے علم کے ساتھ برگزیدہ فرما کر اپنی ذات کے لئے خالص بنایا ہے وہ کسی کو گالی نہیں دیتے۔ نہ کسی کو بُرا کہتے ہیں۔ نہ اپنے چھوٹوں کو ستاتے ہیں اور نہ وہ اپنے بڑوں پر حسد کرتے ہیں۔ خیر میں سب سے اچھے ہیں۔ ان کی طبیعت سب سے زیادہ نرم اور سب سے زیادہ سخی ہوتی ہے۔ تیز رو گھوڑے۔ تند ہوائیں باوصف اپنی تیزی کے اُن کے مرتبہ کو نہیں پا سکتے۔ ان کے قلوب نیکوں کی طرف مبادرت (جلدی) کرنے میں بڑی اونچی چھتوں پر چڑھتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے گروہ ہیں اور آگاہ رہو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔“[1]

علیم اللہ ابدال نے چاک شدہ فتویٰ اور عریضہ حضرت صابر قدس سرہٗ کا لے جاکر حضرت خواجہ گنجشکر رح کے حضور میں پیش کیا تو حضرت بابا رحؒ نے دوسرا خط قیام الدین کے نام لکھا اور کلام مجید کی آیات اور احادیث شریفہ کا حوالہ دے کر رئیس کلیر کو یقین دلایا کہ حضرت صابر صاحب علاقہ کلیر کے صاحبِ ولایت ہیں مگر قیام الدین رئیس کلیر

---

[1] قصص الاولیاء یعنی نزہۃ البساتین صفحہ ۲۶

کے پاس یہ گرامی نامہ پہنچا تو اس نے پھر قاضی تبرک کی اشتعال پر گرامی نامہ کو پھاڑ دیا اور کہا کہ ایسی دھمکیوں میں ہم آنے والے نہیں اور یہی جواب لکھ کر چاک شدہ ٹکڑے علیم اللہ ابدال کے حوالے کر دئے جو علیم اللہ ابدال نے لا کر حضرت قدس سرّہٗ کو دے دئے۔ اب حضرت کو جوش آ گیا۔ پھر حضرت نے تیسرا عریضہ اور لکھا اور چاک شدہ گرامی نامہ اور اپنا خط جس میں لکھا تھا کہ چاک شدہ فتویٰ و فرمان کو دیکھ کر فقیر کا دل پاش پاش ہو رہا ہے اور فقیر پر نہایت صدمہ گزر رہا ہے۔ ژولیدہ حال دیکھ کر اہالیانِ کلیر سب فقیر سے نفرت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جمعہ کے روز اس فقیر کو مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے جگہ بھی نہیں ملتی۔ اب جیسا حکم عالی ہو کیا جائے۔

کلیر کے چاند صفحہ ۴۴ و صفحہ ۴۵ و صفحہ ۴۶ پر خطوط کے مضمون معہ القاب و آداب کے درج ہیں۔ لیکن اُن کا کوئی ماخذ نہیں بتایا۔ اس لئے ان کو نقل کرنے میں احتیاط رکھی گئی ہے۔

روایت

اُستاد امام[1] ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ہر زمانہ میں اس پاک جماعت (صوفیائے کرام) سے ایک ایسا شخص کامل ہوتا ہے کہ اُسے توحید میں بڑا درجہ حاصل ہوتا ہے اور قوم کا امام ہوتا ہے اور وقت کے علماء اس کے منقاد[2] و مطیع ہوتے ہیں اور اس کے سامنے سب خضوع و تواضع اور عاجزی کرتے ہیں اور اُس کی صحبت حاصل کرتے ہیں۔"

رئیس کلیر۔ قاضی تبرک اور اہالیانِ کلیر نے اس زمانے کے کامل۔ ذاتِ بابرکات حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ذرا بھی التفات نہ کیا، بلکہ ایذا رسانی پر آمادہ ہو کر حضرت کا وہاں رہنا دشوار کر دیا۔ چنانچہ مندرجہ عرضداشت کا جواب حضرت خواجہ بابا گنجشکر رحمۃ اللہ نے لکھا کہ کلیر[3] تیری بکری ہے۔ چاہے تو اس کا گوشت کھا یا اس کا دودھ پی۔

خزینۃ الاصفیاء کے مصنف نے اس واقعہ کی نسبت لکھا ہے:

(ترجمہ فارسی سے کہ) "باشندگانِ کلیر میں سے اُن کا کوئی پُرسانِ حال نہیں تھا

---

[1] قصص الاولیاء یعنی نزہۃ البساتین صفحہ ۵۳۔ [2] یعنی فرماں بردار [3] کلیر کا چاند صفحہ ۴۶

marfat.com

وہ تنگ آ گئے تھے تو حقیقتِ حال اپنے پیر و مرشد کے حضور میں پیش کی اور اجازت طلب کی کہ جو حکمِ ثانی ہو بجا لاؤں، جس کے جواب میں حضرت فرید الدین نے لکھا۔ اے برخوردار اللہ کے حکم سے یہ ولایت تیری ہے اور اس کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے۔

اسی طرح مسالک السالکین فی تذکرہ الواصلین جلد دوم میں رقم ہے کہ آپ نے ناچار ہو کر یہ سب کیفیت حضرت پیر دستگیر کی خدمت میں لکھی اور عرضداشت کی۔ حضورؒ نے بندے کو ایک ایسے ملک میں معین فرمایا ہے کہ جہاں بندہ کو نماز جمعہ کے لئے جگہ تک نہیں ملتی اور کوئی آشنا بھی نہیں پوچھتا کہ تم کون ہو اور بندہ بلا مرضی و اجازت حضور کے دم تک نہیں مار سکتا، اس لئے اس بارے میں جو فرمان حضور کا ہو ارشاد فرمایا جاوے کہ بندہ اس کے مطابق عمل کرے۔ بجواب اس کے حضرت شیخ الشیوخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ وہ (کلیر) بحکمِ الٰہی تمہارا علاقہ ہے اور وہاں کے کل کام کا اختیار تمہارے ہاتھ میں ہے جیسا سمجھو کرو۔

اس کسمپرسی کی حالت میں حضرت رحؒ کو ایک سال گزر گیا، ہر چند کوشش کی کہ

روایت

باشندگانِ کلیر راہِ راست پر آجائیں، قصص الاولیا یعنی نزہۃ البساتین کے صفحہ نمبر ۴۶ پر درج ہے کہ حضرت حاتم اصم رحؒ بڑے مشائخ میں سے تھے، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر اُن کی خدمت میں آتے تھے۔ ان کا کلام سنتے تھے اور اکثر باتیں اُن سے پوچھتے تھے اور یہ اُنھیں جواب دیتے تھے اور وہ جواب کو پسند فرماتے تھے۔ علماء اور صالحین ہمیشہ ہر زمانے میں صوفیاء کے پاک گروہ کے معتقد رہے ہیں اور ان کی زیارت کر کے ان کی صحبت سے برکات حاصل کرتے اور اُن کی دعا و آثار سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔

marfat.com

چھٹا باب

ویرانیٔ کلیر و مجاہدہ

جامع مسجد

تذکرہ نویسوں کے نزدیک کلیر ایک اچھا آباد قصبہ تھا، لیکن یہاں صرف ایک ہی مسجد کا واقعہ ہونا بتایا جاتا ہے، جس میں باشندگانِ کلیر کے علاوہ اس کے مضافات کے نمازی اور علمائے ظاہری کا بھی چنڈلوں پر سوار ہوکر بروزِ جمعہ نمازِ جمعہ کے لئے آنا۔ بتایا جاتا ہے اس مسجد کا امام قاضی تبرک تھا، اس مسجد کے نمازیوں کی تعداد جمعہ کے دن ہزاروں کے قریب جن میں چارسو چنڈول سوار منقول ہے ——

جو اس خطہ کی جائے وقوع کے لحاظ سے ناقابلِ یقین ہے۔ البتہ یہ جامع مسجد تھی جہاں باشندگانِ کلیر اور وہاں کے علمائے ظاہری کی خود بینی اور تکبر کا حال روشن تھا۔ یعنی اس مسجد میں ہر شخص کے بیٹھنے اور نماز پڑھنے کی جگہ مخصوص تھی، جس کو وہ اپنے باپ دادا کے زمانے سے اپنا موروثی حق سمجھتے تھے۔ کسی دوسرے شخص کی مجال نہ تھی کہ کسی کی مخصوص جگہ پر بیٹھ جائے۔ کوئی جمعہ ایسا نہ جاتا تھا کہ اس مسجد میں جگہ پر یا ذرا ذرا سی بات پر جھگڑا نہ ہوتا ہو۔ فاجرین، فاسقین اور منافقین کا غلبہ اس مسجد پر تھا۔ قاضی تبرک امامِ مسجد ہمیشہ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کی غیبت اور لوگوں کو اُن کے خلاف بھڑکانے کا کام اِسی مسجد میں ہر نماز کے بعد کیا کرتا تھا۔ حضرت صابر رح کو جمعہ کی نماز کے لئے بھی اس مسجد میں جگہ نہیں ملتی تھی۔

marfat.com

مسئلہ

ماخوذ از "اصلاح الرسوم" مصنفہ حکیم الامۃ

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ؒ صفحہ ۱۶۵

" ایک رسم یہ ہے کہ اکثر لوگ عیدین یا جمعہ میں یا اور نمازوں میں پہلے سے خود یا کسی نوکر چاکر، دوست آشنا کی معرفت مسجد میں اپنا کپڑا یا تسبیح قبضہ کے لئے رکھ دیتے ہیں۔ اور آزاد اور بے فکری سے جب جی چاہتا ہے تشریف لے آتے ہیں۔ سو یہ بات بالکل شریعت کے خلاف ہے۔

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابہ رضؓ نے دریافت کیا کہ ہم حضور کے لئے منیٰ میں پہلے خیمہ لگا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ کیوں کہ وہاں ٹھیرنے کا استحقاق اس کو حاصل ہے جو پہلے پہنچ جائے۔ الخ۔ البتہ کسی جگہ جب آدمی بیٹھ گیا اور نماز ہونے تک بیٹھے رہنے کا ارادہ کرلیا اگر اتفاقاً درمیان میں عارضی طور پر اٹھنا پڑے۔ مثلاً: وضو ٹوٹ گیا۔ کھنکارنے گیا، اس وقت یہی شخص اس جگہ کا مستحق ہے دوسرے شخص کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں۔ ایک حدیث اس مضمون کی بھی آئی ہے۔

انہدامِ جامع مسجد

حضرت پیر دستگیر کا اجازت نامہ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعۂ علیم اللہ ابدال وصول ہوگیا۔ کلیر کے چاند صفحہ ۴۶-۴۷ پر بلا کسی ماخذ کے مروی ہے کہ "جب حضرت نے حضرت بابا صاحب کا خط پڑھا تو آسمان کی طرف نگاہ کی، کچھ پڑھ کر دم کیا، پھر کچھ پڑھا، اور زمین کی طرف دم کیا۔ تین مرتبہ ایسا زلزلہ آیا کہ لوگ ہراساں و پریشان ہوگئے۔ رئیس کلیر نے قاضی تبرک سے دریافت کیا کہ کیا

marfat.com

وجہ ہے کہ آج تین مرتبہ زلزلہ محسوس ہوا کہیں حضرت علی احمد کی خفگی اور ناراضگی کی وجہ سے تو نہیں، اتنے کم وقت میں تین زلزلے آئے۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس جائیں اور معافی مانگیں۔

قاضی شہر نے پھر رئیس کلیر کو فریب دیا اور کہا کہ شہر کی مشہور ساحرہ چغلہ نصرت سے معلوم کرنا چاہیئے چغلہ نصرت سے بات چیت ہورہی تھی تو پھر زلزلہ آیا۔ اس ساحرہ نے کہا یہ سب جادو کا اثر ہے۔ پھر اس نے جادو کے زور سے زمین کو گیارہ بار جنبش دی۔ رئیس کلیر مطمئن ہو گیا۔" (یہ روایت اور کسی کتاب میں نہیں ملتی۔ ناظرین خود اندازہ لگائیں کہ یہ روائت کہاں تک صحیح ہوسکتی ہے۔ (ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اُن دنوں قدرتِ خدا سے ہی زلزلے آرہے ہوں۔)

الغرض اجازت نامہ پیر و مرشد وصول ہونے کے بعد خزنیۃ الاصفیا رجلد اوّل سے فارسی عبارت کا ترجمہ منقول ہے کہ "حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کے روز جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ بدستور سابقہ اُن کو بہت دُور جگہ ملی اور جیسے ہی نماز ختم ہوئی اور امام نے خطبہ شروع کیا، حضرت نے آنکھ اٹھا کر مسجد کی طرف دیکھا اور فرمایا اے مسجد! سب لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ تو نے ابھی تک سجدہ نہیں کیا۔ تو بھی سجدہ کرلے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا۔ جامع مسجد جڑ بنیاد سے گر پڑی اور سب حاضرین جو اس عمارت کے نزدیک تھے ھلاک ہو گئے اس عظیم کرامت سے بعض مردمان جو آپ کے معتقد تھے بچ گئے باقی سب مر گئے۔

مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین میں یہ واقعہ اس طرح درج ہے کہ "جب آپ واسطے نماز جمعہ مسجد میں تشریف لے گئے تو سابق سے زیادہ دور جگہ پائی کہ دریائے جلال آپ کا جوش میں آگیا۔ مسجد کو سجدہ کرنے کا حکم دیا اور مسجد بیخ بنیاد سے گر پڑی

ل: خزینۃ الاصفیا، جلد اوّل: "چون نماز تمام شد و امام خطبہ آغاز کرد" (نوٹ) یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ نماز جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے ہوتا ہے بعد میں نہیں ہوتا۔

marfat.com

اور جس قدر آدمی اُس کے اندر تھے یا قریب تھے ان میں سے کوئی نہیں بچا۔

حدیقۃ الاولیاء میں یہ حادثہ اس طرح مرقوم ہے "ایک روز جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے حضرت جامع مسجد میں گئے اور امام کے مصلیٰ کے قریب بیٹھ گئے۔ جب نمازی جمع ہوئے تو لوگوں نے حضرت سے کہا کہ جہاں تم بیٹھے ہو یہ مقام قاضی کے بیٹھنے کا ہے۔ یہاں سے اُٹھ کر دوسری جگہ کسی دوسری صف میں چلے جاؤ۔ حضرت وہاں سے نہیں اُٹھے اور فرمایا کہ قاضی سے بڑھ کر رتبہ قطب کا ہے اور ہم اِس سرزمین کے قطب ہیں۔ یہ سُن کر یہ لوگ ہنسے اور اُن کی بات ہنسی میں اُڑا دی اور زبردستی آپ کا بازو پکڑ کر وہاں سے اُٹھا دیا۔ حضرت سب سے پیچھے آکر کھڑے ہو گئے اور طبیعت پر جلال و غضب طاری ہو گیا۔ جب سب نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اور حضرت کو کوئی جگہ نماز میں کھڑے ہونے کے لئے نہیں ملی تو حضرت نے مسجد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے مسجد! تمام لوگ سجدہ میں جاتے ہیں تو بھی سجدہ کرلے۔ یہ بات کہتے ہی مسجد مع چھت اور دیواروں کے گر پڑی اور سب لوگ اُس کے نیچے آکر دب گئے اور ہلاک ہو گئے"

اقتباس الانوار میں لکھا ہے "جب بات زیادہ بڑھ گئی تو شیخ علی احمد قدوس سرہ نے سرِّ حال کی وجہ سے بے اختیار مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا کہ اس ملانہ کا صاحب ولایت اس جگہ بیٹھنے کا تم سے زیادہ مستحق ہے اس ناعاقبت اندیش جماعت نے ایک دم حد سے بڑھ کر غلبہ کر کے کہا۔ کہاں سے کس چیز سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ولی ہو اگر تم صاحب ولایت ہو تو بُرہان چاہئے"

اس مرحلہ پر باشندگانِ کلیر کی طرف سے برہان یعنی دلیل طلب کی گئی جس کا مطلب یہ تھا کہ حضرت علی احمد قدس سرہ اپنی ولایت کے ثبوت میں کوئی کرامت ظاہر کریں، اظہارِ کرامت کے لئے قصص الاولیا یعنی نزہتہ البساتین کے صفحہ ۵۴ پر روایت ہے۔

marfat.com

روایت "مذہب صحیح مختار یہ ہے کہ جو شئے معجزہ ہو سکتی ہے وہ کرامت بھی ہو سکتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ معجزہ کو پیغمبر ظاہر کرے اور کرامت کو ولی چھپائے۔ لیکن ضرورت کے مطابق یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت کے بعد یا غلبہ حال میں اور مریدوں کے عقیدے کی تقویت کے لئے ولی کے واسطے کرامت کا اظہار کرنا جائز ہے۔ مذہب صوفیائے کرام کی نسبت جو کچھ ایک ولی کرتا ہے وہ اللہ کے حکم سے کرتا ہے۔"[1]

غلبۂ حال کے حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ سراپا حامل تھے اور حضرت کے مریدوں کی موجودگی میں حضرت سے برہان طلب کی گئی اور اللہ کا حکم آپ کے شاملِ حال تھا۔ یہ تینوں شرائط مکمل ہونے پر حضرت پر لازم ہو گیا تھا کہ بجائے کرامت کو چھپانے کے اس پر ظاہر کر دیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ ایک خدارسیدہ اور برگزیدہ دوست کو پریشان اور آزردہ دیکھ کر قدرتِ خدا جوش میں آ گئی۔ اس وقت ایک اور زلزلہ آیا، اور وہ مسجد گر پڑی جو لوگ منکرِ ولایت حضرت قدس سرہ العزیز تھے وہ اس مسجد کے ملبہ کے نیچے دب کر مر گئے اور جو معدودے چند آپ کے معتقد تھے وہ بچ گئے۔ اس واقعہ سے شہرت یہی ہو گئی کہ حضرت کی بددُعا سے مسجد گر گئی اور سرزمین کلیر پر شور و فغاں پیدا ہو گیا۔ یہ امر مسلّمہ ہے کہ کوئی بھی ولی اپنی کرامت کو کسی کے کہنے یا طلب و تقاضہ پر ظاہر نہیں کرتا۔ اور حضرت رح تو خاص کر اپنی کرامات کو چھپاتے رہے۔

اس سلسلہ میں کچھ اہلِ ثقہ سیر الاقطاب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب مسجد کی عمارت منہدم ہو گئی تو کچھ معتقدین حضرت رح کے باقی رہ گئے تھے۔ منجملہ اُن کے مسماۃ گلزاری روتی ہوئی آپ کے پاس آئی اور بیان کیا کہ حضرت میرا لڑکا مسجد کے ملبہ میں دب گیا ہے تو آپ نے فرمایا۔ مسجد پر جا کر دیکھ اور جو لاش تجھ کو نظر آئے وہاں سے نکال لے۔ اس نے ایسا ہی کیا، جو لاش اُس نے مسجد کے ملبہ میں سے نکالی وہ اُسی کا لڑکا تھا اور زندہ تھا

---

[1] مسالک السالکین یعنی تذکرۃ الواصلین۔

marfat.com

مسماۃ گلزاری اس کو واپس لے کر آگئی ۔

مسالک السالکین، تذکرۃ الواصلین میں لکھا ہے کہ جب اس حادثہ کی خبر بذریعہ علیم اللہ ابدال حضرت بابا فرید الدین گنجشکرؒ کو ملی تو آپ نے فرمایا "میں کیا کر سکتا ہوں، کیونکہ وہ ملک مع مضافات اُس کے تصرّف میں ہے: ع

"ہر چہ داند بکند مختار است"

مُجاہدۂ ویرانیٔ کلیر

جملہ مصنفین اور محققین سوانح حیات حضرت مخدوم پاک سیّد علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ پر متفق ہیں کہ مسجد شہید ہونے کے بعد باشندگان کلیر میں خوف و ہراس پیدا ہوگیا ۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس آبادی میں طاعون کی وبا اتنے زور سے پھیلی کہ اس آبادی کے بہت سے باشندے اس وبا کے شکار ہوگئے ۔ اس وبا کے بعد ایسی شدت کی آگ لگی جیسی کہ اکثر خطۂ جنگلات میں لگتی ہے اور اس آگ نے اس آبادی کے مکانات ہی نہیں، بلکہ ہر شئے کو سوائے مزاراتِ بزرگانِ سلف جلا پھونک کر راکھ کر دیا ۔ یہاں کے لوگ انہدامِ مسجد اور وبا کی وجہ سے پہلے ہی خائف اور ہراساں تھے آگ لگنے کے بعد تو یہاں ایک متنفس بھی باقی نہیں رہا آگ لگنے کے بعد حضرت کے معتقدین کے متعلق بھی کوئی روایت نہیں ملتی ۔ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ حضرت صابر قدس سرہ نے علیم اللہ ابدال کو واپس اجودھن بھجدیا اور خود تن تنہا

روایت

منقول از قصص الاولیا یعنی نزہتہ البساتین صفحہ ۸۱

لوگوں میں ایمان اُسی کا حصہ ہے جو ہلکا اور کم سامان والا ہو اور خلوت میں رہے ۔ رات کو نمازوں سے اور دن کو روزہ سے اسے حصہ ملا ہو اور روزی اسے بقدر حاجت ملتی ہو اور وہ اس پر قانع ہو ۔ اور اس میں عفت و پاکدامنی اعلیٰ درجے کی ہو اور ایسا گمنام ہو کہ لوگوں کی انگلیاں اس کی طرف نہ اُٹھتی ہوں اور جو مرے تو اس پر رونے والیاں کم ہوں اور ترکہ کا نام و نشان نہ ہو ۔ ایسا شخص ہر شر سے نجات پائیگا اور قیامت کو اُسے آگ نہ چھوئے گی ۔

marfat.com

اپنی ولایت کے دارالخلافہ میں یہ کہہ کر "اس جگہ کی ویرانی آبادی سے بہتر ہے" آتش زدہ کھنڈرات سے کچھ فاصلہ پر جا کر ایک ٹیلہ پر مقیم ہو گئے۔ خلوت پسند تو آپ پہلے ہی سے تھے اب تو اشعارِ ذیل کے مصداق بن گئے۔ ۵

رہیئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
بے درو دیوار کا اک گھر بنایا چاہیئے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

نسبت ولایت

جماعتِ صوفیاء کرام کے نزدیک

——— یہ امر مسلمہ ہے کہ ہر ولی اللہ کے لئے کسی ایک نبی کی ولایت ہوتی ہے لہٰذا حضرت مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کے متعلق معارج الولایت کے حوالے سے آپ کے تذکرہ نویس متفقہ طور پر بیان کرتے ہیں کہ آپ کی ولایت[1] موسوی واقعہ ہوئی تھی اور آپ کا قلب اسرافیل کے قلب پر واقعہ ہوا تھا شوق و عشق کے غلبہ اور زیادہ غیرت اسی وجہ سے تھی کہ آپ کے حالات شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

حکایت

ماخوذ از اردو ڈائجسٹ شبستاں دہلی اگست ۱۹۷۶ صفحہ ۱۱۹ حضرت خواجہ خواجگان غریب نواز معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ "ایک مرتبہ آپ نے خواجہ جنید بغدادی سے پوچھا کہ آپ کو دیدار کیوں نہیں چاہیے؟ اگر آپ چاہیں تو ضرور میسر آئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ موسیٰ کی طرح مانگوں اور نہ ملے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بے مانگے ملیں بندے کی خواہش سے کیا واسطہ اگر وہ اس کے لائق ہے تو خود ہی حجاب اٹھائے جائیں گے اور تجلی ہو گی۔

[1] اقتباس الانوار

marfat.com

سے مشابہت رکھتے ہیں، کیونکہ صاحبِ اشرفی کہتے ہیں کہ شیخ نجم الدین کبریٰ رح کی ولایت موسوی تھی۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کلیر کی ویرانی کے بعد حضرت صابر رحمۃ اللہ بڑے شوق ذوق کے ساتھ ہر بات سے بے فکر ہوکر ریاضت مجاہدہ اور اشتغال کرنے لگے۔ جنگل کے جانوروں اور پرندوں کو ان سے بہت اُنس ہوگیا تھا اور شیر نر ان کے دروازے پر اپنی دُم سے جھاڑ دیتا تھا۔ لیکن عوام الناس سے کوئی بشر بھی ان کے نزدیک نہیں جاسکتا تھا۔ آپ کا استغراق اس قدر بڑھ گیا کہ ایک درخت گولر کی شاخ پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور مُصرِ دیدار و نظارہ تجلّیات خداوندی کے ہو گئے۔ اور حقیقتِ منتظر جب تک نگاہ میں نہیں سما گئی اسی گولر کی شاخ پکڑ کر کھڑے ہوئے بارہ سال گزر گئے۔ بدن سوکھ گیا۔ ہاتھ پیروں کے رگ پٹھے اکڑ گئے۔ ہڈیوں کے جوڑ ساکت ہو گئے۔ بدن کے کل حصّے خشک اور بے حرکت ہو گئے۔ غرضکہ جسم تمام کا تمام معطل و بے کار ہو گیا۔ صرف آنکھیں ہی جمالِ یار دیکھنے کے لئے کھُلی رہیں، آپ کی ولایت موسوی تھے لیکن خود موسیٰ نہیں تھے۔ بیت ؎

ربِّ اَرِنی کہہ تو دیا اُٹھتے ہی پردہ
تھے ہوش فراموش وہاں ہوش کہاں تھا

وہاں ایک طور ہی جل رہا تھا یہاں دشتِ کلیر میں چاروں طرف بارہ بارہ میل تک آگ کے شعلے موجیں مار رہے تھے۔ پر کیا مجال کہ ذرا آنکھ جھپکی ہو۔ وہاں آنکھیں چکا چوند ہو گئی تھیں، یہاں کھُلی ہوئی آنکھیں محوِ نظارہ محبوبِ حقیقی تھیں، اُدھر اجودھن میں بیٹھے ہوئے پیر و مرشد اپنے عزیز ترین شاگرد رشید کا یہ حال بذریعہ کشف دیکھ رہے تھے جب پیر دستگیر کو کامل یقین ہو گیا کہ برخوردار اس درجے پر پہنچ گئے ہیں کہ ؎

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

تو دریائے محبت جوش میں آگیا اور بعدِ نماز اشراق حلقۂ مریدین میں تشریف لاکر کیفیت فرزند ارجمند بیان کی اور کہا "میرا صابر بارہ برس سے گولر کا ٹہنہ پکڑے کھڑا

marfat.com

ہے۔ تم میں[1] سے کوئی ایسا ہے جو اُس کو جا کر بیٹھا دے۔ پیر و مُرشد کی یہ بات سن کر سب مرید حضرت صابر رح کے رُعب و جلال کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے خاموش رہ گئے۔ صرف حاضر مریدین میں ایک مردِ مجاہد نووارد اور نو آموز طالب علم باطنی جو ابھی تک باضابطہ حلقۂ ارادت میں شامل بھی نہیں ہوا تھا اور جس کے لئے پیر و مرشد حضرت بابا صاحبؒ نے یہ فرمادیا تھا کہ تیرا حصّہ کسی دوسرے مرشد کی ارادت میں ہے۔ مجمع مریدین میں سے کھڑا ہوا اور رضا کارانہ طور پر عرض کیا کہ "حضور اِس خدمت کے لئے میں حاضر ہوں"۔ ان کا نام حضرت خواجہ شمس الدین ترک رح تھا۔

---

[1] مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین

marfat.com

ساتواں باب

عالمِ جمال و رشد و ہدایت

روانگی حضرت شمس الدین حضرت شیخ الشیوخ العالم بابا گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شمس الدین ترک کو اپنے قریب بلایا اور ہدایت فرمائی کہ خبردار علی احمد صابر صاحب کے سامنے سے نہ گزرنا بلکہ ان کی پشت کی طرف سے ان کی خدمت میں داخل ہونا اور ان کو بٹھلانے اور کچھ کھلانے کی کوشش کرنا۔ خدا تیری مدد کرے گا۔ حضرت بابا گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بعد خواجہ شمس الدین ترک عازمِ کلیر ہوئے اور جمال الدین رح ابدال نے ان کو بتلایا کہ وہ علیم اللہ ابدال رح کی وساطت سے کلیر پہنچ سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ کچھ روز بعد علیم اللہ ابدال رح کی مدد سے کلیر پہنچ گئے اور جب آپ حضرت کے مقام سے کچھ فاصلہ پر رہ گئے تو آپ نے باآوازِ بلند قرآت کے ساتھ کلام اللہ پڑھنا شروع کر دیا اور پشت کی جانب کھڑے ہو کر کلام اللہ پڑھتے ہی رہے۔ بڑی دیر کے بعد حضرت صابر قدس سرہ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "پشت کی جانب کلام اللہ پڑھنا ٹھیک نہیں سامنے آکر پڑھو"۔ حضرت ترک رح ان کے سامنے تو آتے نہیں بلکہ کچھ آگے آکر بائیں ہاتھ کے قریب کھڑے ہو کر تلاوتِ کلام مجید کرتے رہے۔ چوں کہ حضرت ترک خوش الحان قاری تھے۔ اس لئے حضرت صابر رح بڑے شوق سے کلام اللہ سنتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت شیخ شمس الدین رح تلاوتِ کلامِ پاک کرتے کرتے رک گئے تو حضرت صابر رح نے

marfat.com

دریافت فرمایا، رُک کیوں گئے؟ اور پڑھو"۔ حضرت نے عرض کیا کہ "حضرت کھڑے کھڑے تھک گیا ہوں، اب کھڑے ہو کر پڑھنے کی سکت نہیں ہے"۔ حضرت ترک کا یہ جواب سُن کر آپ نے فرمایا "اچھا بیٹھ جاؤ، بیٹھ کر پڑھو"۔ اس پر حضرت ترک رحمۃ اللہ علیہ نے پھر عرض کیا کہ "یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور کھڑے رہیں یہ بندہ بیٹھ جائے"۔

بیعت حضرت شمس الدین ترک

چناں چہ کلام اللہ سننے کے شوق میں حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن بیٹھتے کیسے ہاتھ پیر سب شل ہو گئے تھے۔ حضرت شمس الدین رح نے سہارا دے کر بمشکل اسی گولر کے تنہ سے کمر لگا کر آپ کو بٹھلا دیا اور پھر کلام اللہ کی تلاوت کرنی شروع کر دی۔ اس کے کچھ دیر بعد حضرت ترک پھر پڑھتے پڑھتے رُک گئے اور حضرت قدس سرہ کے استفسار پر بیان کیا کہ میرا ارادہ اجودھین کو واپسی کا ہے۔ دیر ہوتی جا رہی ہے اگر حضور مستقل طور پر اس غلام کو اپنی خدمت کا شرف عطا فرمائیں تو یہیں قیام کر دوں اس کے جواب میں حضرت صابر قدس سرہ نے فرمایا کہ "تجھ کو میرے مرشد نے بھیجا ہے" اس پر حضرت ترک نے جواب دیا کہ "جیسا کہ حضور کو خود معلوم ہے، اب تو دریائے شفقت وفیض درجت جوش میں آگیا۔ حضرت کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ تو میرا فرزند ہے۔ اس سلسلہ میں مسالک السالکین کے مصنف کا قول ہے کہ حضرت ترک نے گانا جاری رکھا تھا اور چوں کہ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کو سماع کا شوق تھا۔ اس شوق میں آپ بیٹھ گئے تھے درست نہیں ہے۔ اوّل تو زیادہ تر روائتیں تلاوت کلام پاک کی نسبت ہیں۔ دوسرے حضرت ترک کو سماع سے شوق بھی نہیں تھا، جس کا ذکر آگے کیا جائے گا۔

اس وقت سے حضرت ترک رح حضرت قدس سرہٗ کے مرید ہو گئے اور باقاعدہ سلسلہ چشتیہ میں شریک ہو گئے۔ آپ کی تلاوت کا سلسلہ جاری ہی رہا کہ نماز مغرب کا وقت قریب آگیا تو آپ نے حضرت قدس سرہ سے عرض کیا کہ حضرت بھوک لگ رہی ہے کھانا کھانے کی حاجت ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس گولر کی گولریاں توڑ کر

marfat.com

اُبال لو اور کھا لو - چنانچہ حضرت ترک نے گولریاں توڑ کر اُبالیں اور قبل نماز مغرب مرشد کے سامنے پیش کیں - آپ نے کھانے سے انکار کیا - لیکن جب حضرت نے یہ کہا - کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں کھاؤں اور آپ نہ کھائیں تو حضرت قدس سرّہ نے بھی وہ گولریاں کھائیں - پھر حضرت ترک نے آپ کو وضو کرایا - اور دونوں نے نماز مغرب ادا کی -

نمازِ عشاء کے بعد حضرت صابر رحمۃ اللہ نے آپ کو ہدایت فرمائی " بعد نماز عشاء میرے نزدیک ہرگز نہ آنا، بلکہ دور الگ رہنا، تہجّد کی نماز کے وقت آنے کی اجازت ہے اور حضرت پر استغراق ہونا شروع ہوگیا اور حضرت ترک نے حسب ہدایت کچھ دور جاکر اپنی رات بسر کی - اب حضرت ترک کا روزانہ کا معمول ہوگیا کہ آپ تہجد کے وقت اپنے مُرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے ان کو استغراق کی حالت میں پاتے تو کان میں تین بار صلوٰۃ کہتے تو اُن کو ہوش آجاتا - اُن کو وضو کراتے، اور وہ بعد نماز تہجّد و فجر پھر عالمِ استغراق میں غرق ہو جاتے اور کبھی کبھی اُسی گولر کا ٹہنہ پکڑ کر کھڑے ہو جاتے حضرت ترک رح ان کو جب یاد دلاتے کہ نماز کا وقت قریب ہے تو آپ نماز ادا کرتے -

اب حضرت ترک نے ایک جھونپڑی جنگل سے درختوں کی ٹہنیاں اور پھونس اکٹھا کر کے اپنے مُرشد کے لئے دوسری کچھ دور فاصلہ پر اپنے لئے تیار کی اور دونوں وہاں رہنے لگے - حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کا روزانہ کا معمول تھا کہ دن میں ہر روز روزہ رکھتے تھے - افطار کے وقت جب حضرت شمس الدین رح گولریاں آپ کے سامنے پیش کرتے تو کبھی کبھی عالمِ استغراق میں فرماتے کہ " خدا کھانے پینے سے پاک ہے، پھر جب کچھ ہوش آتا تو فرماتے - ہاں ! ہاں لاؤ - خدا خدا ہی ہے اور آدمی آدمی ہی ہے

سوائے حضرت شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اور کوئی بنی آدم میں سے حاضر باش خدمتِ عالی میں نہیں رہتا تھا - صاحبِ بستان معرفت کے حوالہ سے منقول ہے کہ حضرت[1] -

---

[1] مسالک السالکین یعنی تذکرۃ الواصلین

شمس الدین حاضرِ خدمت رہتے اور جو ارشادُ زبانِ مبارک سے نکلتا فوراً اس کی تعمیل کرتے اگر اتفاقاً کچھ وقفہ ہو جاتا تو آپ فرماتے "شمس الدین اندھا ہو گیا ہے تو وہ اندھے ہو جاتے اور اگر کہتے کہ شمس الدین لنگڑا ہو گیا ہے تو وہ لنگڑے ہو جاتے تھے بعد ازاں جب آپ کو اپنے فرزند کا اندھا یا لنگڑا ہونا محسوس ہوتا تو بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے کہ اے رب العالمین میرا تو یہی ایک شمس ہے اس کو اچھا کر دے پس حضرت شمس الدین فوراً اپنی اصلی حالت میں آجاتے تھے۔ دن رات میں کئی کئی مرتبہ ایسے واقعات پیش آتے تھے۔

حکایت

ماخوذ از اردو ڈائجسٹ شبستاں ماہ اپریل ۷۷ء صفحہ ۱۱۳

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مرید اور شاگرد تھے۔ ان سے ملنے ایک دوسرے ہمعصر صوفی ابوبکر عتاش پہنچے تو دیکھا کہ حضرت داؤد طائی رح اپنے ہاتھ میں روٹی پکڑے ہوئے زار و قطار رو رہے ہیں ابوبکرؒ نے پوچھا "حضرت! کیا بات ہے کہ یہ روٹی ہاتھ میں لے کر آپ کیوں رو رہے ہیں؟" آپ بدستور روتے رہے اور جواب دیا "ابوبکر میں اس لئے رو رہا ہوں کہ اگر روٹیاں کھانے کا مسئلہ نہ ہوتا تو یہ وقت بھی جو روٹی کھانے میں لگتا ہے۔ عبادت میں ہی صرف ہوتا ہے۔ مجھے یہ سوچ کر بڑا دکھ ہوتا ہے کہ اے کاش! میرے اور خدا کے درمیان یہ پیٹ نہ ہوتا۔

کلیر کی حالت

اگر تاریخی لحاظ سے حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے تشریف لانے کے بعد کلیر کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو سن عیسوی کے مطابق آپ یہاں ۶۵۰ھ یعنی ۱۲۵۶ء میں تشریف لائے آپ کا ایک سال یہاں کے باشندگان کی اصلاح میں صرف ہوا، اور بارہ سال مجاہدہ میں گزر گئے، گویا تیرہ ۱۳ سال کا عرصہ ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ اس دوران میں کلیر کی حالت بیان کی جائے یہ بھی ضروری ہے کہ اُس زمانے کی ہندوستان کی حالت کا بھی جائزہ لیا جائے۔

marfat.com

مسلمانوں کی فتح کے پہلے راجپوت

ہندوستان کی حالت

حضرت صابر قدس سرہ ۱۲۵۶ء میں جب کلیر میں تشریف لاتے اس وقت سلطان ناصر الدین سلطان التمش کا تیسرا بیٹا ۱۲۴۶ء میں[1] دہلی کے تخت پر متمکن ہو چکا تھا اور اس نے ۱۲۶۶ء تک حکومت کی یہ بادشاہ نہایت نیک دل تھا۔ شاہی خزانے سے ایک حبہ بھی اپنے خرچ کے لئے نہیں لیتا تھا اور فقیرانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اپنے ذاتی اخراجات کے لئے قرآن شریف اور دوسری کتابیں لکھ کر اُن کے ہدیہ سے اپنی گزر اوقات کرتا تھا۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ بادشاہ یا سربراہِ مملکت کے چال چلن کا اثر اس ملک کے باشندوں پر ضرور پڑتا ہے کیونکہ سلطان ناصر الدین خود عالم فاضل اور فقیرانہ زندگی کا دلدادہ تھا۔ لہٰذا اس کے دور میں علم و ادب میں نمایاں ترقی ہوئی اور بہت سی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اسکے زمانے میں قاضی منہاج[1] سراج نے اپنی مشہور کتاب 'طبقات ناصری' لکھی، جس میں غلام خاندان کے بادشاہوں اور ہندوستان کے حالات کا ذکر ہے۔

اب یہی یہ دیکھنا ہے کہ بقول تذکرہ نویسان حضرت علی احمد صابرؒ کیا کلیر اس زمانے میں ۱۲۵۷ء جبکہ انہدامِ مسجد اور ویرانئ کلیر ظہور میں آئے ایک ایسا مقام تھا جس کا شمار ہندوستان کے بارونق۔ متمدن اور کثیر الآباد شہروں میں ہو سکتا تھا۔ جہاں کی جامع مسجد میں چار سو چنڈول سوار اور ہزاروں کی تعداد میں نمازی جمع ہوتے ہوں اور مسجد کے گرنے سے بقول صاحب مسالک السالکین کئی ہزار آدمی مسجد کے ملبہ میں دب کر مر گئے ہوں۔ یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ طبعی لحاظ سے کلیر کی جائے وقوعہ ایسے مقام پر تھی جہاں کوئی بڑا شہر اس وقت بوجہ جنگلات کے آباد نہیں تھا۔ دوسرے یہاں اگر کوئی ممتاز ریاست قائم ہوتی تو اس کا دربارِ دہلی سے ضرور تعلق ہوتا اور اس ریاست کی تباہی اور کئی ہزار آدمیوں کے جانی نقصان کی خبر دہلی دربار میں ضرور پہنچتی۔ جبکہ اس زمانے کے علماء و فضلاء تاریخ ہندوستان لکھنے میں مصروف تھے۔ وہ اس

---

[1] تاریخ ہندوستان اُردو از ڈاکٹر ایشوری پرشاد

marfat.com

واقعہ کو بھی سرخ عنوان سے اپنی کتابوں میں لکھتے۔ کیوں کہ یہ اتنا بڑا واقعہ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھا۔ پس اس وجہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کلیر ایک قلیل آبادی کا گاؤں تھا، جہاں کے باشندے کچھ تو انہدامِ مسجد کے خوف سے چلے گئے۔ کچھ طاعون کی وبا میں ہلاک ہو گئے۔ اور باقی ماندہ آتش زدگی کی بنا پر وہاں سے بھاگ نکلے تھے اور یہ خطہ گوشۂ تنہائی بن گیا تھا، جہاں کسی آدم زاد کا گزر نہیں تھا اور حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کی عادت کے عین مطابق تھا۔ کیونکہ ابتدائے زندگی سے آپ تنہائی پسند تھے اور حضرت پیر دستگیر رح نے آپ کی ولایت کے لئے ایسا ہی خطہ انتخاب کیا تھا۔ جہاں آپ کو عبادت، ریاضت اور مجاہدے کے لئے محل موقعہ آپ کی عادت کے موافق مل سکے۔

جہاں آپ کی کرامات مخفی رہ سکیں آپ مخفی ریاضت میں مشغول رہ سکیں اور آپ خوش و خرم رہیں۔ اب ویرانئ کلیر کو بارہ سال گزر گئے، آپ کا مجاہدہ پورا ہو گیا اس وقت حضرت شمس الدین ترک آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اس زمانے کے متعلق سیر اقطاب کے حوالہ سے اقتباس الانوار میں لکھا ہے اور محققین کی بھی یہی رائے ہے کہ " ان قدس سرہٗ کی حیات میں اتنی مخلوق روزانہ اطراف و جوانب سے نیازمندی کے ساتھ ان کی خدمت میں آتی تھی کہ وہ ویرانہ آبادی سے بہتر تھا اور حق تعالےٰ نے ان کو بے اندازہ اور بے شمار ایسے تصرفات عطا کئے

حکایت

ماخوذ از اُردو ڈائجسٹ شبستاں نئی دہلی اگست ۱۹۷۶ء صفحہ ۱۲۳

حضرت بابا صاحب ایک بار آستانہ حضرت خواجہ غریب نواز رح کی حاضری کے لئے اس وقت تشریف لے گئے تھے۔ جب اجمیر ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ حضرت کا مزار شریف ایک حجرے میں تھا، جس کے قریب زقوم کے درختوں کی قطاریں تھیں اور ان کے باہر حضرت کے خادموں کی جھونپڑیاں پڑی ہوئی تھیں جن کی گزر کھیتی باڑی پر تھی۔ مزار شریف کی خدمت کے علاوہ باقی وقت عبادت الٰہی میں بسر کرنا اُن کا مشغلہ تھا۔

marfat.com

تھے، کہ اس وقت کے تمام علماء اور مشائخ حیرت کرتے تھے"۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی احمد صابر قدس سرہ اس زمانے میں محض استغراق اور غلبہ کی حالت میں ہی نہیں رہتے تھے بلکہ بزرگان دین کی طرح اپنے اقوال و افعال سے بندگانِ خدا کو بلا امتیاز مذہب و ملت اپنے فیوض سے مستفیض فرماتے تھے۔ اور فریضہ تبلیغ اسلام بھی انجام دیتے تھے

عالمِ جمال

جب سے حضرت ترک آپ کی خدمت میں آئے اور حضرت مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد صابر قدس سرہٗ کے رہنے کے لئے جھونپڑی تیار کر کے ان کو وہاں مقیم کر دیا تو رفتہ رفتہ دیگر اشخاص کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ چوں کہ آپ کی ولایت صرف کلیر کے رقبہ تک محدود نہ تھی بلکہ کلیر کے مضافات بھی شامل تھے اگر موجودہ نقشہ پر غور کریں تو دہلی کو چھوڑ کر جہاں حضرت سلطان المشائخ کی ولایت تھی کوہِ شوالک تک کا علاقہ اندر حدود آپ کی ولایت تھا۔ اس لئے دور دور سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کے فیض سے مشرف ہو کر واپس ہوتے تھے۔ سلطان المشائخ کے مریدین کا بھی سلسلہ آمد و رفت جاری رہتا تھا۔ لیکن رات کو کوئی متنفس آپ کے پاس نہیں ٹھیر سکتا تھا۔ مسالک السالکین سے منقول ہے کہ جب کوئی دہلی سے حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد کرتا تو آپ کو پہلے ہی معلوم ہو جاتا تو آپ حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ سے فرما دیتے "اہل دہلی آرہا ہے ہانڈی میں نمک ڈال دینا"۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کا کوئی مرید حضرت مخدوم پاک صابر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام نیاز و پیغام رسانی حضرت سلطان المشائخ کے بعد حضرت مخدوم صابر قدس سرہ سے دریافت کرنے لگا کہ حضور کے کتنے مرید ہیں؟ آپ نے فرمایا "صرف ایک"، پھر آپ نے اس مرید سے دریافت فرمایا "تمہارے مرشد کے کتنے مرید ہیں؟" تو اس مرید نے جواب میں عرض کیا "جتنے آسمان پر ستارے" یہ جواب سن کر حضرت قدس سرہٗ مسکرائے اور فرمانے لگے

"شمس با ذرا اولیاء چوں آفتاب است"

ہمارا شمس! اولیاء میں مثل آفتاب کے ہے

marfat.com

اقتباس الانوار میں مراۃ الاسرار کے حوالے سے منقول ہے کہ حضرت سلطان المشائخ حضرت مخدومِ پاک کے معاصر تھے اور حضرت سلطان المشائخؒ سے آپ حد سے زیادہ محبت رکھتے تھے صاحب مسالک السالکین لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ کو آپ کی خاطر داشت یہاں تک منظور و ملحوظ تھی کہ جب کسی کو آپ کی خدمت میں بھیجتے تو اس کو تاکید فرما دیتے کہ حضرت قدس سرہ کی خدمت بوجہ احسن (خوب صورتی کے ساتھ) کرنا اور تعظیم و تکریم کا دقیقہ اُٹھا کر نہ رکھنا ایسا نہ ہو کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خاطر عاطر کو کسی قسم کا ملال پہنچے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخؒ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے خلیفہ خاص حضرت امیر خسروؒ حضرت مخدوم پاک قدس سرہٗ کی نیاز حاصل کرنے کے لئے کلیر تشریف لاتے اور حضرت کو اپنا کلام سُنایا۔ حضرت نے ان کا کلام سن کر اُن کے کلام کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ اپنے مرشد سے میرا اسلام کہنا۔ جب حضرت خسروؒ اپنے

حکایت

ماخوذ از الحسنات اسلامی اُردو ڈائجسٹ ماہ اگست ۱۹۷۳ء صفحہ ۵۴-۵۲

"خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اکیس ۲۱ اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے چھبیس ۲۶ خلیفہ ہوئے جو ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اسی طرح خواجہ فرید الدین کے تیئس ۲۳ خلفاء کا پتہ چلتا ہے جو اندرونِ ملک اسلامی خدمات انجام دیتے تھے۔ ان میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت خواجہ علاء الدین علی احمد صابر اور خواجہ جمال ہانسوی قابل ذکر ہیں۔ مشہور ہمعصر مؤرخ ضیاء برنی کی تاریخ فیروز شاہی سے ان حضرات صوفیائے کرام کی اسلامی تعلیم و صداقت اور غیر مسلم اقوام کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ بزرگ عوام کی ہدایت اور اصلاح پر مامور رہے۔

مرشد کی خدمت میں واپس پہنچے تو سلطان المشائخ نے آپ کی خیریت پوچھی اور بعد کو دریافت فرمایا "کیا تو نے میرے برادرِ بزرگ کو دیکھا ہے؟" تو حضرت خسروؒ نے عرض کیا کہ "ہاں

marfat.com

حضور میں نے اُن قدس سرّہٗ کو دیکھا ہے۔" یہ سن کر حضرت سلطان المشائخ نے اُن کی آنکھیں چوم لیں، جن سے انھوں نے حضرت قدس سرّہٗ کو دیکھا تھا۔ پھر پوچھا "کیا تو نے میرے بھائیؒ سے مصافحہ کیا تھا؟" اس پر بھی حضرت خسروؒ نے جواب دیا کہ "ہاں" تو حضرت سلطان المشائخؒ نے حضرت خسروؒ کے ہاتھ چوم لئے۔ جن سے حضرت خسروؒ نے حضرت قدس سرّہٗ سے مصافحہ کیا تھا۔

تذکرۂ اولیاء ہند سے روایت ہے کہ حسن نامی ایک قوال جو کہ حضرت بابا گنجشکر کی خدمت میں رہتا تھا۔ کچھ حاصل کرنے کے واسطے عازمِ سفر ہندوستان ہوا۔ جس مرید اور خلیفہ کے پاس گیا اُس نے اس کو بہت کچھ دیا۔ اس کو یہ خیال ہوا کہ اب کلیر چلئے کہ سیّد علاء الدّین علی احمد صابر کلیری خلیفۂ اعظم بابا صاحب کے بھانجے اور کلیر کے شاہ ولایت ہیں۔ وہاں بہت کچھ ملے گا۔ الغرض جب یہ کلیر پہنچا اور کلیر کو ویران پایا۔ آس پاس کے گاؤں کے لوگوں سے پتہ دریافت کیا کہ خانقاہ صابر کس جگہ ہے۔ ان لوگوں نے بتایا ایک ٹیلہ پر گولر کے پیڑ کے نیچے ایک پھونس کی جھونپڑی ہے۔ وہاں رہتے ہیں۔ الغرض وہ قوّال اُسی جگہ پہنچا، جھونپڑی کو خالی پایا۔ سمجھا کہ کسی حاجت ضروری کو گئے ہوں گے۔ جب دیر گزری اُس نے جھونپڑی کے گرد گھوم کر دیکھنا شروع کیا تو دیکھا گولر کا ٹہنہ پکڑے بیخود کھڑے ہیں۔ یہ قوال باادب کھڑا رہا۔ بہت دیر کے بعد آنکھ کھولی اور فرمایا "تو کیستی"، "تو کون ہے؟"۔ اس قوال نے جواب میں کہا کہ "فریدالدّین کا قوال۔" آپ نے فرمایا "کون فریدالدّینؒ" اُس قوّال نے جل کر جواب دیا "تمہارے شیخ"۔ اس وقت آپ نے تبسّم کر کے فرمایا کہ میرے شیخ اچھے ہیں؟" اور اس قوال کو جھونپڑی میں لے آئے۔ چولھے پر ایک ہانڈی رکھی ہوئی تھی۔ اس میں

حکایت

ماخوذ از شبستان اردو ڈائجسٹ ماہ اگست ۱۹۷۶ء صفحہ نمبر ۲۱-۲۰

ایک مرتبہ حضرت غوث الاعظم نے حضرت خواجہ اجمیری کی دعوت کی۔ حضرت نے قبول نہ کی اور کہا میں چشتی ہوں۔ اگر آپ میری پوری دعوت کا اہتمام فرمائیں تو میں آپ کی دعوت قبول کرتا ہوں۔ حضرت

marfat.com

سے چند گولر تھے وہ اس قوال کو مرحمت فرما کر رخصت کیا - یہ قوّال اپنے دل میں بہت جلا اور کہا کہ میں یہ گولرے جا کر بابا صاحب کو دکھادوں گا اور کہوں گا کہ آپ کے پیارے مرید نے یہ داتا دی بخشش، کی یہ سوچ کر وہ اجودہن آیا - جب بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آداب بجا لایا - قدمبوسی کر کے ہر ایک مرید کی خیریت عرض کی -

حضرت بابا صاحبؒ اپنے ہر ایک مرید کا حال پوچھتے رہے - آخر میں آپ نے پوچھا میرے صابرؒ کو بھی دیکھا ہے تو اس نے عرض کیا میں بہت اُمید کر کے گیا تھا مگر وہاں تو جھونپڑی بھی ثابت نہیں تھی - اور بڑے مغرور ہیں - بڑی دیر تک کھڑا رہا آپ حالتِ سکر (بیہوشی) میں تھے جب چشم کھولی - میں نے سلام کیا، پوچھا تو کون ہے، میں نے کہا، بابا فرید الدین کا قوال اِس پر انجان بن کر پوچھا، کون فرید الدین میں نے کہا تمھارے پیر، اس وقت کہا کہ ہمارے شیخ اچھے ہیں، اور یہ گولر داتا ری کے ہیں - کمر سے گولر نکال کر پیش کئے حضرت بابا صاحبؒ نے دو گولر خود نوش

غوث الاعظم نے پوری دعوت کا مفہوم دریافت فرمایا تو حضرت نے کہا - رُوح کی غذا بھی دعوت میں ہونی چاہئے حضرت غوث الاعظم کو حضرت کی خاطر منظور تھی - حضرت کی درخواست منظور کی اور ارشاد فرمایا - اگرچہ ہمارے مشرب میں سماع جائز نہیں لیکن ہمیں آپ کی خاطر منظور ہے - دعوت کا اہتمام ہوا حضرت نے پھر کہا کہ رُوح کی غذا درکار ہے اس کے بغیر دل بے قرار ہے - اس وقت بہت سے اولیاءِ عظام اس مجلسِ عالی مقام میں موجود تھے - حضرت غوث الاعظم نے مجلس ترتیب دے کر سب کو بٹھایا اور ایک خاص خادم کو چادر مبارک دے کر ارشاد فرمایا کہ جس وقت ہم مجلس سے باہر چلے آئیں اس وقت یہ چادر ہمارے حجرے کے اندر بچھا دینا اور باہر سے حجرے کے کواڑ بند کر دینا - حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چادرِ مبارک حجرے کے اندر بچھا کر باہر سے کواڑ بند کر دئیے گئے - کواڑ بند ہوتے ہی صدہا قسم کے راگ و ساز کی آواز حجرۂ مبارک سے آنے لگی اور محفل سماع ایسی گرم ہوتی کہ شاید ایسی کہیں نہ ہوئی ہوگی -

حاضرین کی وجہ سے اس قدر شور و غوغا

marfat.com

فرمائے۔ باقی حاضرین کو دئے اور دو رکعت نماز دوگانہ ادا کر کے کہا کہ آج سے میں شیخ ہوا۔ حاضرین نے دریافت کیا "کیا پہلے آپ شیخ نہیں تھے؟" فرمایا کہ "یہ کلمہ کہنے والا صابر نہیں تھا بلکہ اور تھا" ان گولروں میں سے قدرے جن حاضرین کو دئے تھے اور جنھوں نے وہ گولر کھائے ان کے نورِ باطن میں ترقی ہوئی۔

سماع اور شاعری

سماع کے معنی سننا مجازاً معنی وجد۔ ناچ۔ راگ۔ گانا سننا راگ کے ہیں[1] صوفیاء کرام کے نزدیک سماع کا مطلب قوالیاں سننا ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ قوال نمازی ہوں۔ اور جب وہ اپنا پروگرام محفل سماع میں پیش کریں تو باوضو ہوں۔ خواجگان چشتیہ سلسلہ میں باستثناء چند خواجگان کے قریب قریب تمام مشائخ سماع کے بے حد شائق تھے وہ سماع کو اپنی رُوحانی غذا سمجھتے تھے۔ حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی سماع سے رغبت تھی۔ اکثر قوال آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے کلام کا نذرانہ حضور کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

ہوا کہ ہر فردِ بشر اور دیکھنے والوں کی زبان سے یہ کلمہ نکل رہا تھا کہ الٰہی اپنا رحم فرما حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ عصاء مبارک کو زمین پر اس قدر زور سے ٹیکے ہوئے کھڑے تھے کہ آپ کا چہرۂ مبارک سُرخ ہوگیا تھا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ پر عجیب حالت طاری تھی۔ جس وقت دستِ مبارک اُٹھ جاتا۔ یا چشم مبارک کا اشارہ ہوجاتا۔ شورِ قیامت برپا ہوجاتا۔ سیکڑوں آدمی بیہوش اور زخمی ہوگئے۔

حضرت غوث الاعظم اور حضرت کے ایماء پر محفل سماع برخاست ہوئی۔ حاضرین محفل میں سے ایک شخص نے حضرت غوث الاعظم سے عرض کیا۔ حضرت آپ دورانِ سماع کھڑے کیوں رہے۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا کہ جس وقت مجلس سماع عاشقان خدا گرم ہوئی میں بحکم الٰہی باہر مجلس کے کھڑا اپنے عصا سے زمین کو دبائے ہوئے تھا کہ کہیں زمین کو لرزہ نہ آئے اور مخلوق کی جان و مال کو نقصان نہ پہنچے اور جس وقت حضرت خواجہ صاحبؒ پر کیفِ بے خودی طاری تھی اور ہر طرف سے الٰہی خیر کی صدائیں آتی تھیں میں اس وقت زمین کو دبائے اور تھامے ہوئے

---

[1] لغات کشوری صفحہ ۳۹۴

marfat.com

مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین میں لکھا ہے "کہ آپ سماع کے حد درجہ مشائق تھے۔ اکثر سماع سنا کرتے تھے۔ کبھی شیخ شمس الدین ترک رحمتہ اللہ علیہ خود سماع سناتے کبھی آپ کی خواہش پاتے تو قرب و جوار سے قوالوں کو بھی بلا لیتے۔ وہ لوگ بہت دور بیٹھ کر آپ کو گانا سناتے تھے۔

تھا کہ میرا چہرہ سرخ ہو گیا اگر میں مجلس سماع میں نہ ہوتا تو آج ہی قیامت صغریٰ نازل ہو جاتی۔

پند و نصائح

جب سے حضرت ترک رحمتہ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں رہنے لگے تھے آپ بھی اپنی جمالی کیفیت میں آ گئے تھے۔ لوگوں کی آمد و رفت کافی ہو گئی تھی۔ آپ اپنے پند و نصائح سے اُن کو نوازتے تھے۔ اور کبھی کبھی شاعری کا بھی شوق پورا فرمانے لگے تھے۔ آپ کے پند و نصائح کے سلسلہ میں اِس خاکسار راقم الحروف کے پاس جناب احسان قریشی صابری۔ ایم، اے پنجاب۔ ڈی کام۔ لندن جیمبر پی۔ ای ایس پرنسپل گورنمنٹ کمرشیل انسٹی ٹیوٹ سیالکوٹ (پاکستان) نے ایک مطبوعہ پمفلٹ از ملفوظات مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ بھیجا ہے جس کی نقل درج ہے اور پمفلٹ بارہ موتی کے نام سے شائع ہو کر عوام میں تقسیم ہوا ہے۔

---

marfat.com

نقلِ بارہ موتی

از ملفوظات مخدوم علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

۱- اے فرزندِ آدم! روزی کا غم نہ کھا، جب تک کہ میرا خزانہ بھرا ہوا ہے اور یاد رکھ یہ خزانہ کبھی خالی نہ ہوگا۔

۲- اے فرزندِ آدم! سوائے میرے کسی سے محبت مت کر اور کسی سے مت مانگ جب تک کہ تو مجھے پائے۔ اور تو مجھے (جب چاہے گا) ہمیشہ موجود پائے گا۔

۳- اے فرزندِ آدم! میں نے سب چیزیں تیرے لئے بنائی ہیں۔ اور تجھ کو اپنے لئے۔ پس تو اپنے آپ کو دوسروں کے دروازوں پر ذلیل مت کر۔

۴- اے فرزندِ آدم! جس طرح میں تجھ سے کل کا عمل نہیں مانگتا اسی طرح تو بھی مجھ سے کل کے لئے روزی نہ مانگ ۔ توکّل پر عمل پیرا ہو۔ سب تجھ کو مل جائیگا۔

۵- اے فرزندِ آدم! جس طرح سات آسمان، عرش و کرسی اور سات زمینوں کو میں پیدا کرنے سے قاصر نہیں ہوا، اسی طرح تجھے پیدا کرنے اور روزی عطا کرنے پر بھی عاجز نہیں ہوں گا، بیشک تجھ کو روزی پہنچاؤں گا۔

۶- اے فرزندِ آدم! جس طرح تیری روزی نہیں کھوتا اسی طرح تو بھی میری عبادت نہ چھوڑ، اور میرے حکم کے خلاف مت کر۔

۷- اے فرزندِ آدم! جس طرح میں نے تیری قسمت میں لکھ دیا اسی تک راضی رہ اور نفسِ امّارہ سے مغلوب نہ ہو۔

۸- اے فرزندِ آدم! میں تیرا دوست ہوں اور تو بھی میرا دوست بنا رہ۔ اور محبت اور عشق سے کبھی خالی نہ ہو۔

marfat.com

۹۔ اے فرزندِ آدم! میرے غصہ سے بے خوف نہ ہو۔ جب تک پل صراط سے گزر کر جنت میں نہ چلا جاوے۔

۱۰۔ اے فرزند! تو مجھ پر اپنے نفس کی مصلحت کے باعث غصہ ہوتا ہے لیکن اپنے نفس پر میری رضامندی کے لئے کبھی غصہ نہیں ہوتا۔

۱۱۔ اے فرزندِ آدم! ظالم بادشاہ اور امیر کبیر سے مت ڈر۔ جب تک میری سلطنت قائم ہے اور میری سلطنت ہمیشہ کے لئے ہے۔ اس کو زوال نہیں۔

۱۲۔ اے ابنِ آدم! اگر میرے تقسیم رزق پر راضی ہو جائے تو تو اپنے آپ کو عذاب سے چھڑائے گا اور اگر تو اس پر راضی نہیں تو تو اپنے آپ خواہ جانوروں کی طرح جنگل میں دوڑائے۔ قسم ہے مجھے اپنی عزت کی تجھ کو کچھ حاصل نہیں ہوگا مگر اس قدر رزق جو میں نے روزِ ازل سے تیرے مقسوم میں لکھ دیا ہے، پاوے گا۔

یہ زمانہ آپ کا ارشاد و تبلیغ میں گزر رہا تھا۔ آپ بلا کسی امتیاز کے سب کو راہ حق کی ھدایت میں مصروف تھے۔ کلیر کے چاند میں صفحہ ۶۵ پر لکھا ہے کہ "حضرت فرماتے ہیں کہ انسان بے وقوف ہے وہ نہیں سمجھتا کہ اس کا جسم گنے کی طرح ہے۔ جس طرح گنے میں مٹھاس ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کے جسم میں عجیب عجیب روحانی چیزیں موجود ہیں اس نے اپنی کوتاہئ عقل کی وجہ سے اپنے جسم کو جو گنے کے مانند ہے ببول یعنی کانٹا بنا لیا ہے جس طرح گنے کو پیل کر گڑ یعنی مٹھائی بنائی جاتی ہے اسی طرح انسان کو چاہیئے کہ ریاضت و مجاہدات کر کے اپنے اندر لطافت پیدا کر کے عرفان کی شیرینی حاصل کرے حضرت نے اپنے اس مضمون کو ایک شعر میں اس طرح ادا کیا ہے۔

یہ تن بردا ایکھ تھا میں ببول کر دین
گنے میں گڑ پر کھ لو کہیں علاء الدین

اسی صفحہ کے آخیر میں لکھا ہے کہ "حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چند اقوال ہیں جو

marfat.com

حسب ذیل ہیں۔

۱۔ شریعت بھی کیا چیز ہے جو حضوری سے دربار میں لے آتی ہے۔

۲۔ ایک دل میں دو کو جگہ دینا ممکن نہیں۔

۳۔ جاہل اور لالچی صوفی شیطان کا مسخرہ ہے۔

۴۔ جو فقیر امیروں کے دروازے پر جاتا ہے وہ مکار ہے۔

۵۔ رات کو سوتے وقت سوچنا چاہیئے کہ آج کتنے نیک کام کئے ہیں۔

۶۔ اضطراب اور رقّت کی حالت میں دعا مانگنی چاہیئے۔

۷۔ راہبر میں اتنی طاقت ہونی چاہیئے کہ وہ طالبِ ہدایت کی کمزوریوں کو اپنی باطنی قوّت سے دُور کر دے۔

۸۔ ترکِ دنیا سے مطلب ترک مکروہاتِ دنیا ہے۔

۹۔ اگر باعظمت بننا ہو تو سادہ اور حق پرستی کی زندگی اختیار کرو۔

شاعری

کہا جاتا ہے کہ اس زمانے میں بھی عالم استغراق میں آپ کی زبان مبارک سے معرفت کے عمدہ عمدہ اشعار نکل جاتے تھے۔ جن کو حضرت شمس رح یاد کر لیتے تھے۔ انھوں نے آپ کے اشعار کا کوئی دیوان بھی مرتب کیا تھا۔ چناں چہ برابر میں لکھی ہوئی غزل اسی دیوان سے منسوب ہے۔ اسی طرح ہندوستانی میں ایک شعر جو زبانِ زدِ خاص و عام ہے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنا تخلّص صابر فرماتے تھے۔ اور اس شعر میں بھی استغراق پایا جاتا ہے۔ بیت

اِس طرح اس میں ڈوب لے صابر

کہ بجز ھُو کے غیر ھُو نہ رہے

خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل میں مرقوم ہے کہ حضرت بابا صاحب گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ

غزل

ماخوذ از رسالہ کاشانہ صابری پیران کلیر شریف شمارہ ۱۲/۱۶ بابتہ ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۸۹ھ مطابق مارچ ۱۹۷۰ء

کلام فائز المرام : انتخاب از ارمغانِ صابر

دیوان

سیّدنا مخدوم علی احمد صابر رح کلیری

مرا از طلعت رویت نظر سوخت

چگونہ می تواں دیدن بصر سوخت

marfat.com

فرمایا کرتے تھے کہ میرے ظاہری اور باطنی
علوم شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ میں
سرائیت کر گئے ہیں اور میرے بزرگ
پیروں کے ظاہری اور باطنی علوم شیخ
علاء الدین صابر رح میں اثر کر گئے ہیں
حضرت گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت صابر
قدس سرہٗ سے انتہائی محبت تھی مراۃ
الاسرار سے واضح ہے کہ حضرت بابا
گنجشکر رح نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میرے سینہ
کا علم شیخ نظام الدین بدایونی کو اور
میرے دل کا علم شیخ علاء الدین صابر کو
پہنچا ہے" زمانہ تعلیم ظاہری و باطنی میں
حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا گنجشکر
کی خدمت میں رہے اور جب سے خرقہ
خلافت آپ کو عطا ہوا۔ آپ کلیر میں ہی
رہے اور پھر اجودھین نہیں گئے لیکن
حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ آپ کی طرف
سے ہر طرح باخبر رہتے تھے۔ آپ کا شجرہ سلسلہ بعیت حسب ذیل ہے:

دلِ شوریدۂ من زیرِ پاپیش
ز آہِ خویشتن شمس و قمر سوخت
نمی دانم بجاناں چوں رسم من
ز نورِ سینۂ من راہبر سوخت
ظفر یابم ز رزم لشکرِ ہجر
کہ از انفاس گرم من چو زر سوخت
ز تابِ آتشِ سودائے عشقت
متاعِ سینۂ من سر بسر سوخت
بجائے آب آتش می زند جوش
ازاں در چشم من گنج و گہر سوخت
ازیں سودا چگونہ جاں تواں برد
بیک دم شعلہ آتش جگر سوخت
شبِ ہجراں چرا آخر ندارد
ز سوزِ ہجر من گوئے سحر سوخت
نگہ افتاد چوں بر سدرہ صابر
ز گرمیٔ نگاہ من سدرہ سوخت

شجرہ سلسلہ بیعت[1]

حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ عبدالواحد رح

حضرت فضل بن عیاض رح

حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی

حضرت ابو حذیفہ مرعشی رح

حضرت ابو ہبیرہ بصری رح

حضرت خواجہ ممشاد علا دینوری رح

حضرت ابو اسحاق شامی حسنی رح

حضرت خواجہ ابو یوسف حسنی رح

حضرت خواجہ قطب الدین مودود رح

حضرت حاجی شریف زندانی رح

حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتی رح

حضرت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اجمیری

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رح

حضرت مخدوم پاک سید علاالدین علی احمد

صابر رح

---

[1] تاریخ آئینہ تصوف

marfat.com

آٹھواں باب

آخری زمانہ و عطائے خرقہ خلافت و وصیت

آخری زمانہ سنینِ عیسوی کے لحاظ سے شمار کیا جائے تو حضرت صابر قدس سرہٗ کے کلیر میں تشریف لانے کے تیرہ برس بعد یعنی ۱۲۶۹ء میں حضرت شمس الدین رحؒ آپ کی خدمت میں آئے اور آپ کے تشریف لانے کے بعد ۶۶۴ھ مطابق ۱۲۷۰ء میں حضرت بابا فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔ جب صابر رحمۃ اللہ علیہ کو پیر دستگیر کے وصال کے اطلاع ملی تو آپ کو کمال درجہ کا صدمہ ہوا۔ اور فرمایا میرے مرشد کو فنا اور بقا دونوں حاصل ہیں۔ اس پر حضرت شمسؒ نے دریافت کیا کہ حضرت یہاں فنا اور بقا سے کیا مراد ہے تو حضرت نے فرمایا کہ وقت آنے دو تم کو معلوم ہو جائے گا۔" اب حضرت شمس ترکؒ کو آپکی خدمت میں انیس سال کے قریب گزر گئے ہیں یعنی ۶۸۹ھ کے شروع اور ۱۲۹۰ء کے آخر کا زمانہ ہے۔

عطائے خرقہ خلافت و وصیت چناں چہ ایک روز حضرت شمس الدین رحؒ کو اپنے پاس بلا کر حضرت قدس سرہ نے ان کو قریب بٹھایا سلسلۂ چشت کے مطابق اسمِ اعظم کی تعلیم دی اور خرقۂ خلافت آپ کو عطا فرمایا اور ہدایت کی جا روزی کما یہاں مت ٹھیرنا اور جس روز تجھ سے کوئی خلافِ معمول کرامت عجیبہ ظاہر ہو تو سمجھ لینا کہ میرے مرشد کا وصال ہوگیا ہے فوراً آکر اپنے مرشد کو دفن کرنا کہ تو میرا فرزند ہے

---

[1] تاریخ آئینہ تصوف۔

marfat.com

سوائے تیرے بندگانِ خدا میں سے کوئی میری تدفین و تکفین میں شامل نہ ہوگا ۔ اس کے بعد پھر اس سرزمین پر نہ ٹھیرنا بلکہ پانی پت چلے جانا۔"

یہ سن کر خواجہ شمس الدین نے حضرت رح سے دریافت کیا کہ "کیا حضور کو غسل دیا جاویگا تو حضرت نے فرمایا "ہاں غسل! اس پر حضرت شمس الدین نے عرض کیا "جبکہ بندگانِ خدا میں سے وہاں کوئی نہ ہوگا اور میں تنہا ہوں گا تو غسل کیسے دوں گا۔" آپ نے فرمایا "ارادہ کرلینا غسل ہوجائے گا اور جس چیز کی تجھ کو ضرورت ہوگی، اس کا خیال اپنے دل و دماغ میں لاتے رہنا خود بخود تیری ضرورت پوری ہوتی رہے گی۔" پھر حضرت شمس رح نے پوچھا کہ "حضور کا کفن کہاں سے آئے گا"، تو فرمایا "تو مہیا کرے گا۔" لیکن خوشبو فرشتے اپنے ساتھ لائیں گے۔ آخیر میں حضرت شمس رح نے عرض کیا کہ "مرشد! پانی پت میں تو حضرت شرف الدین بو علی قلندر پہلے ہی سے موجود ہیں۔" اس کے جواب میں حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا "ڈرومت[1] اُن کا وقت آخیر آگیا ہے اور جب تم وہاں پہنچو گے وہ وہاں سے چلے جائیں گے۔"

بزرگانِ پانی پت کے مصنف جناب مولوی سید محمد میاں صاحب اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ کلیری رح مرکز پانی پت کے ذمہ دار اعلیٰ (قلندر) کے حالات سے واقف رہتے تھے۔ ایک طرف قلندر صاحب کی عمر کا تقاضا تھا، دوسری طرف استغراق کی کیفیت روز افزوں تھی۔ اس بنا پر حضرت خواجہ کلیری رح سمجھ چکے تھے کہ ارشادِ تبلیغ کی ذمہ داری اب قلندر صاحب نہیں سنبھال سکیں گے۔ لہٰذا آپ نے حضرت شمس الدین کو وہاں مامور کردیا۔"

حضرت خواجہ شمس الدین ترک

حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی ترکستان کے رہنے والے تھے۔ سلطان بلبن کے زمانہ میں اپنے والدین کے ہمراہ ہندوستان میں تشریف لائے تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم آپ کے وطن میں ہی آپ کے والد کی زیرِ نگرانی تکمیل کو پہنچی تھی۔ آپ ظاہری علوم منقول و معقول کے ماہر تھے۔ اب آپ باطنی تعلیم کی تلاش میں اجودھن حضرت بابا گنج شکر رح کی خدمت میں حاضر ہوکر علمِ باطنی کے طلب گار ہوئے۔ لیکن حضرت بابا صاحبؒ نے آپ کو اپنا مرید نہیں کیا، بلکہ یہ

---

[1] اقتباس الانوار

marfat.com

فرما دیا کہ تیرا حصّہ ایک دوسرے مرشد کے پاس ہے ۔ آپ نے اجودھین میں رہ کر قرآن شریف حفظ کیا، اور نہایت خوش الحانی سے قرآت کے ساتھ آپ کلام پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے حضرت بابا کی اجازت سے آپ حضرت صابر رح کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ۔ اور انہیں سے مرید ہوئے تھے ۔ سترّہ سال تک بطور مُرید اُن کی خدمت میں رہے ۔ جب حضرت صابر نے خرقۂ خلافت عطا کر کے اور اپنی وصیت سے سرفراز کر کے آپ کو کلیر سے رخصت کر دیا تب آپ نے دھلی جانے کا قصد کیا ۔

کسب معاش

دہلی میں آپ کے والد و دیگر قریبی رشتہ دار شاہی فوج میں ملازم تھے آپ کی بھی دلی خواہش تھی کہ آپ فوج میں بھرتی ہو کر مطابق شرع شریف کسی جہاد میں شریک ہو کر سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ادا کریں کیونکہ یہ سنت ادا کرنی باقی رہ گئی تھی ۔ یہ زمانہ بروے شمار ۶۸۹ ھ مطابق ۱۲۹۰ ئ بر آمد ہوتا ۔ جبکہ دہلی میں سلطان بلبن کا پوتہ کیقباد اپنی عیاشی اور کاہلی کے صلہ میں قتل ہوگیا تھا اور اس کے بعد سلطان جلال الدین خلجی دہلی کے تخت پر قابض ہوگیا تھا ۔ اس دوران میں کیقباد کی عدم توجہی سے سلطنت دہلی کے تمام سردار اور صوبیدار خودمختار ہونے کی کوشش کر رہے تھے اور سلطان جلال الدین خلجی کو اُن کی سرکوبی کے لئے مزید فوج کی ضرورت تھی اور فوج میں بھرتی جاری تھی ۔ چوں کہ شریعتِ محمدی میں بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنا درست نہیں ہے اور بغاوت کی بیخ کنی کرنا جہاد کی تعریف میں آتا ہے

کیقباد

ماخوذ از تاریخ ہندوستان مصنفہ ڈاکٹر ایشوری پرشاد صفحہ نمبر ۱۵۵

بلبن کا پوتہ کیقباد کاہل اور عیاش طبع آدمی تھا ۔ وہ اپنا وقت عیاشی میں برباد کرتا تھا ۔ آخر سلطنت میں ہر چہار طرف فتنہ و فساد برپا ہونے لگا اور سردار خودمختاری کی ہوس کرنے لگے یہ دیکھ کر کیقباد کا باپ بغرا خاں اس کو سمجھانے کے لئے بنگال سے دہلی آیا، لیکن کیقباد نے اس کی نصیحت کی مطلق پرواہ نہ کی ۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد جلال الدین خلجی سپہ سالار فوج نے بادشاہ کو مروا ڈالا اور اس کی نعش

اس لئے حضرت ترک شاہی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ تاکہ جہاد میں شامل ہو کر سنتِ رسول ادا کر سکیں۔

ڈاکٹر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں جلال الدین خلجی کے زمانے میں مغلوں نے کئی بار حملے کئے۔ مگر شاہی فوج نے انھیں لاہور سے آگے تک ہٹا دیا۔ مالوہ اور رنتھمبور پر بھی فوج کشی کرنے کا ذکر کیا ہے ۱۲۹۱ء میں کڑا کا حاکم چھجو خاں باغی ہو گیا اور بہت سے لوگ اس کے مددگار ہو گئے۔ جلال الدین خود ایک جرار فوج لے کر اس کی سرکوبی کو گیا شاہی فوج نے چھجو خاں کی فوج کو شکست دی، لیکن چھجو خاں نے قلعہ کو اتنا مستحکم کر رکھا تھا کہ شاہی فوج قلعہ میں نہیں گھس سکی اور بادشاہ قلعہ فتح کرنے کی امید میں قلعہ کا محاصرہ کئے پڑا رہا۔ حضرت شمس رح اسی فوج میں شامل تھے۔

سردی کا موسم تھا۔ شاہی بہشتی کو سلطان کے وضو کرانے کے لئے پانی گرم کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس کو حضرت شمس رح کے خیمہ میں سوختہ ملا جس کو جلا کر اس نے پانی گرم کر کے سلطان کو وضو کرایا

کو جمنا میں پھنکوا دیا۔ کیقباد کے مرتے ہی غلام خاندان کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

دوسری روایت

ماخوذ از شبستان اردو ڈائجسٹ نئی دہلی اپریل ۱۹۷۶ - صفحہ ۴۰

کیقباد اپنی جوانی ہی میں بوجہ اپنی عیاشی کے لقوہ (فالج) کی بیماری میں مبتلا تھا جلال الدین قریب المرگ بادشاہ کو مار کر خواہ مخواہ اپنے ہاتھ رنگین نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ملکِ خطیر کے جو کیقباد کا وزیر تھا اور جس کو کیقباد نے بڑی ذلت کے ساتھ قتل کرا دیا تھا بیٹوں کو بلایا۔ اور پوچھا "کیا تمھیں اپنے باپ کی ذلت اور رسوائی کے ساتھ قتل کا انتقام لینا نہیں ہے۔

انھوں نے جواب دیا "ہاں اگر موقع مل جاتے" اس پر جلال الدین نے بادشاہ کے محل کا جہاں وہ آخری سانسیں لے رہا تھا۔ راستہ صاف کرا دیا اور ملک خطیر کے بیٹوں نے محل میں گھس کر بادشاہ کو پہلے چادر میں لپیٹا۔ پھر کئی بار اس کی چادر میں لپٹی ہوئی لاش کو زمین پر ٹپک کر دریائے جمنا میں پھینک دیا۔ (خلاصہ)

لے تاریخ ہندوستان ڈاکٹر ایشوری پرشاد صفحہ نمبر ۱۵۷۔

marfat.com

اس دن سے اس بہشتی کا یہ معمول ہوگیا کہ روزانہ فجر کی نماز کے لئے وضو کا پانی گرم کرنے کے واسطے سوختنہ لینے حضرت شمس رح کے ڈیرے میں آتا اور سوختنہ لے جاکر پانی گرم کرکے سلطان کو وضو کراتا تھا۔ ایک روز اتفاق سے حضرت شمس رح اس کو اپنے ڈیرے میں نہیں ملے۔ وہ تلاش میں تالاب کی طرف جو کہ شاہی لشکر کے پڑاؤ کے قریب تھا چل دیا اور دیکھا کہ وہاں حضرت وضو فرمارہے تھے۔ اس بہشتی کو خیال ہوا کہ حضرت رح نے اس سردی کے موسم میں تالاب کے ٹھنڈے پانی سے کیسے وضو کیا۔ یہ بہشتی تالاب پر گیا اور پانی میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو جہاں حضرت شمس وضو فرمارہے تھے اس جگہ کا پانی گرم تھا اور باقی حصہ میں تالاب کا پانی ٹھنڈا تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر بہشتی کو بڑا اچنبھا ہوا اور اگلے روز پھر چھپ کر اس واقعہ کی جانچ کی تو اگلے روز بھی وہی حال پایا جیسا کہ گزشتہ روز دیکھا تھا۔ اس بہشتی نے یہ تمام کیفیت سلطان کو تبلادی اور تیسرے روز خفیہ طور پر سلطان کو بھی اس پانی کا مشاہدہ کرادیا۔ لیکن سلطان نے بہشتی کو ہدایت کردی کہ وہ اس معاملہ کے متعلق کسی اور سے تذکرہ نہ کرے۔

آثار وفات حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ

یہ واقعہ سلطان بچشم خود دیکھنے کے بعد آپ کی کرامت کا قائل ہوگیا اور خیال کرتا رہا کہ وہ حضرت شمس رح کی خدمت میں حاضر ہوکر قلعہ کی فتح کے لئے دعا کرائے گا کہ اتفاقاً ایک روز تہجد کی نماز کے وقت بڑے زور سے آندھی چلی اور آندھی کے بعد موسلا دھار بارش ہونے لگی، شاہی فوج کے جس قدر ڈیرے تنبو میدانِ جنگ میں لگے ہوئے تھے سب زمین پر گر پڑے لیکن وہ خیمہ جس میں حضرت شمسؒ مقیم تھے اور وہ موم بتی جلا کر اس کی روشنی میں تلاوت کلامِ پاک فرمارہے تھے بدستور کھڑا ہوا تھا اور موم بتی بھی برابر جل رہی تھی۔ حضرت شمس کے ڈیرے کو دیکھ کر لشکر کے تمام فوجی حیران و ششدر رہ گئے اور تمام شاہی فوج میں آپ کی کرامت کا چرچا ہوگیا۔ سلطان جلال الدین خلجی کو بھی یہ حال معلوم ہوا اور وہ بہ نفسِ نفیس آپ کے ڈیرہ پر حاضر ہوا اور یہ ماجرا دیکھ کر آپ سے قلعہ فتح کرنے کی درخواست کی چنانچہ آپ نے قلعہ فتح ہونے کے لئے دُعا کی اور حضرت کی دُعا سے قلعہ فتح ہوگیا۔ آپ

marfat.com

کو اب اپنے مُرشد کی وصیت کے مطابق یقین کامل ہو گیا کہ میرے مُرشد کا وصال ہو گیا ہے
انّا اللہ وانا علیہ راجعون ۔

تاریخ وصال حضرت صابرؒ

حضرت مخدوم پاک سیّد علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرتِ آیات کے متعلق روایات منقول ہیں ۔تذکرہ اولیا ۔ ہند میں روایت ہے کہ حضرت کا وصال ۱۳ ربیع الاوّل ۶۹۰ھ میں عین حالت سماع میں بعہد جلال الدّین خلجی واقعہ ہوا ۔ اقتباس الانوار میں ایک روایت کے مطابق ۶۶۴ھ ہے ۔ سیر الاقطاب کے مطابق روایت ثانی سے جو اس نے اختیار کی ہے ''جان گنجشکر بود'' کے اعداد سے ۶۹۰ھ برآمد ہوتا ہے ۔ خزینۃ الاصفیاء میں معارج الولایت کے حوالے سے ۱۳ ربیع الاوّل ۶۹۰ھ درج ہے اور حدیقۃ الاولیاء میں ۶۹۰ھ بحالت سماع اور بوقت وفات حضرت شمس الدین کی موجودگی تحریر کی ہے مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین میں آں حضرت کی تاریخ وفات ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ بروز پنجشنبہ بعہد سلطان جلال الدین خلجی درج ہے ۔مصنّف کلیر کا چاند کتاب بستان کے حوالہ سے ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ بتاتا ہے ۔ قریب قریب تمام ان محققین کی رائے ہیں آپ کی وفات کی تاریخ ۱۳ ۔ ربیع الاوّل ۶۹۰ھ ہے ۔ لیکن بعض تذکرہ نویس حضرت شمس الدین ترک کا شاہی فوج میں بھرتی ہونے کے وقت سلطان بلبن کا زمانہ بتاتے ہیں اور بعض سلطان علاء الدین خلجی کا زمانہ ۔ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں کیوں کہ تاریخ ہندوستان سے یہ تواریخ تطابق نہیں کرتی ہیں ۔کیونکہ سلطان بلبن کا زمانہ ۱۲۶۶ء سے ۱۲۸۶ء تک رہا اور سلطان علاء الدین خلجی ۱۲۹۶ء میں اپنے چچا اور خسر جلال الدین کو قتل کر کے تخت ......

حکایت

ماخوذ از قصص الاولیاء یعنی نزہتہ البساتین صفحہ ۶۹ تا ۱۱

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ یمن کے بزرگوں میں سے ایک شخص کو میں نے سُنا کہ وہ خوف خشوع اور تواضع حکمۃ میں یکتائے فن ہے ۔ جب حج کے لئے میں بیت اللہ گیا اور وہاں سے فارغ ہوا دل میں شوق پیدا ہوا کہ آؤ اس بزرگ یمنی کی زیارت کریں اور کلام موعظۃ فرجام (نصیحت) سے فیض یاب ہوں ۔ میرے ساتھ میں چند اصحاب میرے ہمخیال بھی تھے ۔ اور ان میں سے ایک ایسا جوان تھا کہ صلحاء کی علامت

نشین سلطنت دہلی ہوا اور اس نے ۱۳۱۶ء تک حکومت کی، اگر سنین عیسوی کا سنین ہجری کا دس یوم سالانہ کا فرق وضع کرکے تطابق کرتے ہیں تو ۶۹۰ھ مطابق ۱۲۹۱ء برآمد ہو جس میں حضرت صابرؒ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی اور مزید تصدیق مضمون محبت اور مساوات کے مستقل پیامی" (حضرت علاء الدین علی احمد صابرؒ کلیر شریف)" از ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی لکھنؤ یونیورسٹی مطبوعہ مشیر اوقاف ماہ اکتوبر ۱۹۷۳ء کے صفحہ ۵۵ سے ہوتی ہے کہ آپ کا وصال ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ یعنی ۲۲ مارچ ۱۲۹۱ء میں ہوا اور اسی سال کے مطابق آپ کی درگاہ میں آپ کے اعراس کا شمار ہوتا ہے۔

یہ کہنا بھی درست نہیں کہ حضرت صابرؒ کا انتقال عین سماع کی حالت میں ہوا اور وصال کے وقت حضرت شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی وصیت کے مطابق روزی کمانے کے لئے شاہی فوج میں بھرتی تھے اس کے خلاف حدیقۃ اولیاء میں لکھا ہے

سے اس کا چہرہ روشن اور خوف الٰہی کا پورا منظر تھا، بغیر بیماری کے زرد اور بلا درد کے اس کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ خلوت دوست اور تنہائی پسند تھے۔ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی اس کوئی مصیبت پڑی ہے۔ ہم اُسے ملامت کیا کرتے تھے کہ بھائی (نفس) پر اتنی سختی مناسب نہیں کچھ آرام بھی دینا چاہیئے۔ لیکن وہ سُن کر چُپ رہتا اور کچھ جواب نہ دیتا تھا اور یوماً فیوماً مجاہدے اور سعی میں سرگرم تھا۔ القصہ وہ جوان ہم میں یمن تک ساتھ رہا یمن پہنچ کر ہم نے اس بزرگ کو تلاش کیا دروازے پر پہنچ کر دستک دی وہ بزرگ باہر آیا۔ ہم نے دیکھا اس کا چہرہ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ابھی قبر سے نکل کر آیا ہے۔

سب سے اول ہم میں سے اس جوان نے اس بزرگ کو سلام کیا اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ پھر ہم سب نے باری باری سلام و مصافحہ کیا اور سب کے سب بیٹھ گئے۔ اس جوان نے ہم سب سے پہلے اس بزرگ سے بات چیت کرنی شروع کی اور کہنے لگا حضرت! آپ کو اور آپ جیسے بزرگوں کو حق تعالیٰ نے دلوں کے

marfat.com

"حضرت نے ،..... خواجہ شمس الدین رح کو پانی پت کی طرف روانہ کیا تو آپ نے بحالتِ تنہائی کلیر میں تشریف رکھی"۔ ایسی حالت میں قوال کہاں سے آئے تھے۔ اور کون آں حضرت رح کو قوالیاں سنا رہے تھے۔ یہ کہنا تو بجا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت رح اپنی وفات کے وقت گوشۂ تنہائی میں عالم وجد یا استغراق میں تھے۔ چوں کہ آپ نے حضرت ترک رح کو بھی اپنے پاس سے علیحدہ کر دیا تھا کہ آپ کی وفات پر آپ کو رونے والا کوئی نہ ہو۔

تجہیز و تکفین پیر و مرشد

غرض یہ کہ حضرت خواجہ شمس الدین رح نے فوج کی ملازمت سے استعفٰی دے کر سبکدوشی حاصل کی اور اپنی تنخواہ حاصل کر کے کفن کا کپڑا خریدا اور عازم کلیر ہوئے۔ حضرت شمس رح اس خیال میں محو تھے کہ کلیر بہت دُور ہے نہ معلوم کب تک وہاں پہنچوں گا اور کتنا وقت اس سفر میں صرف ہوگا، کہ یکایک آپ نے ٹھوکر کھائی زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو خود کو کلیر میں پایا اور دیکھا کہ جسم اطہر بے جان پڑا ہے اور ایسا معلوم

کے امراض کا طبیب اور معالج بنایا ہے۔ میرے دل میں بھی ایک زخم ہے اور ایسی بیماری ہے وہ میرے دل میں راسخ اور متمکن ہوگئی ہے اگر آپ اپنے پاس سے کچھ مرہم مرحمت فرما دیں تو نہایت کرم و احسان ہوگا۔

اس بزرگ نے کہا جو تمہیں پوچھنا ہو، پوچھو جوان نے پوچھا حضرت! خوف الٰہی کی کیا علامت ہے؟ شیخ نے فرمایا "جب خوف الٰہی ہوا کرتا ہے تو بندہ سب خوفوں سے مامون (محفوظ) ہو جاتا ہے اور اللہ ہی کا خوف اُس کے دل میں گڑ جاتا ہے۔" یہ بات سن کر وہ جوان تھرّا اٹھا۔ پھر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو پوچھا حضرت بندے کو یقین کب ہوتا ہے کہ میں خائف ہو گیا ہوں؟ فرمایا دنیا کی لذتوں کو اس طرح چھوڑ دے جیسے کوئی بیمار بیماری بڑھ جانے کے خوف سے کھانے پینے کی چیزوں سے پرہیز کرتا ہے۔ اسی طرح یہ خائف بھی دنیا کی لذتوں کو چھوڑ دیتا ہے
یہ سن کر اس جوان نے ایسی چیخ ماری کہ ہم سمجھے کہ اس کی طائر رُوح جسد عنصری (بدن) سے پرواز کر گئی۔

کچھ دیر بعد ہوش آیا تو پوچھا کہ حضرت یہ تو فرمایئے کہ خدائے تعالیٰ کی محبت کی علامت

marfat.com

ہوا کہ ابھی ابھی آنکھیں بند ہوئی ہیں ۔جنگلی شیر آپ کے قدم مبارک کی طرف کھڑا ہوا پہرا دے رہا ہے ۔حضرت شمس الدین رح کو دیکھ کر اس شیر نے اپنا راستہ لیا ۔ حضرت شمس الدین نے اپنے پیرو مرشد کی وصیت کے مطابق آپکو غسل دینے کا ارادہ کیا تو غسلِ شریف ہو گیا غسل کے بعد کفن پہنانے کا ارادہ کیا تو تکفین بھی خود بخود ہوگئی اور جب جنازۂ اطہر تدفین کے لئے تیار ہوگیا تو حضرت شمس رح کو نماز جنازہ کی فکر ہوئی تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک نقابؔ لے پوش بزرگ گھوڑے پر سوار تشریف لاتے ہیں ۔ اور حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے نماز جنازہ کی امامت کرتے ہیں اور بوقت سلام حضرت شمس رحمۃ اللہ اپنے دائیں بائیں دیکھتے ہیں تو نماز جنازہ میں لمبی قطاریں شریک نماز جنازہ ہیں جن میں فرشتے عارفین اور شہدار شامل ہیں ۔بعد فراغتِ نمازِ جنازہ نقاب پوش اپنے گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو حضرت شمس رح نے گھوڑے کے پاس جاکر اس کی باگ پکڑ لی ، اور حضرت نے نقاب پوش سے نقاب اٹھانے کے لئے درخواست کی اور کہا اگر میرے سے کوئی پوچھے گا کہ تیرے مرشد کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی

کیا ہے۔ شیخ نے فرمایا اے دوست! محبت کا بہت بڑا درجہ ہے ؛ نوجوان نے عرض کیا حضرت کچھ تو فرمائیے ؟ فرمایا ” ان کے قلوب سے حجاب پردہ اُٹھا دیا جاتا ہے اور وہ اپنے دلوں کے انوار سے محبوب حقیقی کی عظمت وجلال کا مشاہدہ کرتے ہیں ان کی ارواحِ روحانیہ (عالمِ بالا سے متعلق) ان کے قلوب حجیبہ (پردہ سے ہمکنار) ان کی عقولہ سماویہ بلند و بالا ہوجاتی ہیں اور وہ ملائکہ کی جماعت کے ساتھ رہتے ہیں ۔ ان امور کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں حق تعالیٰ کی عبادت میں اپنی پوری استطاعت صرف کر ڈالتے ہیں اور اس عبادت سے انھیں نہ جنت کی طمع ہوتی ہے اور نہ جہنم کا خوف ہوتا ہے ۔ یہ سُن کر اس جوان نے ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی رحمۃ اللہ علیہ شیخ نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور رُو کر کہنے لگے دیکھو خائفین کا تفرع اور محبین کا یہ درجہ ہے ۔

لہ حقیقت گلزار صابری

marfat.com

تھی تو میں کیا جواب دوں گا۔ حضرت شمس رح نے کافی اصرار کیا تو حضرت نقاب پوشش نے اپنی نقاب اٹھائی تو حضرت شمس رح نے دیکھا کہ خود حضرت صابر قدس سرہ تھے اور نقاب اٹھاتے وقت حضرت نے اپنے جنازے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا شمس دیکھا وہ فنا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرکے فرمایا شمس دیکھا یہ بقا ہے۔ اس کے بعد شمس رح نے جسمِ اطہر کو قبر میں اُتارنے کا ارادہ کیا۔ تو جسمِ اطہر خود بخود قبر میں داخل ہو گیا۔ تختے بھی قبر پر خود بخود پڑ گئے۔ اور پُر اسرار طریقے سے مٹی پڑ کر قبر تیار ہو گئی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت خواجہ شمس الدین بعد وفات پیر و مرشد

حضرت خواجہ شمس الدین

رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد کو دفنانے کے بعد تین یوم کلیر میں قیام کرکے کلام مجید پڑھ پڑھ کر اپنے مرشد کو بخشا اور بعد کو آپ حسبِ ہدایت اپنے مرشد پانی پت تشریف لے گئے۔ کچھ تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ روضۂ اقدس حضرت شمس رح نے بنوایا تھا۔ لیکن زیادہ تر راویتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شمس الدین رح کو آپ کے مزار مبارک کے پاس تین روز سے زاید

حکایت

ماخوذ از قصص الاولیا یعنی نزہتہ البساتین صفحہ ۱۰۲-۱۰۷

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ایک دفعہ میں ملک شام گیا تو وہاں ایک سبز شاداب باغ میں میرا گزر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سیب کے درخت کے نیچے ایک جوان نماز پڑھ رہا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کو سلام کیا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا دوسری مرتبہ پھر میں نے سلام کیا تو اس نے اپنی نماز جلد ختم کرکے زمین پر یہ شعر لکھے:

(ترجمہ از عربی) زبان بولنے سے اس لئے روکی گئی ہے کہ وہ طرح طرح کی بلیات کا کھنڈانہ اور آفات کو کھینچنے والی ہے۔ اس لئے تمہیں چاہئے کہ جب بولو اللہ ہی کا ذکر کرو اور کسی وقت بھی اس کو نہ بھولو اور ہر حالت میں اس کی حمد کرتے رہو۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں یہ اشعار پڑھ کر روتا رہا۔ پھر میں نے جواب میں زمین پر اپنی اُنگلی سے یہ اشعار لکھ دیئے:

(ترجمہ از عربی)

"ہر لکھنے والا ایک دن قبر میں خاک ہو جائے گا اور اس کا نوشتہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اس لئے تمہیں لازم ہے کہ اپنے ہاتھ ایسی شئے کے سوا

marfat.com

. . . . رہنے کی اجازت نہیں تھی بلکہ روانگی پانی پت کا حکم تھا۔ اس لئے انہوں نے کلیر میں تین روز سے زیادہ اپنے مرشد کی وصیت کے مطابق قیام نہیں کیا۔

تصرفات بعد وفات حضرت خواجہ شمس الدین

ترک رحمۃ اللہ علیہ کے پانی پت تشریف لے جانے کے بعد اقتباس الانوار سے منقول ہے کہ بعض ثقہ حضرات سے ایسا سنا گیا ہے کہ شروع زمانے میں کوئی شخص علی احمد قدس سرہ کے مرقد منظہر کی زیارت کو نہیں جا سکتا تھا۔ اس وجہ سے کہ جب کوئی زائر آپ کی زیارت کے قصد سے راہ میں قدم

جس کے دیکھنے سے قیامت میں خوشی و مسرت ہو کچھ نہ لکھو۔"

یہ اشعار دیکھ کر اس جوان نے چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی۔ میں نے چاہا کہ اسے غسل دے کر دفن کر دوں کہ یکایک آواز آئی کہ کوئی پکار کر کہہ رہا ہے ذوالنون اسے چھوڑ دے۔ حق تعالیٰ نے اس سے وعدہ فرمالیا ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین فرشتے کریں گے۔ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ سن کر میں الگ ہو گیا اور ایک درخت کے نیچے جا کر نماز پڑھنے لگا چند رکعتیں پڑھ کر جو وہاں گیا تو اس کا نشان تک نہ پایا اور نہ اس کی کچھ خبر ہوئی۔

رکھتا یا وہاں جاتا تو آپ کے مزار شریف کے اندر سے ایک برق اٹھ کر اس شخص کو جلا دیتی تھی۔"

مسالک السالکین میں بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ "آپ کے تصرفات جلالی کے سبب سے کوئی شخص آپ کے مزارِ اقدس کی زیارت کو نہیں جا سکتا تھا۔" دیگر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مزارِ مبارک کی جائے وقوع سے بارہ بارہ کوس کہیں آبادی نہیں تھی اور کسی کو تاب نہ ہوتی کہ اس علاقہ میں داخل ہو جائے اور ایک مدتِ مدید تک یہی سماں رہنے سے لوگ بھول گئے کہ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مقدس کہاں تھا اور قصبہ کلیر کہاں آباد تھا۔ لیکن آپ کا سلسلۂ ارادت بدستور قائم رہا۔ حضرت شمس الدین جو اکیس سال تک قریب حضرت قدس سرہ کی خدمت میں رہے تھے پانی پت تشریف لے جانے کے

marfat.com

بعد پھر کلیر میں کبھی نہیں آئے۔

حضرت خواجہ شمس الدین " جب پانی پت پہنچے تو حضرت شرف الدین بو علی قلندر رح نے پانی پت اپنی خوشی سے چھوڑ دیا اور حضرت شمس پانی پت کے شاہ ولایت ہو گئے۔

آپ کی درگاہ شہر پانی پت میں موجود ہے اور اس کے صدر دروازے کی پیشانی پر الفاظ " بابِ صابری" کندہ ہیں۔ اور اس دروازے کے سامنے کنوئیں کی دیوار میں اندرونی طرف بھی ایک پتھر نصب ہے جس کا کتبہ پڑھا نہیں جاتا۔ یہ درگاہ تقسیم ہندوستان کے بعد سے ایک سکھ کے قبضہ میں ہے جس کی واگزاشت کے لئے عدالت مجاز میں مقدمہ زیرِ سماعت ہے اور صرف آپ کے سالانہ عرس کے موقع پر تین یوم کے لئے یہ درگاہ مسلمانوں کے لئے کھلتی ہے۔ آپ کا عرس ہر ہجری سال کی پندرہ جمادی الثانی کو جو آپ کی وفات کی تاریخ ہے منعقد ہوتا ہے اور حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر رح کی درگاہ کے خدّام پانی پت پہنچ کر آپ کی تقریباتِ عرس کا انتظام کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ شمس الدین ترک کو سماع سے شوق نہیں تھا۔ جب سے آپ پانی پت تشریف لاتے تھے انھوں نے سماع ترک کر دیا تھا چناں چہ پیران کلیرِ شریف سے زمانۂ حال میں بھی قوال آپ کے عرس کے موقع پر پانی پت پہنچتے ہیں لیکن آپ کے آستانہ مبارک پر گانا نہیں ہوتا۔

آپ کا لقب شمس الاولیاء بھی بیان کیا جاتا ہے۔ آپ کے مفصّل حالات اخبارات الاولیاء اللہ اور بزرگانِ پانی پت میں درج ہیں۔ حضرت مولانا مولوی سیّد محمد میاں صاحب مرحوم مصنّف بزرگانِ پانی پت اپنی کتاب میں لفظ ترک کو حرکتِ زبر کے ساتھ استعمال کرتے ہیں اور وجہ بتاتے ہیں کیوں کہ آپ سراپا ترک و تجرید اور صاحب استغراق تھے دنیاوی راحتیں ترک کر چکے تھے۔ اس لئے اُن کو تَرک کہا جاتا ہے۔ تذکرۂ اولیاء میں لکھا ہے " پس غور کیا جائے کہ آپ کے احضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے غلاموں میں کیسے زبردست اور کامل حضرات گزرے ہیں "۔ اقتباس الانوار میں تحریر ہے۔

" الغرض شیخ علی احمد قدس سرہٗ نے اپنی آخری زندگی میں اپنا خرقۂ خلافت شیخ شمس الدین ترک کو عطا کیا۔

marfat.com

اِس تذکرۂ جلیل میں حضرت ترک رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ صرف اتنا ہی کیا گیا ہے جتنا کہ سوانح حیات حضرت صابر رح سے متعلق ہے کہ آپ اپنے مُرشد حضرت خواجہ علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے واحد مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ ہی کے ذریعہ سے صابری سلسلہ کو فروغ حاصل ہوا اور آپ سے مرید ہونے والوں اور خلفائے عظام نے اسلام کی خدمت میں ایسے کارہائے نمایاں کئے کہ آپ کا سلسلہ شہرۂ عالم گیر ہوگیا اور اس سلسلہ نے وہ عروج پایا کہ اس سلسلہ کے مقلّدین صرف ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش میں ہی نہیں بلکہ بیرون ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں۔ آپ کے سلسلہ کا شجرہ جو انوار الرحمٰن کے حاشیہ صفحہ نمبر ۲ سے نقل کیا گیا ہے حسب ذیل ہے۔

شجرہ نمبر ۴

حضرت خواجہ مخدوم پاک سیّد علاء الدین علی احمد صابر کلیریؒ

حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی رح

حضرت مخدوم احمد عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمدؒ خلف شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قُطب عالم شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ

حضرت خواجہ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

حدیث شریف

ماخوذ از قصص الاولیا۔ یعنی نزہتہ البساتین صفحہ ۱۵

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے جو میرے ولی سے عداوت باندھے تو اُسے میں اپنے سے لڑائی کی اطلاع دیتا ہوں اور جن عملوں سے میرا بندہ مجھ سے میرا قرب طلب کرتا ہے ان میں سے زیادہ محبوب میرے نزدیک وہ عبادتیں ہیں جو میں نے اس پر فرض کی ہیں اور جب میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب طلب کرتا ہے تو میں اُسے چاہنے لگتا ہوں اور جب میری محبت بڑھتی ہے تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے سنتا ہے اور اُس کی آنکھ ہو جاتا ہوں۔ وہ اس

marfat.com

حضرت سلطان نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ

ا

حضرت مولانا مولوی محمد ابراہیم رام پوری رح

آپ کے بعد دیگر بے شمار شاخیں خلفائے سلسلہ صابری کی ہیں۔

سے دیکھتا ہے اور اُس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ وہ اِس سے پکڑتا ہے - اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو اس کو دیتا ہوں ۔ جو پناہ چاہتا ہے تو پناہ دیتا ہوں ۔

سلسلۂ صابریہ کے مقتدر علمائے دیوبند ماضیات میں

۱۔ حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ مہاجر مکیؒ : آپ نے چودہ سال تک حضرت صابرؒ کے دربار میں چلہ کشی کی اور آپ کے خدام ہیں :

۲۔ حجّت الاسلام حضرت محمّد قاسم صاحبؒ نانوتوی

۳۔ قطب الارشاد امامِ ربّانی حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی

۴۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ اسیرِ مالٹا

۵۔ شیخ الہند حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحبؒ مدنی اسیرِ مالٹا

۶۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرّحیم صاحبؒ رائے پوری :- آپ کے خلیفہ کی زبانی معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ آپ حضرت صابرؒ کی تربتِ متبرکہ پر فاتحہ خوانی میں معروف تھے کہ تربتِ اقدس سے آواز آئی : "عبدالرّحیم ! آپ نے کچھ دھیان نہ دیا بلکہ فاتحہ خوانی میں معروف رہے۔ دوسری مرتبہ بھی آپ آواز کی طرف متوجّہ نہ ہوئے - تیسری مرتبہ پھر ارشاد ہوا عبدالرّحیم ! تم کو ہی بلایا جا رہا ہے - اگر ہمارے دریائے فیض سے مستفید ہونا چاہو تو جاؤ اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت ہو جاؤ"۔

marfat.com

نواں باب

اوصاف حضرت مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ

حلیہ شریف مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین سے منقول ہے "حضرت مخدوم پاک علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ "نہایت خوب صورت۔ میانہ قد۔ راست قامت نحیف الجثہ بزرگ تھے۔

نہایت خوب صورت انسان تھے۔ آپ کا قد میانہ۔ راست قامت تھا۔ آپ نحیف الجثہ بزرگ سر، فراخ پیشانی کشادہ ابرو۔ باریک کمر۔ دراز دست اور انگشت والے آدمی تھے آپ کے دندان متوسط، گردن دراز، سینہ کشادہ تھا۔ آپ کا چہرۂ مبارک نہایت خوشنما اور عارض مبارک نورافشاں تھے اور آپ کے موئے محاسن باریک وملائم تھے جو بچپن سے کبھی تراشے نہیں گئے تھے اور نہ کبھی ان میں شانہ کیا گیا تھا۔ آپ کی آواز خوش الحان تھی۔

عادات مبارک مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین میں لکھا ہے "آپ کا زہد و تقویٰ کمال درجہ کا تھا اور ترک و تجرید کو نہایت دوست رکھتے تھے دنیا و اہل دنیا سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ ہمیشہ صحبتِ خلق سے دُور رہتے تھے۔ روزہ آپ کا دائمی معمول تھا۔ ہمیشہ درختانِ صحرائی کے پتّوں سے روزہ افطار کرتے۔ خورش (خوراک) اکثر آپ کی گولر تھے۔ پانی میں اُبال کر بلا نمک کھایا کرتے تھے۔"

"لباس آپ کا صرف تہبند تھا۔ اور گل ارمنی کا رنگا ہوا خرقہ پہنتے تھے۔ کبھی بلا رنگ کا کپڑا زیب تن نہ فرمایا تھا۔ جب تک اجودھن

میں رہے کبھی کبھی عمامہ زیب سر فرما لیتے تھے ۔ لیکن جس روز سے کلیر میں تشریف لائے تھے کبھی کوئی کپڑا سرِ مبارک پر نہ رکھا تھا اور ہمیشہ برہنہ پا (ننگے پاؤں) رہتے تھے ۔ کبھی آپ نے نعلین زیبِ پا نہیں فرمائی "۔

آپ کی شان اور رتبہ

مسالک السالکین میں لکھا ہے " ریاضت و مجاھدات اور ترک و تجرید آپ نے اس درجہ اختیار فرمائی کہ تمام قیود صوری و معنوی سے بالکل آزاد و بے نیاز ہو گئے تھے اور آزادانہ طور پر زندگی بسر فرماتے تھے اور جذبۂ الٰہی کا یہ حال تھا کہ ہمیشہ متغرق یادِ الٰہی رہتے تھے ۔ اپنی یا غیر کی خبر تک نہ ہوتی تھی ۔ بہت کم ہوش میں آتے تھے "۔ اِس کتاب کے مصنّف نے لکھا ہے کہ "آپ کبرائے اولیا اور (عظمائے اصفیا) میں سے تھے ۔ آپ پیرِ طریقت ۔ واقفِ حقیقت ۔ عارف کامل عالم و عامل ۔ فریدِ دہر ۔ وحیدِ عصر ۔ زاہدِ زہاد ۔ اعبدِ عباد ۔ صاحبِ کشف و کرامات ۔ ماضئ بدع و سبات ، غوثِ وقت اور قطبِ زماں تھے ۔ شانِ عظیم و رتبۂ رفیع و قدرِ عالی رکھتے تھے ۔ اور مقامِ جلالت اس درجے کا حاصل تھا کہ غائیت ، عظمت و ہیبت سے آپ کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا ۔ آپ سے جس قدر جلالی تصرّفات ظہور میں آتے خاندان چشتیہ میں کسی اور سے ظہور پذیر نہیں ہوئے اور اِس رتبہ کے مستجاب الدعوات سیف زبان تھے کہ جو کچھ زبانِ مبارک سے نکلتا وہی ہوتا "۔ انوار الرحمٰن میں درج ہے ۔

مالکِ اربعہ عناصر مظہرِ ہر چار یار
قطب الدین ، گنجشکر صابر ، نظام الدین چار

حضرت مولانا مولوی شاہ خوشحال صاحب مدظلہٗ العالی فاضلِ دیوبند ہیں اور علومِ باطنی میں خرقۂ خلافت حضرت شاہ محمد حسن صاحب مرحوم و مغفور بسوڑی والوں سے حاصل کئے ہوئے ہیں ۔ آپ زمانۂ حال کے اولیاء اللہ میں سے ہیں اور صاحبِ ترک و تجرید ہیں ، آپ کے حلقۂ ارادت اور معتقدین میں عوام کے علاوہ زیادہ تر اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات اور اعلیٰ افسران بلا امتیازِ مذہب و ملت کیا ہندو کیا مسلمان اور کیا سکھ اور عیسائی سبھی شامل ہیں ۔ شمالی ہند میں ضلع مظفر نگر ۔ دہرہ دون ۔ سہارن پور ۔ میرٹھ ۔ بجنور میں ہی کیا میسور تک

marfat.com

میں آپ کے مرید ہیں آپ بیرون ممالک میں لندن ویسٹ انڈیز اور افریقہ میں مراقش کی سیاحت کر آئے ہیں۔ آپ اکثر پیرانِ کلیر تشریف لایا کرتے ہیں۔ ایک روز آپ نے اس خاکسار کو بتلایا کہ کلام اللہ میں آیا ہے کہ شہید کا رتبہ بڑا ہے۔ شہید[1] مرتا نہیں۔ اس کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہے، زندہ کا مطلب یہ ہے کہ زندہ انسانوں کی طرح چلتا پھرتا ہے اور ان کے رنج و غم اور خوشی میں شریک رہتا ہے لیکن دکھائی نہیں دیتا۔ اسی طرح ہر ولی جو راہِ حق میں اپنے آپ کو فنا کر ڈالتا ہے۔ شہادت کا رتبہ پاتا ہے۔ یہ مرتبہ تو ایک ولی ہی کا رہا اور حضرت مخدومِ پاک سید علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کلیری تو تاج الاولیاء تھے۔ اس لئے آپ کو سات شہیدوں کا رتبہ حاصل ہے۔ پھر فرمایا کہ کون ہے؟ اور کس کی طاقت ہے کہ وہ حضرت صابر رح کی شان اور رتبہ بیان کر سکے، وہ تو بحرِ بیکراں اور بے پایاں اور سراپا فیوض تھے

اقتباس الانوار میں مراۃ الاسرار کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آن قدس سرہٗ کا مرقد قصبہ کلیر میں خلق کا قبلۂ حاجات ہے اور آن کی ولایت کے تصرّفات اب تک بھی ایسے جاری ہیں کہ صادق الاخلاص طالبوں اور مریدوں کو ہر لمحہ رُوحانیت کے فیض پہنچاتے ہیں اور تمام ظاہری و معنوی امور میں مددگار ہیں جیسا کہ اہل بصیرت پر مخفی نہیں۔

کرامات

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "اولیاء اللہ کی کرامت انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تتمہ ہے کیوں کہ یہ کرامات انھیں رسول کی اتباع سے حاصل ہوئی ہیں۔ اس لئے ولی کی کرامت اس کے رسول کی اطاعت پر دلالت کرتی ہے ہر پیغمبر کے بعد آن کے تبعین ایسے ہوئے ہیں کہ آن سے کرامت اور خوارقِ عادات صادر ہوئے ہیں۔ پس اب جاننا چاہیئے کہ کرامات کا ظہور اولیائے کرام کے لئے عقلاً جائز اور نقلاً واقعہ ہے۔ جواز اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نزدیک یہ امر محال نہیں بلکہ ایسا ہی ممکن ہے، جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ظاہر ہونا ممکن ہے۔ یہی مذہب مشائخ عارفین اور اصولیین، اور فقہاء اور محدثین رضی اللہ عنہم کا ہے"[2]

---

[1] ترجمہ آیۃ شریفہ۔ [2] قصص الاولیاء یعنی نزہۃ البساتین صفحہ ۶۳

marfat.com

کر کے چلے آتے تھے۔

تیسرے یہ کہ: جب سے آپ نے کلیر میں آکر اس کو شرف بخشا تو پھر آپ کسی آبادی میں کبھی نہیں گئے۔ کیونکہ صحبتِ خلق سے تو اوائل ہی سے نفرت تھی۔

چوتھے یہ کہ: آپ کو استغراق ایسا تھا کہ ہر وقت بحرِ شہود میں غرق رہتے تھے اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف آنے کی آپ کو کیا ضرورت تھی: (مطلب یہ کہ حضوری خدا کو چھوڑ کر دنیا کی طرف آنے کی کیا ضرورت تھی)

پانچویں یہ کہ: بعض حضرات اولیائے کرام اپنی شہرت کو معیوب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ بعض ایسے بھی ہوئے ہیں اور موجود ہیں کہ انھوں نے اپنے آپ کو پردۂ ملامت میں چھپایا اور حضرت صابر قدس سرّہ کے مزاج مبارک میں کمال درجہ کا ترک و تجرید اور احتیاط تھی۔

چھٹا یہ کہ: حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ آپ کی صحبت میں رہے۔ اُن کے فیوض کی کیفیت ضرب المثل ہے جو اَب تک جاری ہے۔

اقتباس الانوار میں مذکور ہے "چوں کہ حضرت گنج شکرؒ کے ملفوظات میں شیخ علی احمد صابر قدس سرّہ کا ذکر کم واقعہ ہوا ہے اور اُن کے حالات واقعی طور سے نہیں لکھے گئے۔ معلوم ہُوا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت گنجشکرؒ کے ملفوظات اتفاق سے شیخ جمال ہانسویؒ نے جمع کئے ہیں اور ان کے علاوہ جب کسی نے لکھا ہے اُس کے لئے شیخ ہانسوی قدس سرہٗ مذکور کی خاطرداری لازم تھی اور ایک دوسرے کے مابین دل کے غبار روشن ہیں اس وجہ سے ملفوظات میں شیخ علی احمد قدس سرّہ کا ذکر جیسا چاہئے تھا واقعہ نہیں ہوا ہے اور ان قدس سرّہٗ کی کمالیت اور ولایت کی حجّت اُن کے سلسلہ کے مریدین اور خلفاء کے با فیض وجود سے اُن کے بعد اَب تک جاری ہے اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ اُن کے تابعین کی ولایت کے نور سے تمام عالم منوّر ہو رہا ہے اور اِن قدس سرّہٗ کے سلسلہ کے خلفا سے ہندوستان، ایران، توران، عرب عجم کے تمام شہر بلکہ دنیا مالا مال ہے اور اس سلسلہ کی رونق اللہ کے کرم سے تاقیامت ترقی پذیر اور افزوں رہے گی۔ آمین ثم آمین۔

حضرت مخدوم پاک سیّد علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے کرامات جو اُن کی

marfat.com

زندگی میں ظہور میں آتے وہ اس تذکرۂ جلیل میں آپ کے حالات کے ساتھ درج کئے گئے ہیں اور ان کو شریعت۔ سیرت و اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ سلف کے بزرگان دین کے اقوال و افعال متبرکہ سے وابستہ کیا گیا ہے اور جو جو روایات ضعیف اور کم زور اور خلافِ اتباعِ رسول پائی گئیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا ہے نہ اُن سے اتفاق کیا اور نہ انکار۔ البتہ حضرت بابا گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ پیر دستگیر کے دو معصوم بچوں اور ایک جوان لڑکے کا حضرتؒ کے جلال کی وجہ سے فوت ہونا یا بے کناہ صنفِ نازک دُلہن اپنے مرشد کی بیٹی کے تنِ خاکی کو جلا کر خاک کر دنیا وغیرہ وغیرہ سے اتفاق نہیں ہے بلکہ ثبوت کے ساتھ قطعی انکار کیا ہے۔

وہ اس وجہ سے کہ اس تذکرۂ جلیل میں اثباتِ کرامات میں احادیث اور اقوالِ آئمہؒ سابقین سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کو کرامات اسی رسول کی اتباع و اطاعت سے حاصل ہوتی ہیں جس کی امت میں وہ ولی ہوتا ہے اور ہمارے پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق ایسا بلند و برتر تھا کہ کفارِ مکہ نے کیا کچھ تکلیفات آپ کو نہ دیں کہ آپ کے مشفق چچا حضرت ابوطالب بھی پریشان ہو گئے اور چلا کر کہا، "اے محمدؐ میرے فرزند اپنی جان اور جوانی پر رحم کھا اور اس ہدایت سے باز آ" جس کے جواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ محترم چچا قسم ہے اس پروردگار کی جس نے کل عالم پیدا کئے ہیں کہ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی رکھ دیا جائے تب بھی میں راہِ حق کو نہیں چھوڑوں گا۔ منکران رسالت نے کیا کیا۔ مظالم آپ پر نہیں ڈھائے۔ یہاں تک کہ آپ کو اپنا وطن چھوڑ کر مدینے کو ہجرت کرنے کی نوبت آگئی ——— پھر بھی حضرت صلعم نے کفارِ مکہ کے لئے بد دعا کے ہاتھ نہیں اٹھائے بلکہ اپنے اخلاق اور کردار سے جس میں امدادِ غیبی بھی شامل تھی اپنے دشمنوں اور مخالفین پر فتح پائی۔

سیرت پاک حضرت خواجہ علی احمد صابرؒ اعلیٰ ترین خلقت کے انسان تھے۔ اُن کی ظاہری اور باطنی پاکیزگی، صبر و قناعت، صداقت، ریاضت و عبادت، زہد و تقویٰ، تجرد و تجرد و جلال سے جمال میں آنے کے بعد آپ کے فیوض ضرب المثل ہیں۔ وہ کمال درجہ کے پابندِ احکامِ الٰہی و شرع شریف تھے۔ اُن کی زندگی کا مقصد صرف یہی تھا کہ وہ ہر وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہیں اور دنیا میں وحدت کی شمع روشن کریں اور اپنی بے لوث خدمات سے اللہ کی مخلوق کو بے مثال انسانیت کی راہیں دکھائیں۔ اُن

marfat.com

کے پاس نہ دولت تھی اور نہ حکومت اور نہ کچھ دنیاوی ساز و سامان تھا اُن کے پاس تھا اُن کے جسم خاکی سے چھپا ہوا محبتِ الٰہی میں چُور ایک شکستہ دل ۔ جس سے اُنہوں نے روحانیت، اخوت، ہمدردی، صداقت، پاکیزگی کا وہ لامتناہی چشمہ جاری کیا، جس سے کل عالم کے انسان کیا ہندو کیا مسلمان، سکھ، عیسائی اتنی تشنگی سے آسودگی حاصل کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے ۔

تذکرۂ جلیل میں یہ ذکر آچکا ہے کہ سب سے پہلے آپ کا تذکرہ آپ کی وفات سے ساڑھے تین سو سال بعد بلا کسی ماخذ اور کتابی حوالے سے لکھا گیا تھا۔ دیگر تذکرہ نویسوں نے بھی اسی تذکرہ کے حوالے سے کچھ ترمیم کے ساتھ آپ کے تذکرے تحریر کر دیئے ۔ عام طور پر آپ کے تذکرہ نویسوں نے جلال کے معنی غصہ، قہر و غضب سے منسوب کیے ہیں جب کہ جلال کے معنی بزرگی[1] اور صفاتِ عمدۂ باطنی کے ہیں ۔ حضرت صابر خدا نخواستہ قہار و غضاب کیوں ہوتے ۔ وہ قہار و غضاب نہیں تھے بلکہ اُن میں جلال سے بھرا ہوا اجمال تھا جو اُن کی شایانِ شان تھا ۔ خواجہ حسن نظامیؒ نے اپنے پورے قلم کے زور سے لکھا ہے کہ "آپ انسان تھے "۔

اس پُر زور یہ لفظی جملہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ ایک مخصوص انسان تھے جو حقیقتاً اپنی ذات شریف میں انسانیت کے جملہ صفات حمیدہ و کردار جمیلہ لئے ہوتے تھے وہ کلی طور پر تابع رسول تھے ۔ کہا جاتا ہے کہ استغراق اور جذب کی حالت میں ایسے واقعات پیش آئے وہ استغراق اور جذب سے خوب واقف تھے ۔ حضرت قلندر رح کے استغراق اور جذب کا حال اُن کو معلوم تھا ۔ حضرت قلندر رح کے استغراق اور جذب بڑھتے ہوئے معلوم کر کے پانی پت میں حضرت شمس رح کو ان کی جگہ مامور فرمایا تھا تاکہ اُن کے استغراق اور جذب کی وجہ سے تبلیغ اسلام اور خدمت میں فرق نہ آئے ۔

آپ نے اپنے مرشد کی دعا "اے صابر! بروبو کا خواہی کرد"، کے مطابق اپنی تمام زندگی اپنے مرشد کی عطا کردہ ولایت کے ایسے گوشۂ تنہائی میں جہاں ابتدائے تاریخ ہندوستان سے تاریک الدنیا۔ رشی منیوں اور دیوتاؤں کا مسکن تھا خوشی و خرمی میں گزار دی اور تبلیغ اسلام کا وہ کام کیا جس کا نتیجہ آج ہماری نظروں کے سامنے موجود ہے کہ اس خطہ زمین کے راجپوت جیسی بہادر قوم سے آباد گاؤں کے گاؤں حلقہ بگوش اسلام ہیں اور تمام

---

[1] کشوری لغات صہ ۱۹۰ ؎ تاریخ ہندوستان از ڈاکٹر ایشوری پرشاد

marfat.com

ہندو مسلمان آپ کو مانتے ہیں۔ حضرت کی وفات کی بعد یہ خطّہ بالکل غیر آباد اور غیر معروف ہوگیا۔ پھر ایک صدی کے بعد ۱۳۹۸ء میں بادشاہ تیمور لنگ جب دہلی کو لوٹنے اور کھسوٹنے کے بعد میرٹھ ہوتا ہوا ہردوار کی طرف بڑھا اور راستے میں قتل و غارت کرتا ہوا قندھار واپس ہوگیا اس کے خوف کی وجہ سے لوگ یہاں سے بھاگ گئے اور یہ خطّہ بالکل ویران ہوگیا۔

---

marfat.com

دسواں باب

واقعات بعد وفات

بعد وفات حضرت صابرؒ کا آغازِ جمالی دور

جیسا کہ شائقین عنوان تصرفات بعد وفات میں پڑھ چکے کہ حضور کے مزار مقدس پر کوئی نہیں جا سکتا اور لوگ حضور اور حضور کے مزار کی جگہ حتیٰ کلیر کے نام کو ہی بھول گئے تھے لیکن آپ کا سلسلہ صابری جاری تھا۔ آپ کے سلسلہ کے خلفاء کا شجرہ ملاحظہ کرنے کے بعد شائقین کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کی پانچویں پشت میں تھے آپ ردولی ضلع بارہ بنکی میں پیدا ہوئے تھے۔ اور شیخ محمدؒ سے بیعت ہو کر آپ نے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ مروی ہے کہ آپ ردولی میں اپنے دادا پیر حضرت خواجہ عبدالحق رحمۃ اللہ کے مزار مبارک پر جھاڑو دیا کرتے تھے کہ ایک روز صبح بعد نماز فجر جبکہ آپ جھاڑو دینے میں مشغول تھے - ایک بزرگ آپ کے پاس سے گزرے اور چلتے چلتے فرما گئے "عبدالقدوس! ہمارے مزار پر بھی جھاڑو دیا کرو" حضرت قطب العالم نے ہاں تو کر لی لیکن یہ نہ پوچھ سکے آپ کون ہیں اور آپ کا مزار کہاں ہے؟ جس کی وجہ سے آپ متفکر رہنے لگے - ایک روز آپ نے حضرت خواجہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے حق! حق! کی آواز سنی اور یہ آواز سن کر آپ از خود رفتہ ہو گئے اور مزار شریف کے قریب بیٹھ کر مراقبہ شروع کر دیا۔ آخر کار

marfat.com

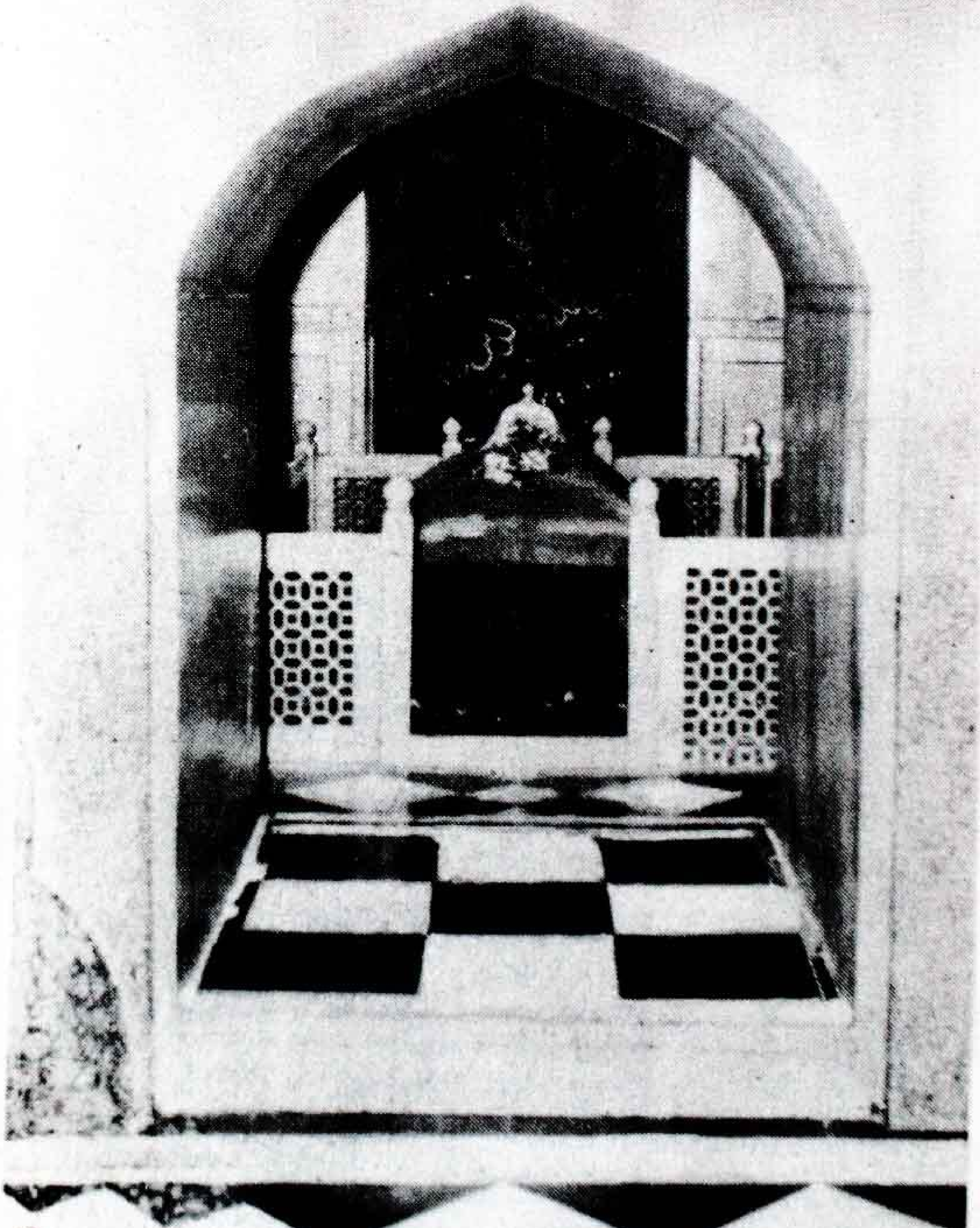

تُربَتِ اَقدسہ حضرت مخدوم پاکؒ

فوٹوگرافی، محمد شمیم، وینس اسٹوڈیو، رُڑکی

marfat.com

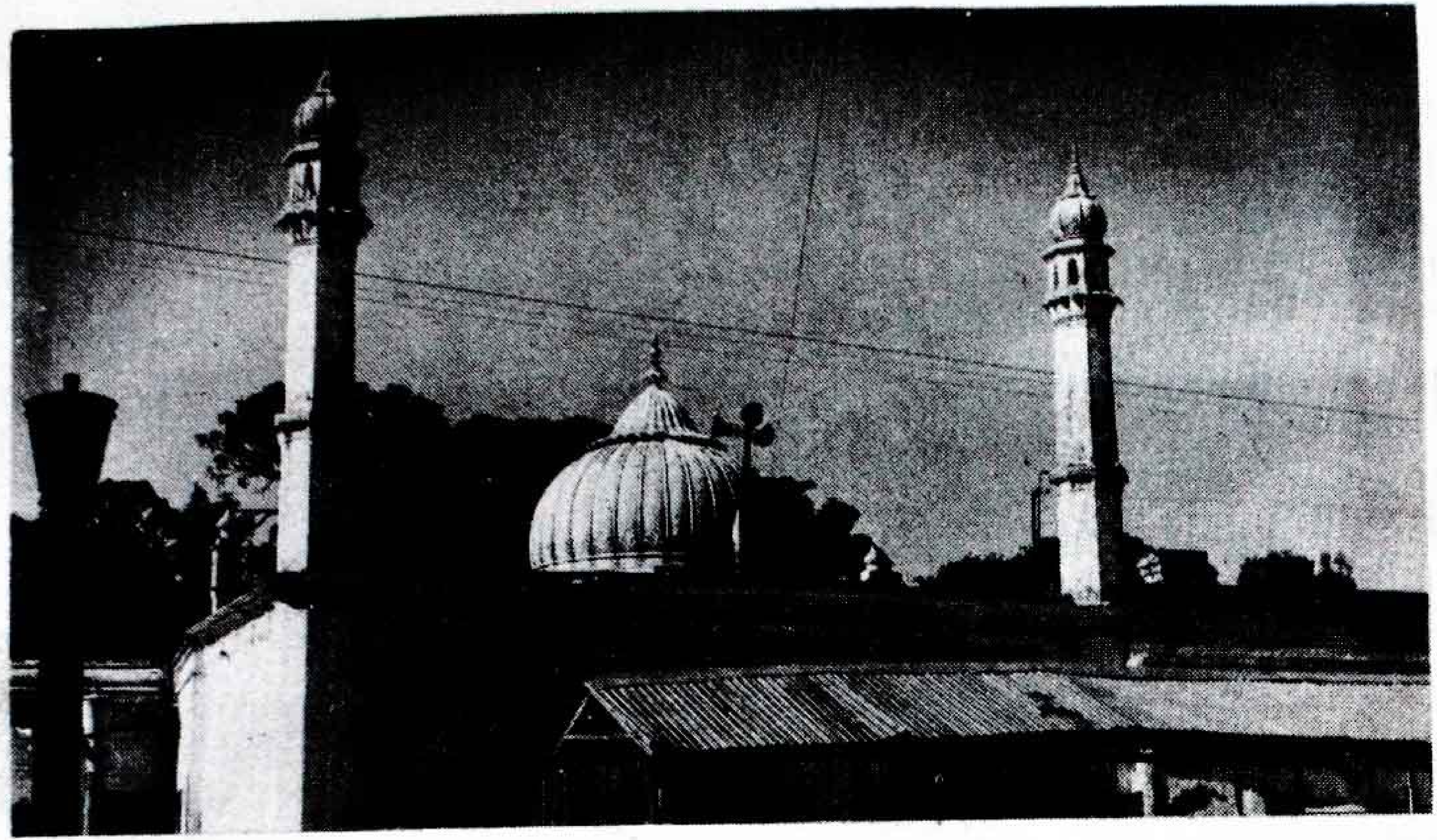

مسجد درگاہ حضرت مخدوم پاکؒ

فوٹوگرافی، محمد شمیم، وینس اسٹوڈیو، روڑکی

marfat.com

آپ حضرت عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے مستفید ہوئے اور آپ کو معلوم ہوگیا کہ وہ پیر بزرگ صاحب ولایت کلیر اور آپ کے سلسلہ کے جدِ امجد حضرت مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد صابر رح تھے۔

چنانچہ آپ نے رودلی شریف سے سکونت ترک کر دی... اور گنگوہ میں قیام پذیر ہوئے اور دیارِ کلیر کی جستجو میں مصروف ہو گئے اور پتہ معلوم ہونے پر عازمِ کلیر شریف ہوئے۔ مروی ہے کہ آپ گنگوہ سے کلیر تک پاپیادہ کشف القبور کا وظیفہ پڑھتے ہوئے کلیر پہنچے اور جب کلیر سے کچھ فاصلہ رہ گیا تو آپ نے ہر دس دس قدم پر نماز نفل پڑھنی شروع کر دی۔ اقتباس الانوار سے منقول ہے جب "آپ کی دوری مرقد شریف سے ایک کروہ رہ گئی (کوس) تو برق اپنی معتاد (مقدار) کے طور پر پورے دبدبہ کے ساتھ پہنچی۔ حضرت شیخ عبدالقدوس نے اس کو دیکھتے ہی فوراً کہا " عبدالقدوس تمہارے خادموں میں سے ہے اور بہت زیادہ مشتاقِ زیارت کا ہے، اس بات کے کہتے ہی وہ برق غائب ہوگئی۔ اور جب آپ کا مرقد مبارک اُن سے نصف کروہ رہ گیا تو پھر وہ برق اپنے پورے زور کے ساتھ نازل ہوئی حضرت قطبِ عالم نے حسبِ سابق اظہار اشتیاق زیارت کیا تو پہلے کی طرح وہ برق غائب ہوگئی۔"

"جب حضرت قدوس رح مرقد مقدس کے مقابل پہنچے تو وہ برق پھر قدیم طریقہ کے مطابق پورے دبدبہ اور شان کے ساتھ پیدا ہوئی۔ حضرت قطب عالم نے پھر عاجزی اور انکساری کے ساتھ زیارت کے شوق کی زیادتی کو ظاہر کیا۔ اس مرتبہ وہ برق ایسی پوشیدہ ہوئی کہ پھر کبھی نمودار نہ ہوئی اور حضرت قطب عالم آنحضرت کی تربت کے نزدیک پہنچ ہی گئے تو اُن قدس سرہٗ کی روحِ مجسّم ہوکر قبر سے نکلی اور اُن کو گود میں لے لیا اور بہت زیادہ لطف و مہربانی سے پیش آئے اور فرمایا کہ " اس واسطے سے کہ تو ہمارے طریقہ میں تھا۔ اس جگہ پہنچ گیا۔ ورنہ کسی دوسرے کی کیا مجال اور طاقت تھی کہ وہ اس مقام کو پہنچتا"، حضرت قطب العالم نے عرض کیا کہ آن جناب کی عنایات کی مخلوق امیدوار ہے اور سب لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کی زیارت سے مشرف ہوں اور فیوض حاصل کریں لیکن اس برق کے خوف اور ہیبت سے

marfat.com

کسی شخص کو بھی اس مقام پر پہنچنے کی مجال نہیں ہے۔ اگر جناب کرم کر کے جمال پر آئیں اور کیفیت جمالی ظاہر کریں اور نیز اس برقِ جلال کو دوری[1] کے غلاف میں کھینچ لیں تو ایک عالم آپ کی برکتوں سے بہرہ مند ہو اور فیض حاصل کرے۔" آں حضرت نے فرمایا کہ "تیری خاطر سے میں نے آج ہی اپنی ذات کی اِس برق کو عالمِ لامکاں میں پوشیدہ کر دیا ہے ۔ اور صفاتِ جمالیہ میں سے تھوڑے سے میدان ظہور میں اس طرح نمایاں کئے کہ ہر خاص و عام یعنی سب کو اس جگہ آنے کی اجازت بخشی"، اسی وقت سے ہر خاص و عام کو اس درگاہِ پاک میں باریابی نصیب ہوئی اور اُن کے فیوض کا خوان سب مخلوق کے لئے بچھ گیا۔

اس کے بعد مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین کے مصنف قلمطراز ہیں کہ" حضرت قطب العالم رح نے رُوح مقدس سے مشرف ہو کر باشندگانِ کلیر کے لئے جو آپ کے قہر و جلال کے شکار ہو گئے تھے فاتحہ کے واسطے ہاتھ اٹھائے تو حضرت قدوس رح کے دست مبارک ویسے ہی اُٹھے رہ گئے گویا خشک ہو گئے۔ یہ دیکھ کر بعجز تمام حضرت قطب العالم نے بہت توبہ استغفار کی تو اُن کے ہاتھ اصلی حالت پر آئے اور قطب العالم پر اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ تمام بدن لرز گیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش آیا تو خود کو گنگوہ میں پایا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت قطب العالم اپنے مریدوں کے ہمراہ ۱۳ ربیع الاوّل کو مزار اقدس پر پہنچے۔ وہاں قرآن خوانی و فاتحہ کرائیں اور حلوہ شیریں کے توشہ پر حضور کی رُوح کو ثواب پہنچا کر حاضرین میں تقسیم کیا اور کچھ روز وہاں قیام فرما کر حسب روایت گلزار صابری مزار اقدس کے نشان کو نمایاں کیا اور جنگل کے درختوں کے پتّوں اور پھونس کے ٹٹوں سے مزار اقدس کی حد بندی کی اور بانس بلّیوں کے ستون بنا کر لکڑیوں کی چھت ——— سے تربتِ مقدس کے اوپر سایہ کیا اور تین دن میں یہ سب کام پورا کر کے گنگوہ واپس ہو گئے اس زمانے میں چیدہ چیدہ لوگ شاذو نادر ہی آپ کی زیارت کو جانے لگے۔ کچھ مجاور بھی آ کر مزار شریف سے دور فاصلہ پر آباد ہو گئے اور دربارِ صابری مخلوق خدا کے لئے عام طور

---

[1] فارسی محاورہ معنی کہ علیحدہ کر دیں

marfat.com

پر کھل گیا۔

جنگلی جانوروں کی آمد و رفت شروع ہوگئی۔ کثیر تعداد میں وحش وطیور کا مجمع رہنے لگا۔ صاحب سیر الاقطاب کا کہنا ہے "جنگلی جانوروں اور شیروں کے خوف سے جو مجاور آپ کے مزار سے کچھ فاصلہ پر رہتے تھے زیادہ دور جاکر رہنے لگے اور کچھ دنوں کے بعد انھوں نے یہاں آنا ہی ترک کر دیا۔

ہندوستان کی حالت

جس زمانہ میں حضرت قطب العالمؒ نے مزار اقدس کا پتہ لگا کر نمایاں کیا۔ اس وقت دہلی میں سلطان ابراہیم لودھی کی حکومت تھی۔ ڈاکٹر ایشوری پرشاد لکھتے ہیں کہ ابراہیم لودھی اپنے باپ سکندر کے مرنے کے بعد نومبر ۱۵۱۷ء میں بادشاہ ہوا یعنی (حضرت صابر قدس سرہٗ کی وفات سے دو سو چھبیس برس کے بعد ـــ یہ بادشاہ نہایت مغرور تھا۔ اس بادشاہ کے مورثوں نے ملک کو کئی حصوں میں منقسم کیا تھا اور افغان سرداروں کو اُن صوبجات کے حاکم مقرر کئے تھے۔ لیکن یہ بادشاہ ان سرداروں کی توہین کرتا تھا جس کی وجہ سے وہ اس بادشاہ سے ناراض تھے خود اس کا چچا دولت خاں لودی جو پنجاب کا حاکم تھا اُس کے طرزِ عمل سے بیزار تھا اور اُس نے کابل کے بادشاہ بابر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی"، لیکن حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کا اس بادشاہ سے کافی رسوخ تھا اور وہ حضرت قطب العالم کا معتقد بھی تھا۔ حقیقتِ گلزار صابری کے صفحہ نمبر ۳۱۹ پر تحریر ہے۔ سلطان ابراہیم لودی حضرت قطب العالم کے ہم راہ مزارِ اقدس حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوا تھا۔

اور اس نے روضۂ انور کی تعمیر کے لئے تین ہزار سکّے[1] التمش جو اُس کے پاس وجہ حلال کے تھے عطا کئے تھے لیکن ہندوستان میں اس کے امیروں اور سرداروں میں گڑبڑ ہو جانے کی وجہ سے تعمیر روضہ اقدس شروع نہ ہو سکی۔

---

[1] یہ سکہ سلطان التمش نے جاری کیا۔ یہ سکہ چاندی کا تھا اور اس کا نام ٹنک کہلاتا تھا۔

marfat.com

مزار مقدس پر حملہ کا اثر

۱۵۲۶ء میں شہنشاہ ظہیر الدّین بابر نے ہندوستان پر حملہ کر دیا اور سلطان ابراہیم کی فوج نے پانی پت کے میدان میں بابر سے شکست کھائی اور وہ خود لڑائی میں مارا گیا۔ چوں کہ حضرت قطب العالم ابراہیم لودھی کے طرفداروں میں تھے۔ اس لئے سیاسی معاملات کی اُلجھن میں اُن کا گزُر جانب کلیر نہ ہوا۔ مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین سے منقول ہے "بوجہ ابتدائے زمانہ اور مسدود ہونے آمد و رفت زائرین وغیرہ کسی قدر نشان مرقد شریف ضائع ہوگیا اور مزار شریف کو ویران اور وہاں جنگلی جانوروں کے جگھٹ دیکھ کر اہلِ ہنود نے کسی ہندو دیوی کی سمادھی سمجھ کر پوجنا شروع کر دیا اور وہ اپنی مرادیں پانے لگے" کیوں کہ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ حضرت قطبِ عالم سے اظہارِ عام فیوض جمالی کا وعدہ کر چکے تھے ایک مدت تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ بعد میں شیروں کی آمد و رفت کی بنا پر اُس دیوی کے پجاری خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلے۔ اور مزارِ مبارک پھر ویران ہوگیا۔

اقتباس الانوار سے منقول ہے کہ اسی اثنا میں "اتفاقاً ایک جوگی کا وہاں گزر ہوا اُس نے ایک پُر ہیبت اور پُر نور قبر دیکھی جس کے چاروں طرف بہت زیادہ تعداد میں وحش وطیور جمع تھے اور شیر اپنی دُم سے جھاڑو دے رہے تھے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران ہوگیا اور اپنے دل میں کہنے لگا یہ مقام ہماری عبادت گاہ کا تھا۔ اب اس جگہ یہ قبر نمودار ہوگئی۔ ایک بار میں دیکھ تو لوں کہ اس میں کیا ہے اور اس نشان سے اندازہ لگاؤں کہ یہ کیا ماجرا ہے۔

اس نیت سے وہ اس کی قبر کے نزدیک گیا۔ وحوش وطیور جو حد سے زیادہ وہاں جمع تھے وہاں سے اُٹھے اور ایک طرف کنارے پر چلے گئے اور وہ جوگی لوہے کا ایک اوزار اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اس نے چاہا کہ اس اوزار کی مدد سے آپ کی قبر منہدم کر دے اور اس خیال فاسد سے تربتِ پاک کو کھودنے میں مشغول ہوا اچانک ایک سوراخ قبر سے ظاہر ہوا اس سوراخ کے اندر یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اِس قبر میں کیا ہے اپنا چہرہ داخل کر دیا۔ اس

marfat.com

کے بعد اُس نے چاہا کہ سر کو اِس سوراخ سے باہر نکالے لیکن اس کو یہ بات میسّر نہ ہوئی۔ اسی جگہ مر گیا۔ جب رات ہوگئی حضرت شیخ علی احمد قدس سرہٗ نے اپنے روضہ کے مجاوروں سے جنھوں نے دور جا کر سکونت اختیار کرلی تھی۔ ایک سے خواب میں کہا کہ جلد اس جگہ پہنچو اور ایک کتّے کو جو میری تربت کے ساتھ بے ادبانہ پیش آیا تھا اور اپنی سزا کو پہنچ گیا ہے اس جگہ سے دور کر دو۔ جب صبح ہوئی تو مجاور بہت تیزی سے تربت شریف پر پہنچے۔ اور اس سنیاسی کی نعش کو جب نے ان قدس سرہ کے مرقدِ پاک سے بے اَدبی کی تھی وہاں سے نکالا، جب اس کے چہرہ کو دیکھا تو ہوبہو کتّے کی شکل پایا۔ پھر دور لے جاکر اس کی لاش کو پھینک دیا۔ اس واقعہ کے بعد مجاوروں نے حضرت کے مرقد کے قریب سکونت اختیار کرلی مرقدِ مقدس کو آراستہ کیا اور اس کی چھت کو جو لکڑی کی تھی ٹھیک کیا اور یہ لوگ اس وقت سے حضور کے حکم کے مطابق قریب آستانہ آکر بس گئے۔

حقیقت گلزار صابری میں لکھا ہے کہ حضرت قطب عالم شہنشاہ بابر کے

تعمیر گنبد و مسجد حملہ کے وقت سلطان ابراہیم لودی کے طرف داروں میں تھے۔ لیکن بابر کے بعد شہنشاہِ ہمایوں سے بھی آپ کو قربت حاصل ہوگئی تھی اور گزیٹر ضلع سہارن پور میں بھی تحریر ہے کہ ۹۴۳ھ مطابق ۱۵۳۶ء میں حضرت قطب العالم نے اس سے پہلے کہ شہنشاہ ہمایوں نے شیر شاہ سوری سے شکست کھائی۔ حضرت قطب العالمؒ نے شہنشاہ ہمایوں کی مدد سے مقبرے اور مسجد بنوائی تھیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسی زمانہ میں گنبدِ آستانہ شریف تیار ہوا اور مسجد خام بھی تیار ہوئی۔ بعد تیاری گنبد آستانہ شریف پر زائرین کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حقیقت گلزار صابری میں بھی لکھا ہے کہ حضرت قطب العالمؒ نے گنبد تیار کراکے ۱۳ ربیع الاوّل کو عرس شریف منعقد کیا جس میں پانچ سو کے قریب زائرین و معتقدین شریک تھے ——— اس کے بعد ہر سال عرس شریف کا انعقاد ہونے لگا اور سال بہ سال تعداد معتقدین و زائرین میں اضافہ ہوتا گیا۔ عوام الناس بلا لحاظ مذہب و ملت حضور اقدس کے مزار مبارک پر بغرض زیارت آنے لگے اور آپ کی کرامات عجیبہ

marfat.com

کا مشاہدہ کرنے لگے اور آپ کے فیوض کے دریا تے گھربار سے مستفید ہونے لگے اور اسی وقت سے سلسلہ سجّادہ نشینی بھی شروع ہوا۔

سجّادہ نشینی کا سلسلہ

خلافت اور سجادہ نشینی دو الگ الگ مناصب ہیں خلافت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بزرگ اپنی ولایت میں کسی خاص حصہّ کی ولایت اپنے کسی مرید کو جو اس کی تعلیم وتربیت سے فارغ ہو چکا ہو سپرد کردے۔ اور اس کو اپنے مرید کرنے کا اختیار دے کر وہاں کا مختارِ کل بنا دے سجادہ نشینی سے مراد قائم مقامی سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مُرشد اپنی حیات میں ہی اپنی اولاد میں سے یا مریدین میں سے جو اس کی تعلیم وتربیت میں رہ کر کامل ہوگیا ہو اپنی وفات کے بعد اپنا جانشین نامزد کردے یا اُس کے لئے وصیت کردے۔ چوں کہ حضرت مخدوم رح کے صرف ایک ہی مُرید خواجہ شمس الدین ترک تھے جن کو آپ نے خلافت کا خرقہ عطا کرکے پانی پت میں سکونت اختیار کرنے کی ھدایت عطا فرمائی تھی اور چوں کہ کلیر ایک ویران جگہ تھا۔ اس لئے وہاں حضرت شمس الدین ترک کو صرف تین یوم بعد وفات خود قیام کرنے کی اجازت دی تھی۔ چناں چہ بعد تلاشِ مزار اقدس وتعمیر گنبد حضرت قطبُ العالم شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ ہی سب سے پہلے سجادہ نشین حضرت صابر رحمتہ اللہ علیہ کے ہوئے اور اُن کے سجادہ نشینان حسبِ ذیل ہیں:

شجرہ خاندانِ سجّادہ نشیناں

نمبر ۱۔ حضرت قطب عالم شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ ۹۲۴ھ ۱۵۲۴ء سے ۹۴۵ھ ۱۵۴۸ء تک رہے

نمبر ۲۔ شاہ عبد الحمید صاحب رح بن حضرت عبد القدوس رح ۹۴۵ھ ۱۵۴۸ء سے ۹۸۸ھ ۱۵۸۲ء تک رہے

نمبر ۳۔ شاہ شیخ عبد الصمد صاحب ابنِ شاہ عبد الحمید صاحب ۹۸۸ھ ۱۵۸۲ء سے ۹۹۲ھ ۱۶۸۳ء تک رہے

نمبر ۴۔ شاہ عبد الصمد کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت شاہ شیخ فتح اللہ صاحب ۹۹۲ھ ۱۵۸۳ء سے ۱۰۲۱ھ ۱۶۱۲ء تک رہے۔

marfat.com

نمبر ۵۔ حضرت شاہ فتح اللہ صاحبؒ کے دو صاحبزادے ہوئے جن میں شیخ محمد طاہر صاحب گنگوہ رہ کے سجادہ اور شیخ محمد صادق صاحب ۱۶۱۲ء سے ۱۶۴۰ء تک کلیر کے سجادہ نشین رہے۔

نمبر ۶۔ شیخ محمد صادق کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ محمد ۱۶۴۰ء سے ۱۶۵۶ء تک رہے۔ آپ نے خام مسجد جس کو قطبؒ العالم نے تعمیر کرایا پختہ کرائی۔

نمبر ۷۔ شیخ محمد صاحب کے چار صاحبزادے ہوئے۔ جن میں شیخ احمد صاحب عرف شاہ بڑے کے نام سے سجادہ نشین ہوئے۔ انگریزی کتابوں میں آپ کا نام شاہ بادے لکھا ہے آپ کے زمانے میں شہنشاہ بادشاہ شاہجہاں نے رقبۂ کلیر بذریعہ شاہی فرمان عطا کیا اور بعد کو شہنشاہ اورنگ زیب نے اس فرمان کی توثیق کی۔ آپ ۱۶۵۶ء سے ۱۷۱۰ء تک رہے۔

نمبر ۸۔ شاہ شیخ احمد عرف شاہ بڑے صاحب کے بعد شیخ شاہ علی رضا صاحب ۱۷۱۰ء سے ۱۷۶۲ء تک رہے۔

نمبر ۹۔ شاہ علی رضا کے بعد شاہ شیخ احسان علی ۱۷۶۲ء سے ۱۸۰۰ء تک رہے۔

نمبر ۱۰۔ شاہ احسان علی کے بعد شیخ شاہ علی بخش صاحب ۱۸۰۰ء سے ۱۸۳۵ء تک رہے۔

نمبر ۱۱۔ شاہ علی بخش کے بعد شیخ شاہ نیاز علی صاحب ۱۸۳۵ء سے ۱۸۵۵ء تک رہے۔

نمبر ۱۲۔ شاہ نیاز علی کے بعد شاہ ابوالحسن صاحب ۱۸۵۵ء سے ۱۸۹۰ء تک رہے۔

نمبر ۱۳۔ شاہ ابوالحسن کے بعد شاہ ظہورالحسن صاحب ۱۸۹۵ء سے ۱۹۰۳ء تک رہے۔

نمبر ۱۴۔ شاہ ظہورالحسن کے بعد ان کے خاندانی بھائی شاہ عبدالرحیم صاحب خلف شاہ عبدالکریم ۱۹۰۳ء سے ۱۹۴۰ء تک رہے

نمبر ۱۵۔ شاہ عبدالرحیم صاحب کے بعد ان کے لڑکے شاہ نواب احمد صاحب ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک رہے

نمبر ۱۶۔ شاہ نواب احمد صاحب کے بعد شاہ اعجاز احمد صابری ۱۹۴۷ء میں اپنے بھائی کے بعد سجادہ نشین ہوئے جو موجود ہیں۔

marfat.com

گیارھواں باب

کرامات بعدِ وفات

آغاز کیفیت جمالی سلطان الہند حضرت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اجمیری کے بعد آپ کی عظمت کا شمار ہونے لگا۔ اب تو اولیاء اللہ رجال الغیب کی بھی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ طالبانِ روحانیت یہاں تشریف لانے لگے اور آپ کے فیوض سے مستفید ہونے لگے۔ بے روزگاروں کو روزگار۔ بے اولادوں کو اولاد۔ بیماروں کو شفا اور حاجت مندوں کی حاجت روا ہونے لگیں۔ غرض جو کوئی خلوص دل سے مراد لے کر آستانۂ مبارک پر پہنچتا وہ اپنا دامنِ مراد بھر لیتا۔ فقراء بھی کثیر تعداد میں آستانہ شریف پر رہنے لگے۔

شاہی فرمان شہنشاہ شاہجہان بہادر کا شہزادہ داراشکوہ اولیائے کرام کا معتقد تھا۔ اس نے اپنی کتاب سفینۃ اولیاء میں دیگر اولیائے ہند کے ساتھ ساتھ مختصر بیان حضرت صابر قدس سرہٗ کا بھی اپنے قلم سے تحریر کیا ہے اور یہ کتاب ابھی تک لائبریری "مولانا ابوالکلام آزاد" دہلی میں محفوظ ہے۔

جب شہنشاہ بہادر کو معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ اقدس پر اجتماعِ درویشان زیادہ ہونے لگا ہے اور کلیر کے جنگل بیابان میں اُن کی خورونوش کا کوئی ذریعۂ کفالت نہیں ہے تو شہنشاہ بادشاہ نے موضع کلیر کی کل آراضی جس کی پیمائش

marfat.com

و تشخیص مالگزاری بذریعہ راجہ ٹوڈرمل شہنشاہ اکبر اعظم کے زمانے میں ہو چکی تھی - اور یہاں کاشت بھی ہونے لگی تھی - بذریعہ فرمان شاہی اُس وقت کے سجادہ نشین شاہ بڑے (بادلے) اور اُن کے صاحبزادگان کو برائے اخراجات خورونوش فقراء جو حضرت مخدوم پاک پاک کی درگاہ میں زیارت کے لئے آئیں عطا کر دی (ماخوذ از تجویز بی ڈی سر لویا استوا، ایس او-سی - ضلع سہارن پور، مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۶۵ء) اس وقت سے یعنی شاہجہاں کے زمانے سے تقسیم لنگر کی شروعات ہوئی زبانی روایات تو اس قسم کی بھی ہیں کہ اس عطیہ سے پہلے بھی لنگر جاری تھا جس کا کوئی سُراغ نہیں ملتا -

چلّہ کشی انوار الرحمان بزبان فارسی کے صفحات نمبر ۳۳-۳۴ پر تحریر ہے کہ مولانا شاہ عبدالرحمان صاحب تین ماہ دو روز اجمیر میں قیام کرنے کے بعد جے پور- الور شاہ جہان پور (دہلی)، گنگوہ، منگلور اور دیوبند ہوتے ہوتے ۱۲۰۱ء میں چلّہ کشی کے ارادہ سے کلیر شریف تشریف لائے اور اپنے ملفوظات میں مندرجہ ذیل حالات آستانہ حضرت صابر رحمتہ اللہ علیہ قلم بند کئے -

ترجمہ از فارسی : " سہارن پور سے پیران کلیر فائض الانوار - قطب اقطاب حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر قدس سترہ کے مزار پر آئے - چالیس روز وہاں قیام کیا - اُس زمانے میں پیران کلیر کے گرد و نواح ویران تھے - خصوصاً مزار کی جگہ جنگل میں واقع تھی جناب مولانا نے درگاہ کی مسجد میں قیام فرمایا - قصبہ کلیر اس جگہ سے تھوڑے فاصلہ پر آباد تھا - مولانا فرماتے ہیں جس روز ہم حضرت مخدوم رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے کوئی چیز از قسم نقد و جنس میرے پاس نہیں تھی - سوائے ایک سفید (لوئی) کمبل کے جس کو میں نے آستانہ مُبارک پر نذر چڑھا دی - متواتر تین روز گزر گئے کہ ہم تک کوئی کھانے کی چیز نہیں پہنچ سکی - چوتھے روز ایک شخص کچھ شیرینی لے کر آیا - مزار اقدس پر فاتحہ دلائیں - تقسیم کے حصہ کے بقدر ایک چٹکی میرے ہاتھ پر بھی رکھ گیا - اُس روز اسی تبرک سے افطار کیا اور چھبیس روز کم و بیش ہم شام کے وقت کنوئیں کے پانی سے افطار کرتے رہے - دوسری کوئی چیز کسی جگہ میں نے نہیں دیکھی - یہاں تک کہ رحمت بخش اور امان اللہ میرے ساتھیوں کی حالت متواتر فاقہ کشی کی

marfat.com

وجہ سے ہلاکت کے قریب ہوگئے۔ میں نے ان کو اجازت دی کہ آس پاس کی آبادی میں جاکر جان کی حفاظت کے لئے سوال کرنے کا تم کو اختیار ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی نہیں گیا۔ آخر کار ایک روز شام کو ایک شخص گاؤں کی طرف سے آیا اور اُس نے پوچھا کہ مولوی عبد الرحمان کدھر ہیں۔ کسی شخص نے ہمارا پتہ دے دیا۔ اس آدمی کے ساتھ دوسرا آدمی اپنے سر پر خوان میں اس قدر روٹیاں اور سالن لئے ہوتے تھا کہ یہ کھانا تین آدمیوں کو کافی ہوتا یہ دونوں آدمی ہمارے قریب آئے اور کھانا ہمارے سامنے رکھ دیا۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور اس آدمی نے کہا ہر روز اسی طرح شام کو وہ کھانا لائے گا اور ہم کو کھلائے گا۔ میں سمجھا کہ یہ دعوت حضرت مخدوم پاکؒ کی طرف سے ہے۔ تیرھویں ۱۳ دن کھانا لانے والا مذکور کہنے لگا کہ سامان جنس جس قدر دعوت کے واسطے مقرّر تھا وہ آج ختم ہوگیا، اگلے روز وہ کھانا نہیں لائے گا قیاس سے میں نے سمجھا کہ رخصت کا پیغام ہے۔ چوں کہ چلّہ کشی میں ایک روز باقی رہ گیا تھا۔ اس لئے ایک روز ہم نے اور قیام کیا۔"

تذکرۂ اولیائے ہند سے نقل ہے۔ "ایک قوّال جو مولوی فتح محمد صاحب کا مُرید اور کچھ پڑھا ہوا تھا۔ اُس نے ایک قصیدہ حضرت صابر قدس سرّہ کی شان میں لکھا۔ عرس شریف میں حاضر ہو کر بھیرویں میں اس کو روبرو مزار اقدس گانا شروع کیا کہ یکایک ایک سوار آیا اور آستانۂ مبارک پر گھوڑے سے اُترا۔ ایک تھال ململ اور اس پر چھتیس رُوپے رکھے تھے قوّال کو دے کر اُلٹے پاؤں چلا گیا۔ اور غائب ہوگیا

اس کتاب میں واضح ہے کہ "حضرت صابر قدس سرّہ کے مزار گہربار سے جو فیض جاری ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ دور دور سے لاکھوں آتے ہیں۔ دامنِ مراد کو پُر کر کے لے جاتے ہیں۔ میں نے (صاحب تذکرہ اولیائے ہند) بہت سے لوگوں کے اعراس دیکھے ہیں مگر اول نمبر اجتماعِ خلائق دو جگہ ہوتا ہے۔ ایک حضرت خواجہ بُزرگ رحمتہ اللہ علیہ کے عرس شریف اجمیر میں دوسرے حضرت صابر کے عرس کلیر شریف میں حضرت قدس سرّہٗ کی کرامات ظاہر فیضان عام ہے۔ جس کو انکار ہو وہ اس فقیر کاتب الحروف کے ہم راہ مزار مبارک پر حاضر ہو کر اطمینان کرلے یہ بدنام قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر تا حال (یعنی ۱۹۲۴ء) زندہ موجود ہے۔"

marfat.com

اقتباس

" راقم الحروف تذکرہ اولیائے ہند مرزا محمد اختر مقیم حال ۱۹۲۴ء قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر اپنی بیتی عرض کرتا ہے " اس ناچیز نے سترہ برس سیر و سیاحت کر کے بزرگان دین کو دیکھا ہے بعض کے انفاس سے فیض پایا۔ ہندوستان کے اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کی۔ حضرت کی زیارت کا اشتیاق تھا۔ مگر عمداً کئی سال تک حاضر نہ ہو سکا تاوقتیکہ وہ خود نہ بلائیں اور پہلے اپنی زیارت سے مشرف نہ فرمائیں۔ حاضر نہ ہوں گا۔ آخر کار ایک شب بعد نماز تہجد کے میں ذکر الہی میں مصروف تھا۔ حجرے میں اندھیرا تھا یکایک برق کی ایسی چمک معلوم ہوئی کہ میں ڈر گیا۔ سمجھا کہ بجلی گری ہے۔ بدن میں لرزا پیدا ہو گیا تعجب نہ تھا کہ قالب سے روح پرواز کر جائے کہ ناک میں خوشبو آئی۔ ذرا فرحت ہوئی تو دیکھا تمام حجرہ عود و عنبر کی خوشبو سے معطر ہے۔ اور ایک نورانی شخص دکھائی دیا۔ مگر اس کے منہ پر ایسی روشنی تھی جس کی جودت زمین پر پڑتی تھی۔ میری تاب نہ تھی کہ میں روے انور کو دیکھ سکتا۔ ایک نظر پڑتے ہی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ کیفیت جلالی ہٹی اور میرے جسم کو ہوائے سرد لگی۔ مگر مجھ میں حس و حرکت کی قوت نہ تھی۔ کان میں آواز آئی " کہ تو میری ولایت میں قنات کے نیچے رہتا ہے اور میرے سلام کو نہ آیا مجھ ہی کو تکلیف دی " یہ سنتے ہی میں بیہوش ہو گیا اور اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ صبح کی نماز بمشکل ادا کی اور میرا حجرہ کئی دن معطر رہا فرزند میرا سخت علیل تھا۔ اطبا جواب دے چکے تھے۔ اسی وقت سے اس کو صحت کلی ہوئی۔ اس روز سے تصرف اور عنایات ہیں کہ جب کبھی کوئی مشکل پیش آتی ہے اور حضور کی روح پاک کی طرف توجہ رجوع کی۔ اسی روز خواب میں زیارت سے مشرف ہوا اور مشکل حل ہوئی۔ بے شک وہ ذات بابرکات مشکل کشا ہے۔

---

marfat.com

نقشہ نظری احاطہ درگاہ حضرت مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد صابرؒ

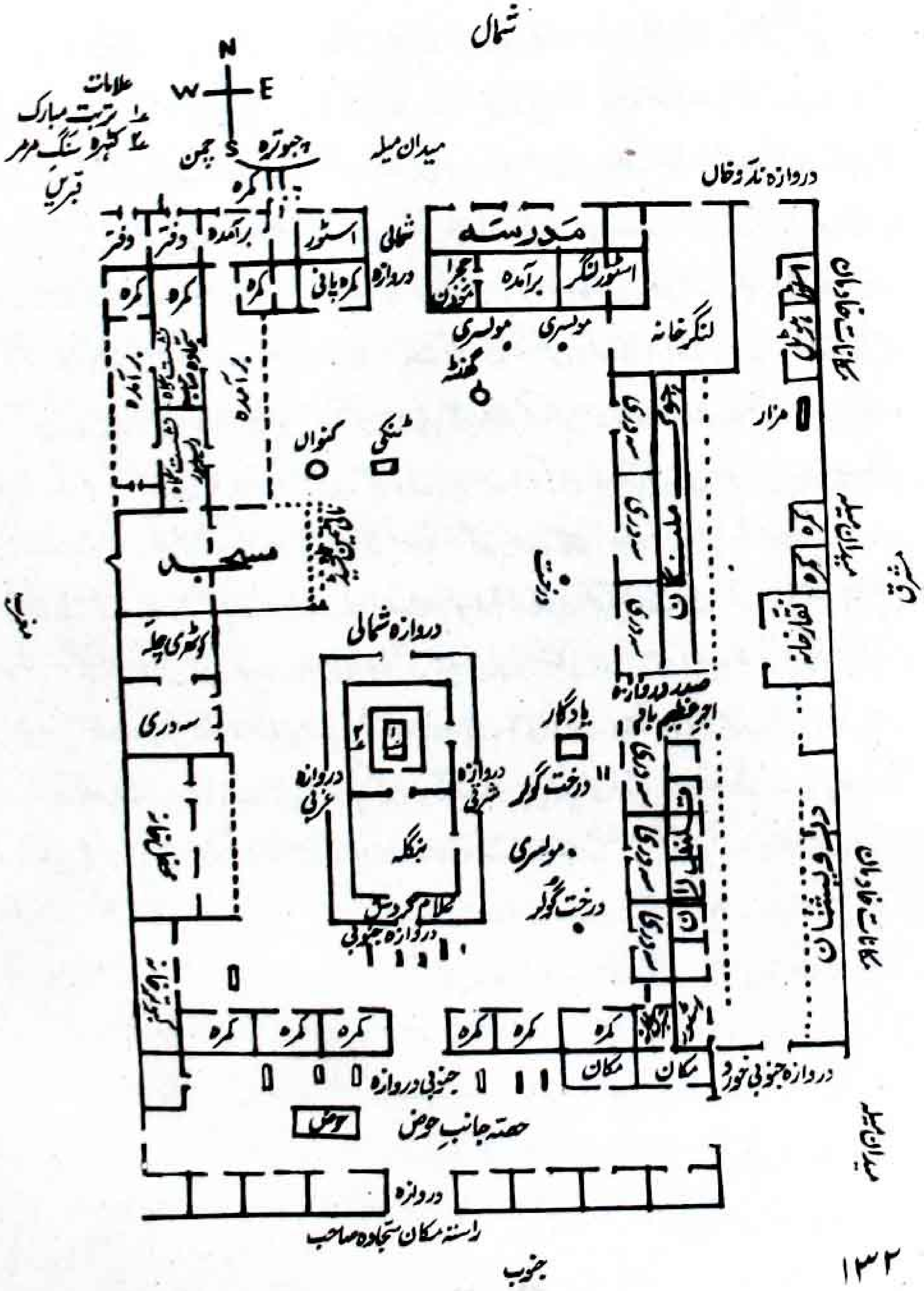

بارھواں باب

درگاہ شریف

احاطۂ درگاہ شریف جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ مولوی عبدالرحمان رح کی آمد کے وقت حضرت قدس سرّہٗ کے روضۂ مبارک کا گنبد اور مسجد تیار تھیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ گنبد ۱۰۳۲ھ بعہد شہنشاہ نورالدین جہاں گیر بن گیا تھا۔ لیکن احاطہ درگاہ حضرت مولانا عبدالرحمان کی آمد کے وقت تک نہیں بنا تھا۔ درگاہ شریف کے احاطہ کے صدر دروازہ شرقی پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

ہم باب وہم احاطہ درگاہ را بصدق
خان معین الدین کہ بنارستقیم داد
درفکر سال عقل سر خود بجیب برد
آمد ندائے غیب کہ اجر عظیم باد
۱۲۳۱ھ

مندرجہ بالا کتبہ میں الفاظ "اجر عظیم باد" سے سال ۱۲۳۱ھ برآمد ہوتا ہے۔ یعنی حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب کے سفرنامہ میں جو تاریخ ۱۲۰۷ھ تحریر ہے۔ اس کے چوبیس سال بعد درگاہ شریف کا صدر دروازہ اور احاطہ تعمیر ہوا۔ تعمیر کرانے والے صاحب کا نام خان معین الدین اس کتبہ میں کندہ ہے۔ خان معین الدین خان عرف نواب بھمبو خان قصبہ

marfat.com

نجیب آباد ضلع بجنور کے رئیس اعظم اور متوطن تھے۔ وہ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد تھے۔ انھوں نے مزار مبارک پر حاضر ہو کر حضرت رح سے درخواست کی کہ روضۂ اقدس کے اردگرد پختہ عمارتیں بنوا دیں۔ لیکن منظوری نہ ہوئی۔ آخر کار متواتر استدعاؤں اور التجاؤں کے بعد شنوائی ہوئی تو حکم ہوا کہ نواب صاحب اور اُن کی بیگم صاحبہ محترمہ اینٹ گارہ اپنے سروں پر ڈھو کر لائیں اور تعمیر شروع کر دیں۔ چناں چہ تین یوم متواتر نواب صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ نے اینٹ گارہ اپنے سروں پر ڈھویا۔ تین روز کے بعد جب اُن کی عقیدت کا امتحان ہو گیا تو چوتھے روز حکم ہوتا ہے کہ تعمیر کے کام پر معمار اور مزدور لگا دیئے جاویں۔ چنانچہ معماران اور مزدوروں سے کام کرانا شروع ہو گیا

صدر دروازے سے پیوستہ اندرونی و بیرونی سہ دریان۔ لنگر خانہ۔ دروازہ کلان جانب شمال اور اس سے ملحقہ عمارتیں اور جانب جنوب تیسرا بڑا دروازہ اور اس سے ملی ہوئی سہ دریاں۔ محفل خانہ اور صدر دروازہ کے مقابل نقار خانہ نواب صاحب موصوف کی تعمیر کردہ ہیں۔ جس جگہ اب تالاب پختہ ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے مٹی کھود کر تعمیر کے لئے گارہ بنایا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے ایک عمیق گڑھا بن گیا تھا۔ اسی گڈھے کو پختہ بنا کر تالاب کی شکل دے دی گئی تھی جو اُس وقت سے اب تک زائرین اور مسافروں کے لئے نہایت مفید ہے احاطہ درگاہ شریف تعمیر ہونے کے کچھ دن بعد نواب صاحب اور بیگم صاحبہ کا انتقال ہو گیا اور یہ دونوں اسی احاطہ میں مدفون ہیں اور اُن کی قبریں پختہ بنی ہوئی ہیں۔

دیگر تعمیرات

بقیہ عمارتیں ملحقہ درگاہ شریف جنوبی دروازہ کے جانب حوض والا حصہ اس کے بعد مکانِ رہائشی و سرائے بریلی والان وغیرہم ۱۸۵۷ء کے بعد کی تعمیرات ہیں اور ابھی تک عمارتوں میں اضافہ ہوتا ہی چلا آ رہا ہے۔ درگاہ شریف کے احاطے میں مسجد درگاہ شریف ہے جانب جنوب یعنی مسجد اور محفل خانہ کے درمیان سہ دری کے گوشہ میں حجرۂ چلہ کشی ہے۔ جہاں ہزاروں اولیاء اللہ اور علمائے دین نے آ کر چلے کئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حجرے میں حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے زیرین تربت مبارک پہنچنے کے لئے سُرنگ بھی جو اب بند ہو گئی ہے۔ فوٹو میں صدر دروازہ اور آستانہ حضرت

marfat.com

صابر کے درمیان اُس درخت گولر کی جگہ سنگ مرمر سے بنا ہوا چبوترہ بطور یادگار بنا ہوا ہے۔

آستانہ شریف

آستانہ مبارک کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ غلام گردش کہلاتا ہے دوسرا حصہ بنگلہ اور تیسرا حصہ جس میں مرقد مقدس ہے۔ آستانہ شریف کہلاتا ہے مزار شریف والے حصہ کے اوپر گنبد بنا ہوا ہے۔ بنگلہ اور گنبد کے چاروں طرف جالی دار غلام گردش ہے۔ جس کے چاروں سمتوں پر چار آہنی سلاخوں کے بنے ہوتے کیواڑ لگے ہوتے ہیں۔ غلام گردش سے گزر کر مزارِ اقدس پر داخلہ کے لئے پہلے بنگلہ میں گزر کر جانا پڑتا۔ پھر زیر گنبد تربتِ اقدس پر حاضری ہوتی ہے۔ تربت اقدس کے چاروں طرف سنگ مرمر کا کٹہرا بنا ہوا ہے۔ باہر واپسی کے لئے دوسری کھڑکی ہے۔ بنگلہ اور مزار شریف میں داخلہ کے اور باہر آنے کی تین کھڑکیاں ہیں۔ جن کے کیواڑوں پر چاندی کے پترے چڑھے ہوئے ہیں۔

اوقات حاضری آستانہ شریف

احاطہ درگاہ شریف میں زائرین کو داخل ہونے کی ہر وقت اجازت ہے۔ البتہ احاطے کے بڑے دروازے عشاء کی نماز کے کچھ دیر بعد بند کر دئے جاتے ہیں اور صبح کو نماز فجر سے پہلے کھولے جاتے ہیں۔ پھر بھی دفتر درگاہ شریف کے قریب چھوٹے دروازے اور صدر دروازے کی کھڑکی سے احاطہ کے اندر داخلہ ہوسکتا ہے۔ آستانہ شریف کی دونوں کھڑکیوں اور غلام گردش کا صدر دروازہ اپنے مقررہ اوقات پر کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ یہ دروازے صبح کو بعد نماز فجر کھولے جاتے ہیں گویا آستانہ شریف میں حاضری کے لئے وقت صبح بعد نماز فجر سے ہے۔ زوال کے ..... وقت پونے بارہ بجے سے پون بجے دن میں شام کو مغرب کی نماز کے وقت اور شب کو بعد نمازِ عشاء آستانہ شریف حاضرین دربار کیلئے مامون رہتا ہے اور اس دوران میں کبھی نہیں کھولا جاتا۔ ایام عرس شریف یا دیگر خاص مواقع پر جب اجتماع زائرین زیادہ ہوتا ہے تو بعد نماز عشاء کچھ وقت میں اضافہ کر دیا جاتا ہے ویسے مامون ہونے کے بعد غیر اوقات میں آستانہ مبارک نہیں کھولا جاتا ہے آستانہ مبارک

marfat.com

کی خدمات کا کام ایک خاص خادم[1] کے سپرد ہیں جو بعد نمازِ عشا خدمات مزار شریف یعنی صفائی وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد درگاہ مامون کرتا ہے اور تہجد کی نماز کے وقت پھر آستانہ مبارک میں جاکر خدمت کرتا ہے۔ اس وقت کوئی دوسرا آدمی اس کے ہمراہ مزار شریف پر جا نہیں سکتا۔ خدمت کرنے کے بعد پھر آستانہ شریف پھر مامون کر دیا جاتا ہے جو بعد نماز فجر عام حاضری کے لئے کھولا جاتا ہے۔ آستانہ شریف میں وضو کر کے داخل ہونا افضل ہے۔ درگاہ شریف میں ننگے سر، جوتے پہن کر یا کسی غیر مہذب طریقے پر داخل ہونا اور تمبا کو نوشی کرنا ممنوع ہیں۔

مسجد درگاہ شریف

مسجد میں اذان اور نماز پنج گانہ باجماعت اپنے صحیح اوقات پر ہوتی ہیں۔ نماز ظہر میں جماعت سے پہلے کلمہ شریف تخم مولسری پر اور بعد نماز عصر باد اموں وظیفہ خواجگان پڑھا یا جاتا ہے اور ہر نماز کے سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ کلمۂ جہر پڑھا جاتا اور نماز فجر اور نماز عشاء کی جماعت سے پانچ منٹ پہلے تین مرتبہ الصّلوٰۃ السلام وعلیک یا حبیب اللہ۔ الصلوٰۃ السلام وعلیک یا رسول اللہ الصلوٰۃ السلام علیک یا نبی اللہ" مؤذن مسجد باواز بلند پڑھتے ہیں۔ ہر جمعہ کی نماز اور نماز عیدین بھی اسی مسجد میں ہوتی ہیں۔

ماہ رمضان المبارک میں باقاعدہ تراویح ہوتی ہیں اور کوئی نہ کوئی صاحب اعتکاف میں بھی بیٹھتے ہیں۔ ۲۲، ۲۳ ر رمضان المبارک کی درمیانی شب کو شبینہ منجانب سید سعید مرتضیٰ صاحب ہر سال ہوتا ہے۔ ۲۷، ۲۸ ر رمضان المبارک درمیانی شب کو درگاہ شریف کی طرف سے ختم کلام اللہ کا اہتمام ہوتا ہے ____________ اور ۲۸، ۲۹ ر رمضان المبارک کی درمیانی شب میں حضرت مولانا قاری عبداللطیف صاحب سیکری والوں کے کلام مجید کا ختم غلام گردش آستانۂ مبارک میں ہوتا ہے۔

لنگر

درگاہ شریف میں روزانہ دونوں وقت فقراء کو کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ لنگر کا انتظام درگاہ شریف کے انتظام کی طرف سے ہوتا ہے۔ اسی لنگر کے اخراجات کی کفالت کے لئے شہنشاہ شاہجہاں نے موضع کلیر کی کل آراضی بذریعہ فرمان شاہی عطا کی تھی اور جو بعد میں اپیل پریوی کاؤنسل[2] ۱۹۲۲ء میں یہ طے ہو گیا کہ موضع کلیر

---

[1] موجودہ خادم کا نام نامی صوفی غلام جیلانی ہے [2] مشیر ادقاف

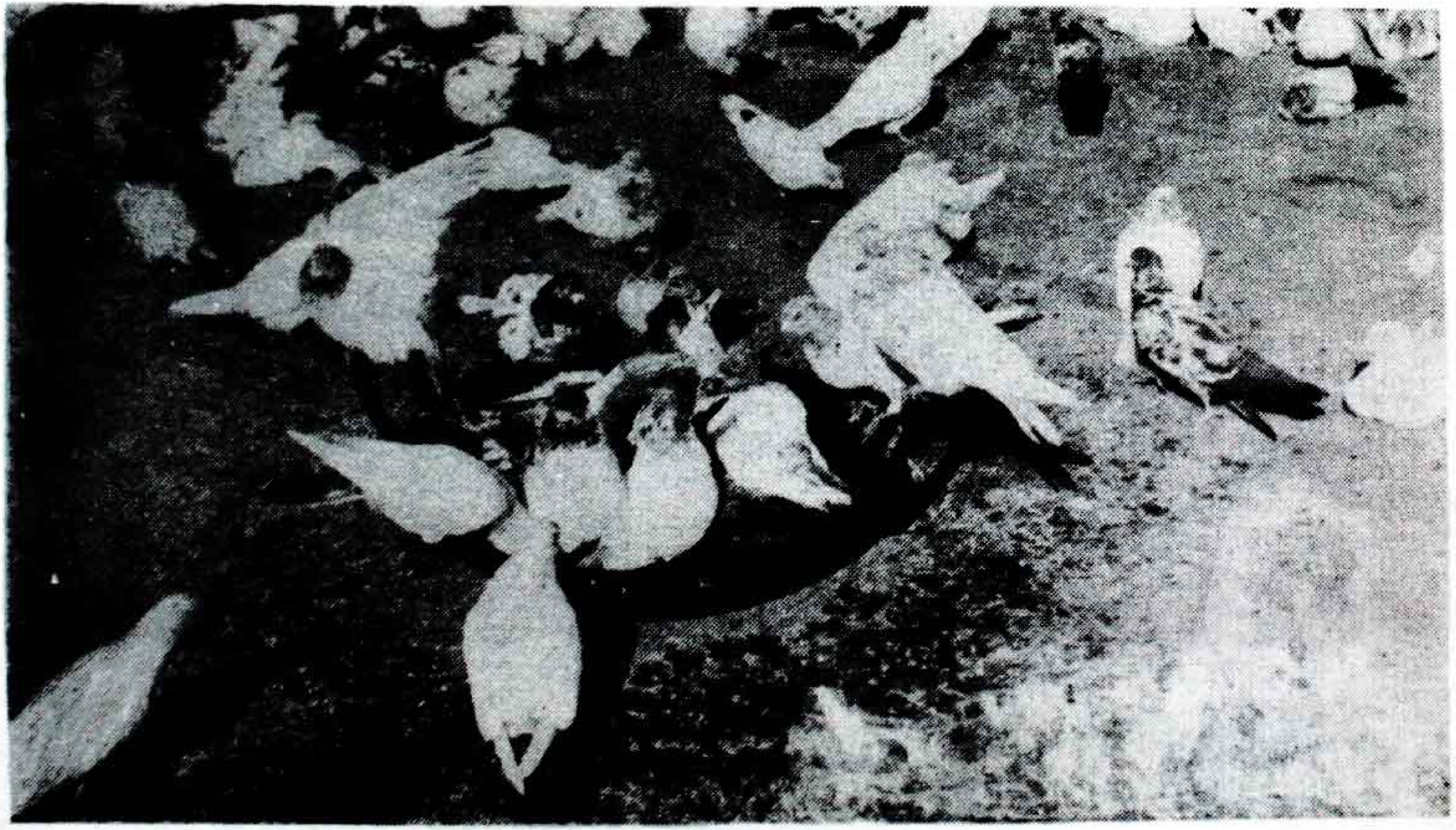

کبوتر

فوٹوگرافی، محمد شمیم، وینس اسٹوڈیو، رُڑکی

marfat.com

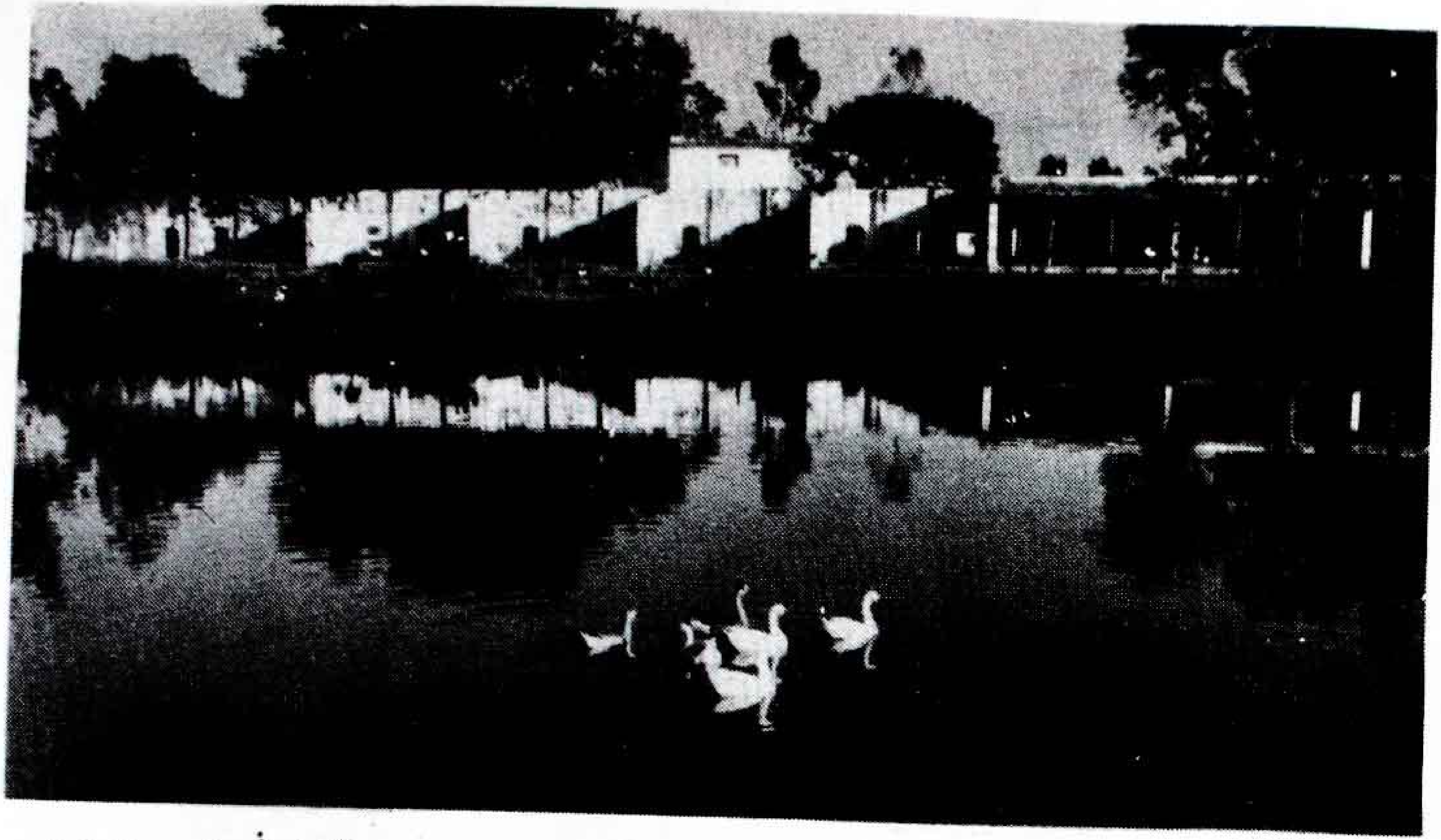

تالاب

فوٹوگرافی، محمد شمیم، وینس اسٹوڈیو، رُوڑکی

marfat.com

درگاہ کے لئے وقف ہے۔ جس کو شاہان مغلیہ نے معافی میں عطا کیا تھا۔ جب تک سجادگان درگاہ اس وقف کے متولی رہے وہ لنگر کا انتظام کرتے رہے۔ ۱۹۶۵ء میں سجادہ صاحب درگاہ کے تولیت سے معزول ہونے کے بعد رسیوران اور سنی سینٹرل بورڈ آف لکھنؤ کے انتظام میں رہا۔ یہ درگاہ شریف کے اخراجات کی سب سے بڑی مد ہے۔ ہر جمعرات کو اور دیگر تقریبات کے مواقع پر تعدادِ فقراء و زائرین بڑھ جانے سے لنگر کی تقسیم میں بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

محفل خانہ سہ دری حجرۂ چلہ سے ملا ہوا جانب جنوب محفل خانہ ہے ہر جمعرات کو مابین عصر و مغرب یہاں ختم شریف اور محفل سماع ہوتی ہے۔ اور سجادہ صاحب صدر مجلس ہوتے ہیں۔ محفل خانہ کے جنوب میں کبوتر خانہ ہے۔ جس میں ہزاروں کبوتر پالتو رہتے ہیں۔ کبوتر پالنے کی خاص وجہ تو سننے میں آئی نہیں۔ بلکہ معلوم یہی ہوا کہ کسی خادم درگاہ کا شوق تھا جو اب املاکِ درگاہ کا جز بن گیا ہے۔ فصل کے موقع پر ان کبوتروں کے لئے مضافات درگاہ شریف سے کچھ اناج اکٹھا ہو جاتا ہے۔ بقیہ سال ان کی کفالت بذمہ درگاہ شریف ہوتی ہے۔

نومبر ۱۹۷۰ء میں سابق والئ ریاست مالیر کوٹلہ پنجاب ہز ہائینس نواب احمد علی خان صاحب مرحوم کی بیگم محترمہ جنابہ محمودہ بیگم صاحبہ پیران کلیر شریف تشریف لائیں تھیں۔ دوران گفتگو خاکسار راقم الحروف سے دریافت فرمایا کہ "یہاں کوئی ایسی بھی علامت ہے جس کو ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور حضرت صابر صاحب قدس سرہ کی کرامت سمجھیں۔ خاکسار کے لئے اس سوال کا جواب دینا بہت دشوار تھا۔ پھر بھی بیگم صاحبہ محترمہ سے جواب میں عرض کر ہی دیا کہ حضرت قدس سرہٗ کی کرامت خاص کا مشاہدہ تو وہی کر سکتا ہے جس کو وہ چاہیں میری کیا مجال ہے کہ میں اس کا اظہار کروں۔ جو کچھ میں نے اپنی ملازمت کے نو سال میں دیکھا وہ یہ ہے کہ علاوہ اس سکون اور سرور قلب جو آپ کی تربت پر حاضری کے وقت محسوس ہوتے ہیں کبوتروں کو ہی دیکھ لیجئے گا کہ درگاہ شریف کی ہر عمارت کی منڈیروں حتیٰ کہ مسجد کے میناروں پر بھی بیٹھے ہوئے ملیں گے۔ لیکن حضور کے آستانہ شریف کی منڈیروں یا گنبد پر ان کبوتروں میں سے کوئی بھی بیٹھا ہوا نہیں ملے گا۔ چنانچہ بیگم صاحبہ محترمہ اگلے روز صبح ہی بعد نماز فجر

marfat.com

جس وقت کبوتر کھلے جنوبی دروازے سے ملحقہ سہ دری میں بیٹھ گئیں اور کبوتروں کی نشست وپرواز کو دیکھتی رہیں۔ دو گھنٹہ متواتر گزر جانے کے بعد اپنے ملازمان سے کبوتروں کو گھیرواکر آستانہ مبارک کی طرف اُڑا دیا۔ پھر بھی کوئی کبوتر آستانہ شریف پر نہ بیٹھا۔ ناچار ہوکر اور احساسِ عقیدت لے کر ناشتہ پر تشریف لائیں۔

---

marfat.com

تیرھواں باب

تقریباتِ درگاہ

ماہ محرم الحرام اس ماہ کی چاند رات کو بعد نماز عشاء سجادہ صاحب درگاہ امام صاحب میں بغرض سلام و اظہار عقیدت تشریف لے جاتے ہیں اور بعد سلام فاتحہ و ختم شریف کے یہاں محفل سماع کا اہتمام ہوتا ہے اور بعد اختتام محفل سماع حاضرین کو تبرک تقسیم ہوتا ہے۔

۵ محرم الحرام کو پیر دستگیر حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وصال کے سلسلہ میں میٹھی کھچڑی پر بعد نماز مغرب محفل خانہ میں فاتحہ دلا کر ایصال ثواب ہوتا ہے اور اس کے بعد محفل خانہ میں محفلِ سماع ہوتی ہے۔

۶ محرم الحرام کو عالی مقام حضرت امام خواجہ ابو محمد صالح رح کے یوم شہادت کے سلسلے میں اُن کا عرس ہوتا ہے جس میں بعد نماز فجر درگاہ امام صاحب میں قرآن خوانی اور اس کے بعد ختم شریف ہوتا ہے اور اسی تاریخ میں بعد نماز عشاء ختم شریف کے بعد محفل سماع ہوتی جس میں ہزارہا عقیدت مندان شریک ہوتے ہیں۔ اگلے روز ۷ محرم الحرام حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قل ہوتا ہے اور حلوہ شیریں پر فاتحہ دلائی جاتی ہے۔ اسی تاریخ سے سالانہ عرس شریف حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ کی نیاری کا کام شروع ہو جاتا ہے

عشرۂ محرم: تاریخ شہادت سید الشہداء سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کی یادگار میں درگاہ شریف کے صحن میں صفائی نہیں کی جاتی۔ صبح دس بجے درخت مولسری کے زیرین ذکر شہادت امام حسین علیہ السلام پڑھا جاتا ہے دوپہر کے وقت لنگر میں کھچڑا اور شام کو میٹھے چاول تقسیم ہوتے ہیں۔ اس تاریخ میں نقارہ خانہ میں نقارہ اور درگاہ شریف میں گھنٹہ

marfat.com

بجنے بند رہتے ہیں حتیٰ کہ لنگر کی گھنٹی بھی نہیں بجتی ۔

۲۳ر محرم کو بعد نماز عشاء ہر سال ایک چادر برائے نذر مزار اقدس حضرت مخدوم پاک قدس سرّہٗ جناب شاہ غریب شاہ مقیم درگاہ امام صاحب بڑے اہتمام کے ساتھ لاکر اظہار عقیدت پیش کرتے ہیں ۔ آپ کے ساتھ درگاہ امام صاحب سے درگاہ حضرت مخدوم پاک تک عقیدتمندان اور اُن کے مریدان کا جم غفیر ہوتا ہے اور آگے قوالیاں ہوتی ہوئیں یہ جلوس آستانۂ شریف تک پہنچتا ہے ۔ جب تک یہ چادر نہیں چڑھتی اس وقت تک اُس شب میں درگاہ شریف مامون نہیں ہوتی ۔

(نوٹ) بعد محرم الحرام ماہ صفر اور ربیع الاوّل کی تقریبات علیحدہ باب عرس شریف سالانہ ملاحظہ فرمایئے ۔

۱۱ر ربیع الثانی کو ہر سال حضرت پیرانِ پیر دست گیر غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ بیس کلو میٹھے چاولوں پر دلاکر یہ چاول تقسیم کئے جاتے ہیں ۔

۱۷ر ربیع الثانی کو ہر سال سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی فاتحہ پانچ کلو سوجی (روا) کے حلوے کے توشہ پر دلاکر یہ حلوہ تقسیم کیا جاتا ہے ۔

۱۰ر جمادی الثانی کو حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی کی فاتحہ پانچ کلو سوجی کے حلوے پر دلاکر تقسیم کیا جاتا ہے ۔

۱۵ر جمادی الثانی کو حضرت شیخ عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ردولوی کی فاتحہ ۵ کلو سوجی کے حلوے پر دلائی جاتی ہے ۔ اور حلوہ تقسیم کیا جاتا ہے ۔

۲۳ر جمادی الثانی کو ہر سال قطب عالم حضرت عبد القدوس گنگوہی کی فاتحہ پانچ کلو سوجی کے حلوے پر دلائی جاتی ہے اور حلوہ تقسیم کیا جاتا ہے ۔

۶ر رجب المرجب ہر سال حضرت خواجۂ خواجگان سلطان الہند غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ پانچ کلو سوجی کے حلوے پر دلائی جاتی

marfat.com

ہے ۔ اور یہ حلوہ تقسیم کیا جاتا ہے ۔

۲۶ ر اور ۲۷ ر رجب المرجب کی درمیانی شب کو شب معراج کے اعزاز میں پانچ کلو سوجی کے حلوہ پر فاتحہ دلائی جاتی ہے ۔ اس شب کو بہت سے زائرین کا مجمع رہتا ہے اور شب بیداری میں گزرتی ہے ۔

۱۴ ر شعبان کو ہر سال غلام گردش تمام رات کھلی رہتی ہے جس میں قرآن خوانی ہوتی رہتی ہے اور تمام شب عبادت اور تلاوت کلام اللہ میں گزر جاتی ہے ۔ دُور دُور سے شب قدر کے سلسلہ میں زائرین تشریف لاکر شب بیداری میں شریک ہوتے ہیں ۔ اس روز شام کے وقت حلوہ پر فاتحہ دلا کر لنگر کے ساتھ یہ حلوہ تقسیم کیا جاتا ہے ۔

۱۴ ر رمضان المبارک کو ہر سال حضرت مولانا شرف الدین بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی کی فاتحہ بیس کلو گوشت اور بیس کلو دہی کی یخنی پر دلائی جاتی ہے ۔ اور یخنی لنگر میں تقسیم کی جاتی ہے ۔

۲۱ ر رمضان المبارک کو ہر سال حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی فاتحہ ۵ کلو سوجی کے حلوے پر دلائی جاتی ہے ۔

۶ ر شوال المکرم کو ہر سال حضرت خواجہ محمد عثمان ہارونی ؒ ۱۷ ر شوال المکرم کو حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ پانچ کلو سوجی کے حلوے پر دلائی جاتی ہے ۔

رمضان شریف اس مبارک مہینہ میں لنگر صبح کے وقت تقسیم نہیں کیا جاتا ۔ بلکہ شام کو قبل از افطار تقسیم ہوتا ہے ۔ اور رات کو سحری کے وقت لنگر تقسیم ہوا کرتا ہے ۔ تراویح اور ختم شریف کا بیان اوپر ہو چکا ہے ۔

عید الفطر کی نماز مسجد درگاہ شریف میں بوقت ۱۰ بجے صبح ہوتی ہے اور تمام احاطہ درگاہ اور باہر میدان میں نمازیوں کی قطاریں ہوتی ہیں اور لنگر میں اس روز شیر تقسیم کیا جاتا ہے ۔

عید اضحیٰ کی نماز مسجد درگاہ شریف میں بطریق عید الفطر ہوتی ہے اور ایک فربہ کرٹے کی قربانی کی جاتی ہے اور اسی کے گوشت کا سالن لنگر میں تقسیم کیا جاتا ہے ۔

marfat.com

چودھواں باب

دیگر درگاہیں و مشہور مزارات کلیر شریف

درگاہ امام صاحبؒ حضرت خواجہ مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد قدس سرہ کی درگاہ سے دو فرلانگ کے قریب شمال کی طرف نہر کے پار حضرت امام الدین سید ابو صالح رحمۃ اللہ کی درگاہ واقع ہے۔ عام طور پر یہ بڑی درگاہ کہلاتی ہے۔ کیوں کہ یہ درگاہ حضرت صابر قدس سرہ کی درگاہ سے بہت پہلی اور قدیم ہے حضرت امام صاحبؒ معرکۂ کلیر میں اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے۔ اور آپ ہی نے راجہ کرن والئ کلیر کو لڑائی میں شکست دی تھی۔ آپ کی زیر کمان فوج میں متعدد ولی اللہ بھی تھے جو جامِ شہادت کے شوق میں آپ کے ہمراہ تھے۔ اور بہت سے ولی اللہ اس لڑائی میں شہید ہو گئے تھے جو شخص اسلامی فوج کا جہاں شہید ہوا وہیں اس کو دفن کر دیا تھا آپ کے ہمراہ آپ کی منہ بولی بہن سیدہ بی بی گوہر فاطمہ بھی شریک جنگ تھیں۔ جن کے والد اور دو بھائیوں کو راجہ کرن نے قتل کرا دیا تھا۔ جب قلعہ حضرت کلک علی رحؒ کی عقل و بہادری سے فتح ہو گیا تو کہتے ہیں راجہ کرن نے اپنی گرفتاری سے پہلے اور کچھ روایت کے مطابق راجہ کرن کے کسی سپاہی نے جو قلعہ میں چھپا رہ گیا تھا۔ حضرت امام صاحب اور بی بی گوہر فاطمہ کو جب کہ وہ ساتھ ساتھ قلعہ کا معائنہ کر رہے تھے ایک ہی تیر سے شہید کر دیا تھا۔ چناں چہ ان دونوں کو برابر دفن کر کے ان کی قبروں پر اسی وقت حسب فرمان شاہی اُونچے چبوترے پر ایک عالی شان مقبرہ بنوا دیا گیا تھا جو اب تک موجود ہے۔ البتہ اس گنبد اور مقبرے کے چاروں طرف غلام گردش

marfat.com

۱۳۴۹ھ[1] میں جنابہ خورشید بیگم سکنہ قصبہ ساڈھورہ ضلع انبالہ نے تیار کرائی تھی۔

حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دیار گہربار بھی ہر حاجت مند کے لئے چشمہ فیوض ہے آپ کی درگاہ میں ایک مسجد۔ تکیہ اور نقار خانہ واقع ہیں اور مدرسہ گلزار فرید زیر سرپرستی شاہ غریب شاہ صاحب قائم ہے آپ کا عرس شریف ہر سال محرم الحرام کی ۶ تاریخ کو ہوتا ہے۔ جس میں میلاد شریف اور بعد نماز عشاء ختم شریف و محفل سماع ہوتی ہیں اور اگلے روز، محرم الحرام کو صبح کے دس بجے قل شریف ہوتا۔ مفصل حالات کتاب مصنفہ شاہ غریب شاہ صاحب "قدیم حالات کلیر شریف"، میں ملاحظہ فرمائیں۔

درگاہ حضرت کلکلی شاہ صاحبؒ

درگاہ حضرت مخدوم پاک کے جانب شرق نہر کے پار یعنی درگاہ امام صاحبؒ کے درگاہ کے جانب جنوب حضرت کلکلی صاحب کا مزار قدس ہے۔ آپ بھی معرکہ کلیر میں حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آئے تھے۔ صاحب "قدیم حالات کلیر شریف لکھتے ہیں۔ کہ اس فوج نے دہلی سے روانہ ہوکر چند روز میں کلیر کی حدود میں داخل ہوکر کلیر کا محاصرہ کرلیا اور چھ ماہ تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ بظاہر جب کوئی صورت فتح کی نظر نہ آئی تو اس وقت لشکر اسلام میں بہتر ولی کامل بزرگ ہم راہ تھے ان سب کو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ نے حکم فرمایا کہ شہر کے ہر دروازے پر بزور کرامات کمربستہ ہوجائیں۔ چنانچہ حضرت کلکلی شاہ نے شہر کے دروازہ پر ایسا زور کا نعرہ لگایا کہ تمام قلعہ لرز گیا۔ عمارتیں ہل گئیں۔ جب دوسرا اور تیسرا نعرہ یکے بعد دیگرے تمام بزرگوں نے لگاتے تو زمین میں جگہ جگہ شگاف پڑ گئے۔ پھر حضرت کلکلی صاحب نے بلند دروازہ کو پکڑ کر زور لگایا تو دروازہ اکھڑ گیا اور اسلامی فوج قلعہ کے اندر داخل ہوگئی۔ اور قلعہ فتح ہوگیا"۔

آپ کے مزار مبارک کے قریب بھی ایک مسجد بنی ہوئی ہے آپ کا مزار شریف کا گنبد بہت پرانا اور بوسیدہ ہوگیا تھا۔ جس کو دہلی کے جناب نواب خان صاحب نے ۱۹۰۴ء میں دوبارہ تعمیر کرایا ہے۔ آپ کی کرامات بھی اظہر من الشمس ہیں اور آپ حاجت روائے

---

[1] قدیم حالات کلیر شریف صفحہ ۵۵

ہر خاص و عام ہیں ۔ آپ کا اصلی نام کلک علی تھا جو بگڑ کر کلکلی ہو گیا ۔۔۔ کہتے ہیں کہ آپ حضرت امام صاحب کے ماموں تھے ۔ اور اُن کے ہم راہ مشہد سے ہندوستان تشریف لائے تھے ۔

پیرِ غائب صاحبؒ

پیر غائب صاحب کا مزار کلکلی صاحب کی درگاہ کے راستہ میں نہرِ گنگ کے بائیں کنارے پر بنا ہوا ہے ۔ آپ بھی شہدائے معرکۂ کلیر میں سے ہیں اور صاحب کرامت ہیں ۔

شہید بابا چرم پوش

درگاہ حضرت خواجہ صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانب شمال ایک فرلانگ کے فاصلے پر ندی کے کنارے حضرت چرم پوش صاحب کا مزار ہے ۔ یہ بھی ولی کامل تھے اور انھوں نے اپنی تمام زندگی میں کپڑا نہیں پہنا تھا ۔ یہ بھی اسی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے ۔

مزارِ زچّہ بچّہ

حضرت مخدوم پاک رحؒ کے درگاہ کے گوشۂ شمال و مغرب میں سیٹھ محمد ابراہیم صاحب اور سید سعید مرتضیٰ صاحب کے کمروں کے درمیان زچّہ بچہ کی قبریں ہیں ۔ یہاں بھی اکثر معتقد مستورات زیارت کے لئے جاتی ہیں اور مرادیں حاصل کرتی ہیں ۔

اَبدال صاحب

حضرت مخدوم پاک کی درگاہ کے پشت پر جانب غرب باغ ہے اس باغ میں ہو کر ابدال صاحب کے مزار پر راستہ جاتا ہے تقریباً باغ سے نصف فرلانگ سے بھی کم یہاں ابدال صاحب کا مزار ہے ۔ بعض کہتے ہیں یہ مزار علیہم اللہ ابدال کا ہی ہے اور بعض کہتے ہیں کسی اور ابدال کا ہے واللہ اعلم ۔ لیکن یہ بھی صاحب کرامات ہیں ۔ اور اسی جگہ بابو رفیق احمد صاحب ایڈمنسٹریٹر وقف درگاہ شریف مدفون ہیں ۔

شاہ چراغ علی صاحبؒ

درگاہ حضرت مخدوم پاک کے قریب موضع بیڑپور میں حضرت شاہ چراغ علی صاحب کا مزارِ مبارک ہے آپ بھی صاحب کمال و ترک و تجرید تھے ۔ آپ نے حال میں رحلت فرمائی ہے ۔ آپ نے اپنی تمام عمر قرب صابر رحؒ اسی موضع بیڑپور میں گزار دی ، بعد نماز اشراق آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا

marfat.com

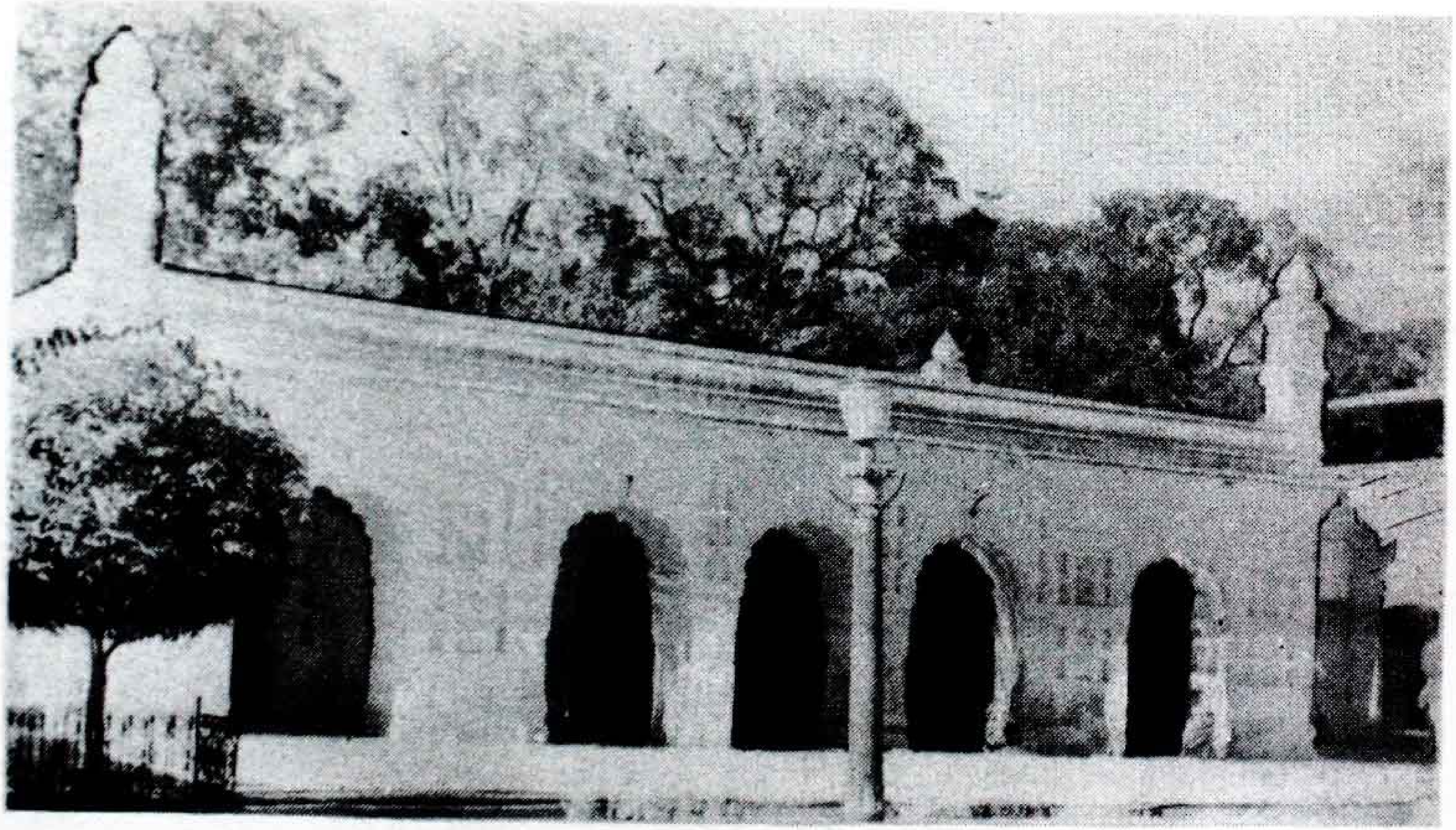

فوٹو گرافی، محمد شمیم وینس اسٹوڈیو، رڑکی

محفل خانہ

marfat.com

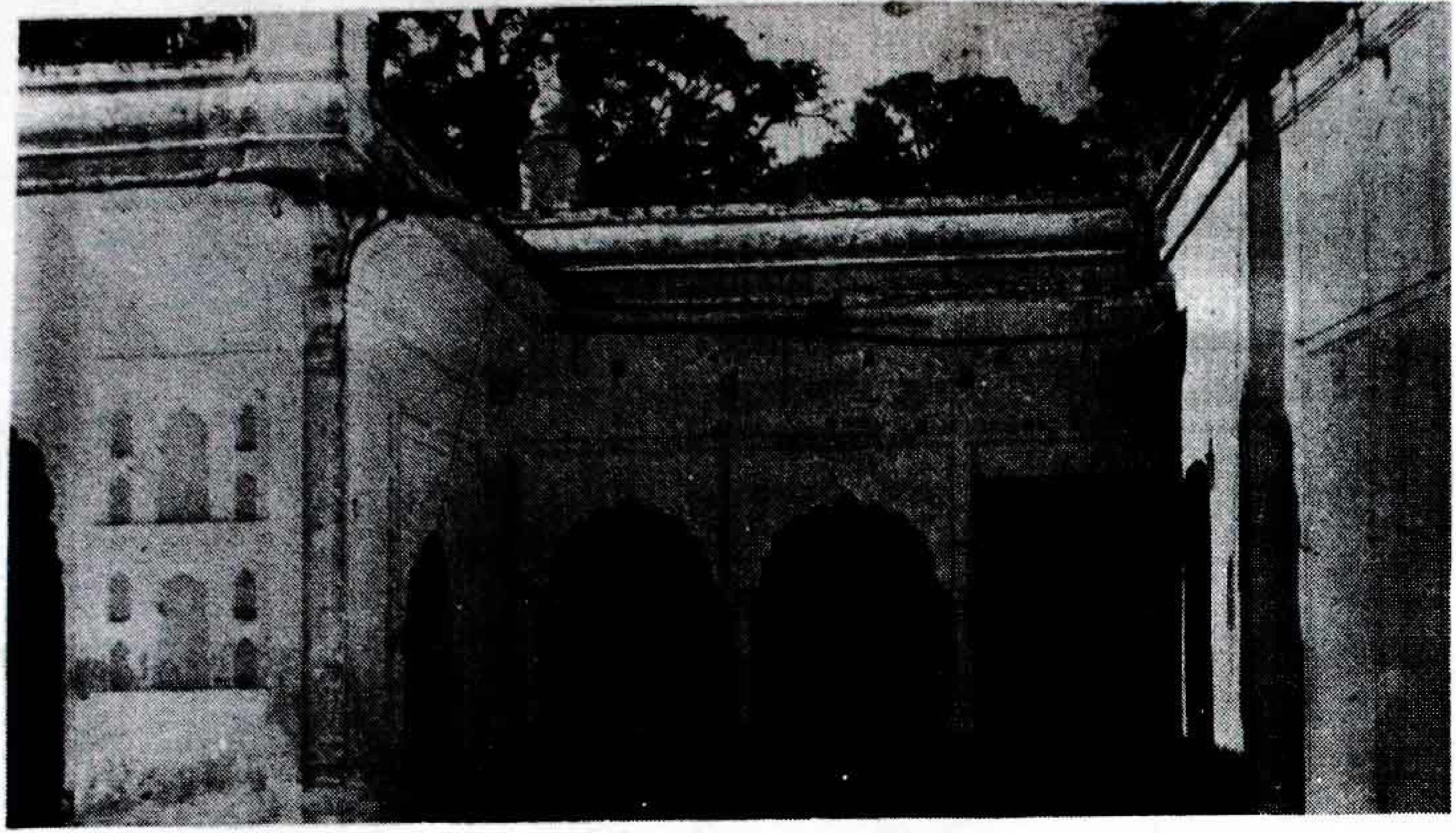

سہ دری متصل حجرۂ چلّہ و محفل خانہ

فوٹوگرافی، محمد شمیم، وینس اسٹوڈیو، رُڑکی

marfat.com

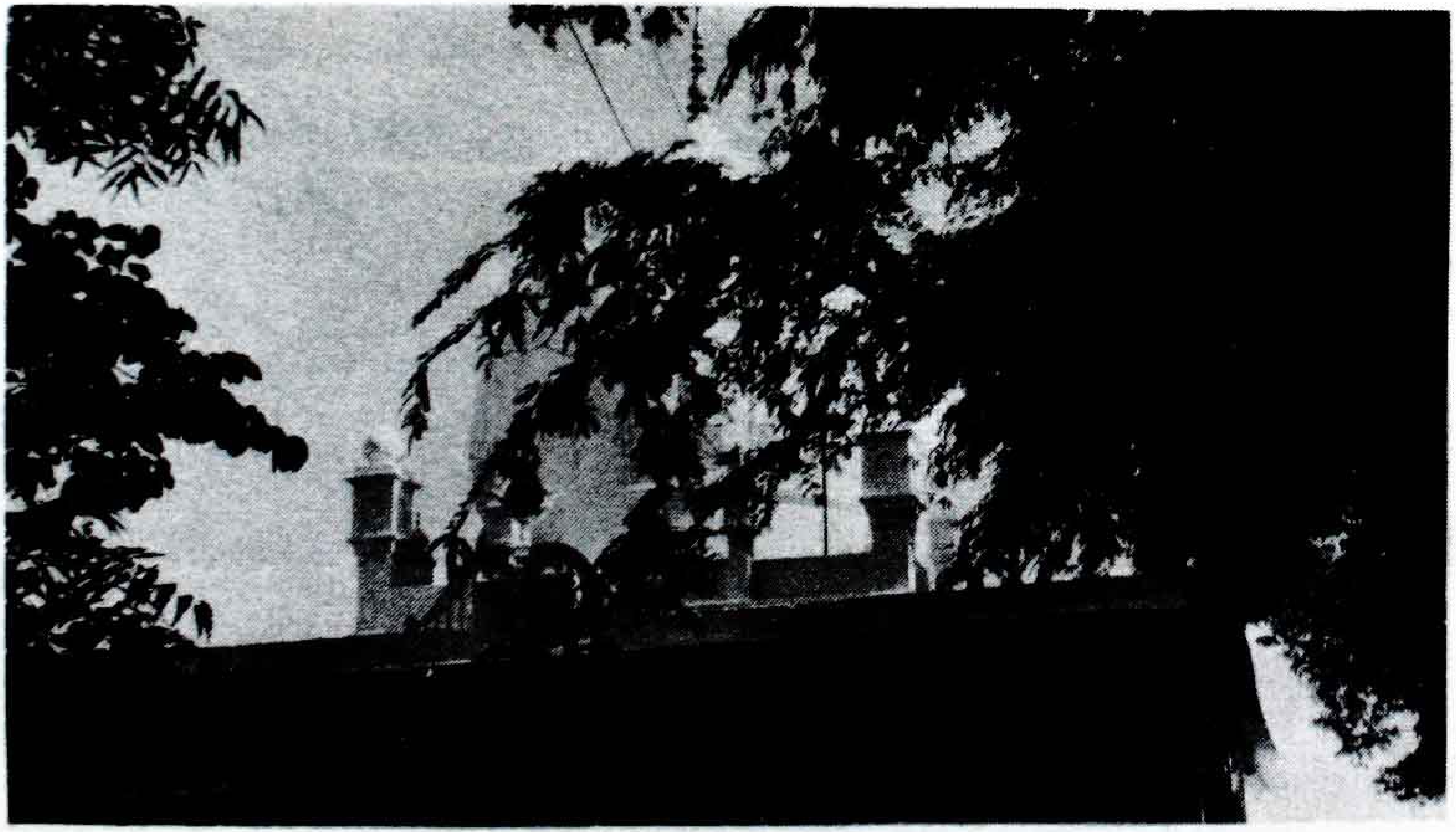

درگاہ حضرت امام صاحبؒ

فوٹوگرافی، محمد نعیم، وینس اسٹوڈیو، روڑکی

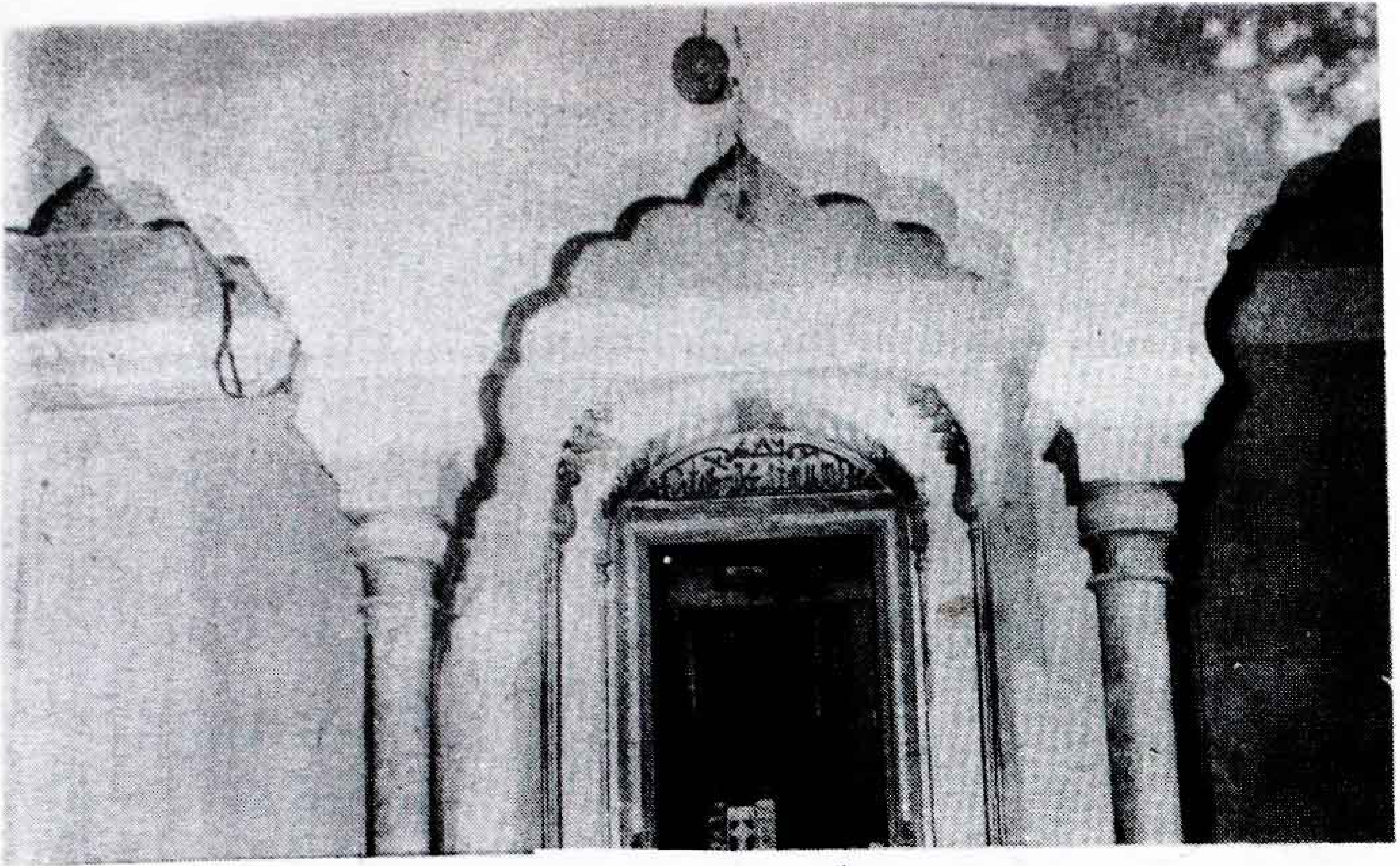

تربت حضرت امام صاحبؒ

فوٹوگرافی، محمد شمیم، وینس اسٹوڈیو، رُڑکی

marfat.com

کرتے تھے۔

متذکرہ بالا بزرگان کے علاوہ یہاں اور دیگر بزرگان دین و شہدائے عظام کے مزارات ہیں جس کی وجہ سے اِس مقام کلیر کا نام پیران کلیر مشہور ہوگیا ہے اور یہ جگہ زیارت گاہِ ہر خاص و عام ہے۔ یہاں حضرت مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد صابر قدس سرہٗ کا عرس ہر سال بڑی شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوتا ہے

---

marfat.com

پندرھواں باب

عرس سالانہ و دیگر اجتماع و میلے

عرس شریف

حضرت مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہر سال یکم ربیع الاول سے شروع ہو کر چودہ ربیع الاول کو ختم ہوتا ہے۔ اس عرس کی ابتدار قطب عالم حضرت خواجہ شیخ عبدالقدوس کے زمانہ میں ہوئی۔ آپ کے تذکرات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے ۸۹۵ھ میں بھی عرس ہوتا تھا اور مجمع غفیر عام خلائق کا ہوتا تھا۔ اس مجمع غفیر کے قیام و طعام کے ذرائع اور خرید و فروخت سامان کے سلسلہ میں دکان دار اپنی اپنی دکانیں لگانے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اچھا خاصا میلہ بھرنے لگا۔ چناں چہ گزٹیر ضلع سہارن پور میں مرقوم ہے۔ ترجمہ از انگریزی

"مقامی مسلمانوں کے بزرگان کو پیران کلیر میں جو رڑکی اور دھنوری کے درمیان واقعہ ہے خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ جہاں شاہ علاء الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کا مقبرہ ماہ اپریل[1] میں تقریباً چالیس ہزار مسلمانوں اور ہندوؤں کو اپنی طرف کھینچتا ہے" (اپنی طرف رجوع کرنا)

میلہ پیران کلیر شریف

درگاہ شریف میں تقریبات عرس منعقد ہوتی ہیں اور باہر میدان میں ایک عظیم الشان میلہ بھرتا ہے۔ یہ میلہ گزٹیڈ میلہ ہے اور بذریعہ نوٹیفکیشن ۱۹۵۲-۱۲۲۱-اے-آئی/۱۸/۱۰۱ مورخہ ۱۱ جون ۱۹۵۲ء جیسا کہ گرام سبھا اور رھوڑی پر بندھک سمتی مینول مصنفہ شری رام صورت سنگھ ایڈیشن ۱۹۷۶ء کے صفحہ ۱۲۱ پر واضح ہے یہ میلہ گاؤں سبھا کے اختیارات سے مستثنیٰ ہے۔ اس میلہ اور عرس کے جملہ انتظامات درگاہ شریف کے منتظمان کے سپرد ہیں اور عرس و میلہ کی تمام آمدنی درگاہ شریف کی امانت ہے اور کل اخراجات بذمہ درگاہ ہیں ——— البتہ

---

[1] گزیٹیر ضلع سہارن پور کے تصنیف گزیٹیر کے وقت عرس شریف ماہ اپریل میں ہوا ہوگا۔

marfat.com

میلہ کے انتظام کے لئے علاقہ رڑکی کے ایس۔ڈی ایم صاحب بہادر میلہ انچارج ہوتے ہیں اور میلہ کے انتظام کے لئے ایک مشاورتی کمیٹی ایام میلہ سے قبل جناب ایس ڈی ایم صاحب مذکور مدعو کرتے ہیں۔جس میں ضلع کے ہر محکمہ اور محکمۂ فوج کے اعلیٰ افسران۔سربراہ درگاہ شریف اور عمائدین شہر روڑکی شریک ہوتے ہیں۔اس کمیٹی کے مشورہ کی بنا پر میلہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔اس سے پہلے کہ میلہ کے انتظامات کا بیان جاری رکھا جائے تقریبات عرس شریف کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

تقریبات عرس شریف

تقریبات سالانہ عرس حضرت مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد رحمۃ اللہ علیہ کا پروگرام حسب ذیل ہوتا ہے۔ماخوذ از اشتہار عرس مبارک ۱۳۹۵ھ مطابق مارچ ۱۹۷۵ء

تواریخ	اوقات	تقاریب	مقامات
۱۱۔ربیع الاول چھوٹی روشنی	۹ بجے صبح	افتتاح عرس شریف از تلاوتِ کلام پاک	مسجد درگاہ شریف
	۱۰ بجے شب	قراءتِ کلام پاک	″
۱۲۔ربیع الاول بڑی روشنی	۹½ بجے شب	مشاعرہ نعتیہ غیر طرحی	باغ درگاہ شریف
	۱۰ بجے شب	ختم شریف وقوالی	محفل خانہ
۱۳۔ربیع الاول قُل	۱۰ بجے صبح	قل شریف وقوالی	″
	۴ بجے شام	دستار بندی	آستانہ مبارک
۱۴۔ربیع الاول غُسل	۱۰ بجے صبح	غسل شریف	مزار مبارک

نوٹ: یکم ربیع الاول سے ۱۴ ربیع الاول تک روزانہ مسجد درگاہ شریف میں بعد نماز فجر ترجمۂ کلام اللہ و اسوۂ حسنہ رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سوانح حیات اولیائے کرام حنفیہ و صابریہ پر تقاریر کا خصوصی پروگرام ہوگا

marfat.com

مہندی ڈوری مندرجہ بالا تقریبات عرس شریف میں یہ چار خاص دن اس طرح مشہور ہیں کہ ۱۱۔ ربیع الاول کو چھوٹی روشنی ۱۲ کو بڑی روشنی ۱۳ کو قُل اور ۱۴ کو غسل۔ اس پروگرام سے پہلے ماہ ربیع الاول کی چاند رات کو چاند ظاہر ہونے کے بعد رسم مہندی ڈوری ادا کی جاتی ہے۔ اس شب کو آستانہ شریف فوراً بعد نماز عشاء ماموں کر دیا جاتا ہے اور گاؤں میں سجادہ صاحب کے مکان پر فقراء اور جملہ خادمان درگاہ شریف اکٹھے ہوتے ہیں اور وہاں سے جلوس کی شکل میں سجادہ صاحب اور اُن کے چند خواص اپنے سروں پر مہندی رکھی ہوئی تھالیں لئے ہوئے اللہ ہو اللہ ہو کے نعرے لگاتے ہوئے روانہ ہوتے ہیں سب سے آگے قوالیاں ہوتی ہوئیں اور اس کے بعد فقرا حلقہ کرتے ہوئے چلتے ہیں اور جب درگاہ شریف میں آتے ہیں۔ اس وقت درگاہ کے صدر دروازے پر بڑا ہجوم ہوتا ہے۔ جلوس کے آستانے پر پہنچنے کے بعد آستانہ شریف کی کنجیاں سجادہ کو پیش کر دی جاتی ہیں اور وہ خود اپنے دست مبارک سے آستانہ شریف کو کھول کر اندر داخل ہوتے ہیں اور رسم مہندی ڈوری ادا کرتے ہیں۔ اِس رسم کے ختم ہونے کے بعد سجادہ صاحب اسی طرح جیسے کہ تشریف لائے تھے مشعلوں اور ہنڈوں کی روشنی میں حلقہ کرتے ہوئے گاؤں کو واپس ہو جاتے ہیں۔

اگلے روز صبح سے فجر کی نماز کے بعد ترجمہ کلام اللہ شریف ذکر اسوۂ حسنہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بیان سوانح حیات اولیائے کرام چشتیہ وصابریہ ہوتا ہے اور یہ مجلس ڈیڑھ گھنٹہ تک روزانہ ۱۴ ربیع الاول تک جاری رہتی ہے۔

زائرین و عقیدت مندان۔ صوفیائے کرام سرکاری ملازمان محکمہ جات متعلقہ عرس شریف اور دکانداروں کی آمد پہلی ربیع الاول سے شروع ہو جاتی ہے۔ ۵ ربیع الاول سے پولیس کی کوتوالی کا عملہ بھی آجاتا ہے۔ اور ۸ ربیع الاول سے اس قدر مجمع غفیر ہو جاتا ہے کہ پولیس کو اپنی چوکی پہرے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔

لنگر دوران عرس تقسیم لنگر میں پہلی تاریخ سے اضافہ ہو جاتا ہے اور آٹھ ربیع الاول سے صوفیائے کرام اور اُن کے مریدین کے لئے اُن کے بستروں

marfat.com

پر لنگر تقسیم کیا جاتا ہے ۔ ہر بستر ے کے لئے تعداد بخش مقرر ہے[1] جو کہ ۴ار ربیع الاول کو دوپہر تک بستروں پر پہنچائے جاتے ہیں ۔ دوران عرس دو یوم متواتر ۱۲ اور ۱۳ار ربیع الاول کو صرف ایک وقت لنگر تقسیم ہوتا ہے ۔ ان تاریخوں میں لنگر خان محمود علی خاں صاحب رئیس کیلاش پور کی جانب سے ہوتا ہے ان تواریخ کا لنگر مست لنگر کہلاتا ہے ۔ علاوہ اس سرکاری لنگر کے دیگر اصحاب خیر اپنے اپنے ڈیروں پر یا کسی دوسری جگہ نذر و نیاز کی دیگیں پکوا کر خیرات کرتے ہیں ۔

۱۲ار ربیع الاول کی شب کو بارہ وفات کے سلسلہ میں ۱۲ کلو سوجی چھبیس کلو چینی کے حلوے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ دلا کر یہ حلوہ بطور تبرک تقسیم کیا جاتا ہے ۔ عرس شریف کی جملہ تقریبات جیسا کہ پروگرام میں واضح کیا گیا ہے ۔ ہر سال اس طرح انجام دی جاتی ہیں ۔ قل اور غسل کی خاص تقریبات ہیں جن میں سجادہ صاحب بہ نفسِ نفیس صدر مجلس ہوتے ہیں اور رسم غسل اپنے دست مبارک سے انجام دیتے ہیں اور ۴ار ربیع الاول کو بعد غسل شریف تبرکات تقسیم کرتے ہیں ۔ عرس شریف میں علاوہ ہندوستان کے غیر ممالک پاکستان وغیرہ سے بھی ہر سال زائرین بڑی عقیدت کے ساتھ تشریف لاتے ہیں ۔ درگاہ شریف میں ہی نہیں بلکہ تمام میدان میلہ میں اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے ۔ ادھر درگاہ شریف میں روحانی اجتماع ہوتا ہے اور باہر میلہ کی شان و شوکت قابل دید ہوتی ہے ۔ اندازہ ہے کہ ہر سال دو ڈھائی لاکھ کا مجمع اس عرس شریف میں ہوتا ہے ۔

میلہ اس روحانی اجتماع کے ساتھ ساتھ دور دراز سے آنے والے بڑے دکان دار مالکانِ ہوٹل میلہ میں اپنی اپنی دکانیں اور ہوٹل آراستہ کرتے ہیں

میدان درگاہ شریف میں دو بازار دواں ہیں پختہ دکانیں بنی ہوئی ۔ بقیہ دکانیں ٹین پوش یا چھولداری کی بنائی جاتی ہیں دکانوں کی بکنگ اور انتظام عرس دسواں محرم سے شروع ہو جاتا ہے ۔

محکمہ حفظان صحت ۔ پولیس ۔ ڈاک خانہ ۔ بجلی اور ٹیلیفون کے خاص انتظامات

---

[1] ایک بخش برابر دو نان آبی اور ایک پیالہ شوربہ کا ہوتا ہے ۔

marfat.com

ہوتے ہیں۔ ریلوے اور روڈ سروس کی جانب سے اسپیشل گاڑیوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ فوج کی طرف سے محافظ کشتیاں نہر گنگ میں مامور کی جاتی ہیں اور پانی مہیا کرنے کے لئے واٹر پمپ وکینوس حوضِ میلہ میں عارضیتاً استعمال ہوتے ہیں خیمہ جات لگانے کے لئے ٹھیکدار مقرر ہوتے ہیں۔ تمام میدان درگاہ ڈیروں اور خیموں سے مزین ہوتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ یہ میلہ ڈیروں کا میلہ کہلاتا ہے۔ اگر اس میلہ پر طائرانہ منظر ڈالی جائے تو میلوں میں ڈیرے ہی ڈیرے منظر آتے ہیں۔ امام صاحب کی درگاہ کو جاتے والی سڑک پر کھیل تماشہ والے اپنے اپنے کرتب دکھاتے ہیں۔

محافلِ سماع

میلہ کے کونے کونے سے قوال اور گانے والے آتے ہیں ڈیروں پر بھی علاوہ احاطہ درگاہ شریف کے جابجا قوالیاں ہوتی ہیں۔

۱۹۶۵ء سے پہلے احاطہ درگاہ شریف میں طوائفوں کے مجروں کا وقت شب کے ایک بجے سے تا اذانِ فجر مقرر تھا۔ جبکہ طوائفیں برقعہ اوڑھ کر مجرا کر سکتی تھیں لیکن عرس ۱۹۶۵ء میں جناب سید سعید مرتضیٰ صاحب نے جو اس وقت درگاہ کے ریسیور تھے طوائفوں کے مجروں کی اندر احاطہ درگاہ شریف میں سخت ممانعت کر دی تھی۔ اس وقت سے یہ طوائفیں اپنے اپنے ڈیروں میں گانے بجانے لگی تھیں لیکن عرس ۱۹۷۳ء سے جبکہ خان زادہ وددعلی خاں صاحب مرحوم ریسیور درگاہ ہوئے انھوں نے اندر حدود میلہ طوائفوں کے گانے بجانے کی قطعی ممانعت کر دی۔ حالانکہ طوائفوں کی طرف سے بڑی جد وجہد اور مقدمہ بازی کی گئی۔ لیکن کوئی کارگر نہیں ہوئی اور مرحوم اپنے ارادے پر اٹل رہے اس وقت یعنی ۱۹۷۳ء کے عرس سے اس میلہ میں طوائفوں کا ناچ گانا قطعی بند ہوگیا ہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ طوائفوں کے گانے اور داخلہ پر امتناع اور روک کی وجہ سے میلہ کی رونق کم ہو جائے گی۔ صرف ۱۹۷۳ء کے عرس پر تو اس کا ضرور اثر ہوا لیکن بعدہ میلہ اپنی اسی شان و شوکت کے ساتھ ہوتا ہے۔

اجتماعِ زائرین اجمیر شریف

سلطان الہند خواجۂ خواجگان غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس اجمیر شریف میں یکم رجب المرجب سے شروع ہوتا ہے اور اس عرس میں شریک ہونے والے

marfat.com

زائرین ۱۹۶۵ء سے پہلے کلیر شریف میں حضرت مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے آتے ہیں۔ بعد کو اجمیر شریف جاتے ہیں۔ اٹھائیس جمادی الثانی سے زائرین اجمیر شریف سے بھری ہوئی تین تین سو بسیں روزانہ آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ چونکہ ان بسوں کا قیام کا وقت بہت کم ہوتا ہے اس لئے ان بسوں کے مسافر جلد از جلد زیارت حضرت مخدوم پاک سے مشرف ہونا چاہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے درگاہ شریف میں اتنا جم غفیر ہو جاتا ہے کہ سالانہ عرس کے موقع پر بھی نہیں ہوتا۔ چناں چہ ۱۹۶۷ء میں ان زائرین کا اس قدر مجمع ہوا کہ اس ناچیز راقم الحروف کو ڈیڑھ گھنٹہ کے لئے اپنا انتظام معطل کرنا پڑا۔ اس اثنار میں لاؤڈ اسپیکر اور زائد عملہ فراہم کر کے انتظام پر قابو حاصل کیا۔ اکثر اس موقع پر بسیں ایسے اوقات پر پہنچتی ہیں جبکہ آستانہ شریف کے ماموں ہونے کا وقت ہوتا ہے اور ان بسوں میں آنے والے زائرین زیارت کے شوق میں آستانہ شریف کھلوانا چاہتے ہیں اور عملہ درگاہ شریف بوجہ پابندی اوقاتِ آستانہ شریف کھولنے سے قاصر رہتا ہے۔

جیٹھی جمعراتیں ہندی مہینہ جیٹھ کی ہر جمعرات کو جو اس ماہ میں چار یا پانچ مرتبہ آتی ہیں جس روز جمعرات ہوتی ہے بڑی تعداد میں معتقدین اپنی اپنی منتیں اُتارنے کے لئے حضرت مخدوم پاک قدس سرہٗ کے مزار اقدس پر حاضر ہوتے ہیں۔ یہ جمعراتیں بھی عرس سالانہ کا منظر پیش کرتی ہیں بڑا بھاری مجمع ان جمعراتوں میں ہوتا ہے۔ وجہ تسمیہ ان میلوں کی یہ ہے کہ ہندوستان زراعتی ملک ہے اور اس ملک کی کثیر التعداد آبادی کھیتی پیشہ ہے۔ جیٹھ کے مہینے میں کسان اپنی اپنی فصل اکٹھا کر کے فارغ ہو جاتے ہیں اور اُن کے فرصت کے دن ہوتے ہیں، جن میں وہ شادی بیاہ مونڈن اور دیگر منتیں اُتارتے ہیں اور منتیں اُتارنے کے لئے وہ جمعرات کا دن بہتر سمجھتے ہیں۔

---

marfat.com

سولھواں باب

دَورِ حاضرہ

سلسلہ صابریہ

حضرت مخدوم پاک سید علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے زندگی کے حالات مختلف تذکروں سے اخذ کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ سیر الاولیا آپ کی وفات کے ایک سو دس برس بعد اخبار الاخیار تین سو چوبیس برس بعد اور سیر الاقطاب تین سو چھیاسٹھ برس بعد تصنیف و تالیف ہوئیں اور ان کے بعد بھی بہت سے تذکرے شائع ہوئے جن میں آپ کے نسب نامہ سے لے کر تاریخ وفات تک مصنفین اور محققین کی دو رائے پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح آپ کا سلسلہ ارادت جو آپ کی وفات کے بعد بذریعہ حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی جاری ہوا وہ بھی دو طبقوں میں منقسم ہوگیا۔

ایک حصہ میں علمائے دیوبند ہیں جو حضرت مخدوم پاک کے معتقد ہیں۔ حضرت مولانا مولوی حسین احمد صاحب مدنی مرحوم و مغفور کے متعلق سنا جاتا ہے کہ جب آپ کلیر تشریف لاتے تھے تو کلیر کی سرحد میں داخل ہوتے تو آپ احتراماً اپنا جوتا اتار لیتے تھے اور برہنہ پا درگاہ شریف میں داخل ہوتے تھے۔ حضرت مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب مرحوم مغفور مہتمم مدرسہ مرادیہ عربیہ مظفر نگر بھی نہایت مؤدبانہ طور پر مزار اقدس پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ علاوہ ان حضرات کے موجودہ علمائے دیوبند میں حضرت قاری مولانا مولوی محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مولوی اسعد میاں مدنی مدظلہ، اور حضرت مولانا مولوی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی

marfat.com

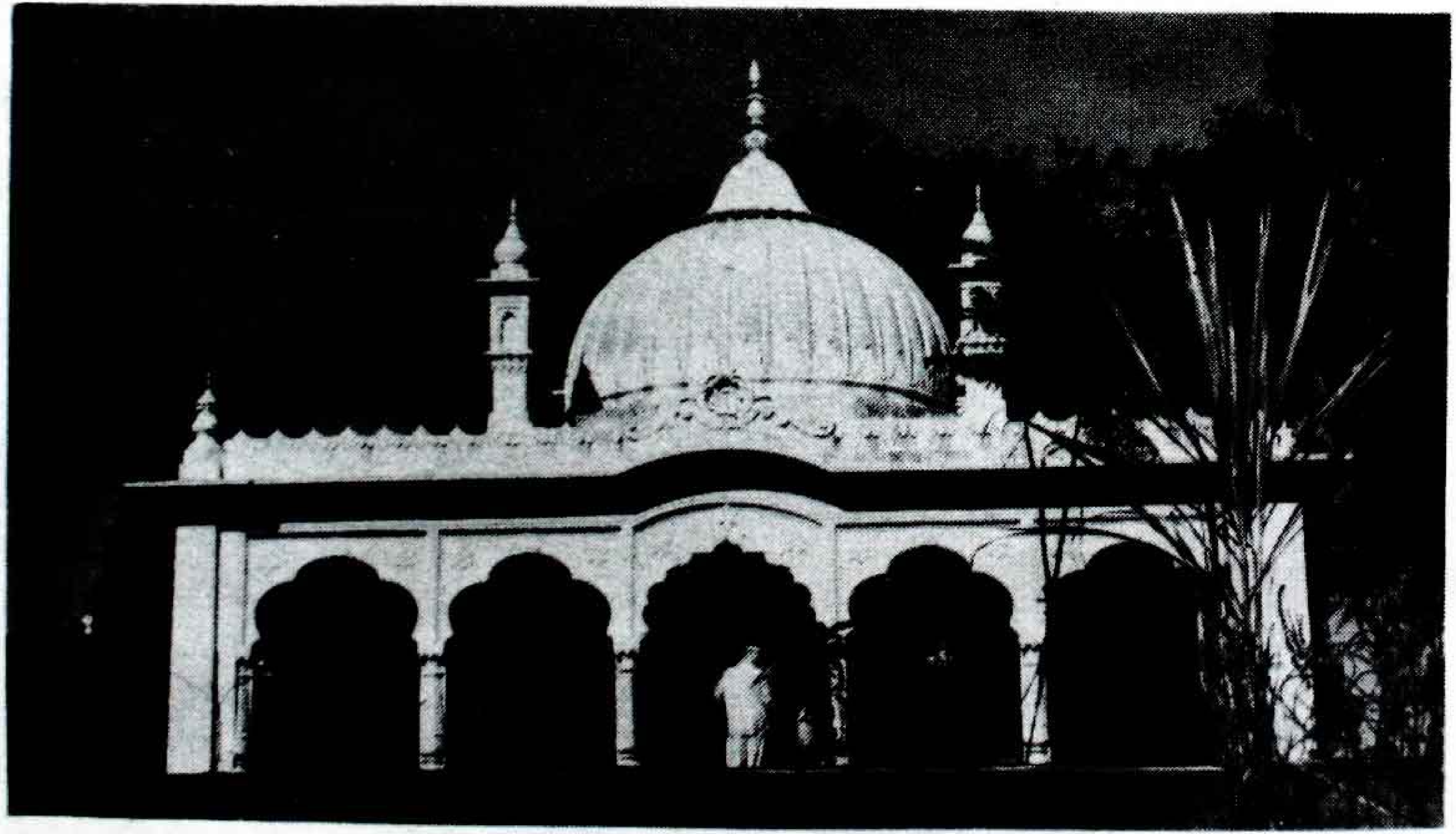

درگاہ حضرت کلکلی شاہ صاحبؒ

فوٹو گرافی، محمد شمیم، وینس اسٹوڈیو، رڑکی

marfat.com

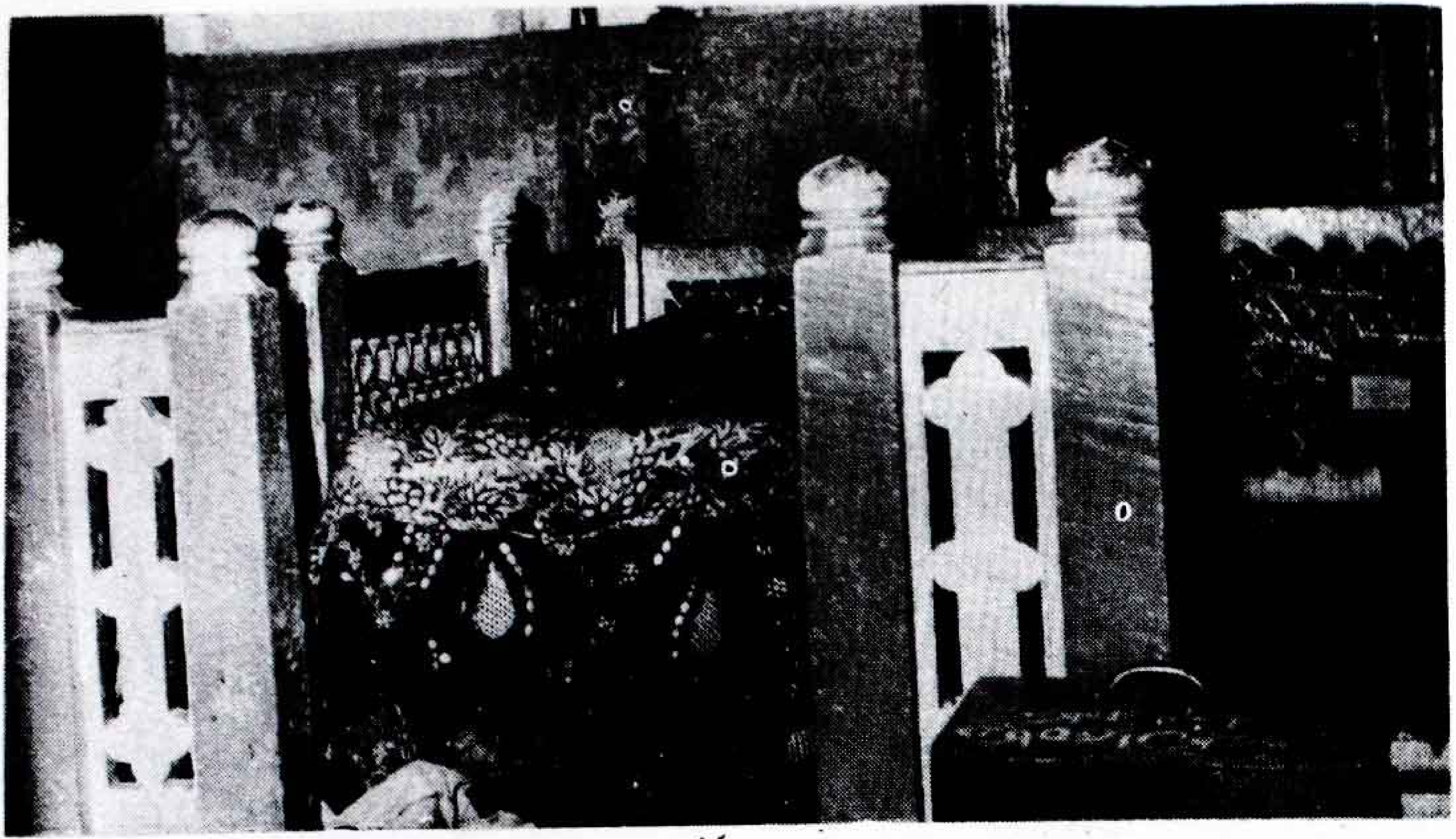

تربت حضرت کلکلی شاہ صاحبؒ

فوٹوگرافی، محمد شمیم، وینس اسٹوڈیو، رُڑکی

marfat.com

بھی اس خاکسار راقم الحروف کی موجودگی میں کلیر شریف کئی بار تشریف لائے اور تربت مبارک پر فاتحہ خوانی کی اور حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یہ حضرات تربت مبارک پر تلاوت کلام اللہ اور فاتحہ خوانی کو افضل سمجھتے ہیں۔

دوسرا طبقہ صوفیائے کرام اور علمائے بریلی کا ہے جو تربت مبارک پر تلاوت کلام پاک اور فاتحہ خوانی کے علاوہ نذرونیاز دلانا چڑھاوا چڑھانا اور محافل سماع میں شریک ہونا مستحسن خیال کرتے ہیں۔ دونوں طبقے اپنے اپنے طریق پر سلسلۂ صابریہ کے مقلدین اور معتقدین ہیں۔

سجادہ نشینان

حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً دوسو برس کے بعد حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس کا پتہ لگایا، اور جب ہی سے عوام الناس کو تربت عالی مقام پر حاضر ہوکر خراج عقیدت پیش کرنے کا اور وہاں سے فیوض پانے کا موقع ہاتھ آیا۔ اسی وقت سے سلسلہ سجادہ نشینی بھی شروع ہوا۔ حضرت قطب عالم کی وفات کے بعد یہ منصب مطابق شجرہ خاندان سجادہ نشینان شاہ شیخ احمد صاحب عرف شاہ بادے یا شاہ بڑے کے حصہ میں آیا۔ جن کے زمانے میں شہنشاہ بادشاہ شاہجہاں بہادر نے بذریعہ فرمان شاہی تمام رقبۂ آراضی کلیر درگاہ شریف کے فقراء کے اخراجات کے لئے وقف کردیا۔ شاہ بادے سے شاہ ظہور الحسن صاحب تک جتنے سجادہ نشین ہوئے وہ سب گنگوہ میں ہی سکونت پذیر رہے۔ درگاہ کا کل انتظام مجاوروں کے ہاتھ میں رہا۔

شاہ ظہور الحسن صاحب

شاہ ظہور الحسن سے پہلے سجادہ نشینان قصبہ گنگوہ سے عرس سالانہ یا سال میں ایک یا دو مرتبہ کلیر تشریف لاتے اور کچھ روز قیام کرکے گنگوہ واپس چلے جایا کرتے تھے۔ آپ نے تقریباً ۱۲۰۲ھ سے کلیہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ اور درگاہ کا کل انتظام اپنے ہاتھ میں لینا چاہا اسی زمانے میں سلسلۂ صابریہ اور سلسلۂ جمالیہ کے مقلدین میں کافی ردوکد جاری تھی۔ اکثر ہردو فریق مناظروں اور مباحثوں میں اپنے اپنے سلسلہ کی فضیلت اور برتری کے دلائل

پیش کرے شیعہ سنی فرقوں کی طرح مسئلہ خلافت پر ایک دوسرے کے اڑے آتے تھے۔

آپ کے زمانے میں ۱۳۱۱ھ کے سالانہ عرس شریف حضرت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اجمیری میں با موجودگی، سجادہ نشینان درگاہان دیگر سلسلہ ہائے مشائخ صوفیائے کرام اور درویشان دونوں فریقوں میں مصالحت ہوگئی۔ دونوں فریقوں کے مشائخ ایک دوسرے سے مدت کے بچھڑے ہوئے بھائیوں کی طرح ملے اور طے پایا کہ آئندہ کوئی بھی فریق ایک دوسرے کے سلسلہ کی نسبت کوئی تحریری یا تقریری مخالفت نہیں کرے گا۔ دوسری طرف مجاوران درگاہ شریف کی مخالفت کا سامنا تھا جو سجادہ نشین کا کلیر میں آباد ہونا نہیں چاہتے تھے۔ چناں چہ اسی بنا پر سجادہ نشین اور مجاوروں میں مقدمہ بازی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جس کے نتیجہ میں مجاوران درگاہ حضرت مخدوم پاک رحمۃ اللہ علیہ سے بے دخل ہو گئے۔ لیکن درگاہ امام صاحب اور کلکلی شاہ پر ان کا اقتدار باقی رہا۔ اسی اثنا میں شاہ ظہور الحسن کلیر اور رڑکی کے درمیانی راستے میں قتل کردے گئے۔

شاہ عبدالرحیم صاحب

شاہ ظہور الحسن صاحب کے بعد شاہ عبدالرحیم صاحب سجادہ نشین ہوئے اُن کے زمانہ میں سالانہ عرس اور میلہ اپنے بام اوج و ترقی پر پہنچا جیٹھی جمعراتوں میں میلے ہونے لگے۔ ان کے اور مجاوران کے مابین مقدمہ بازی بڑی شد و مد کے ساتھ ہوئی اور اپیل کی نوبت پریوی کاؤنسل لندن تک پہنچی جس میں سجادہ نشین کی کامیابی ہوئی اور جس کی بنا پر سجادہ نشین نے مجاوروں کو درگاہ امام صاحب اور کلکلی شاہ سے نکال کر باہر کر دیا اور تمام مزارات بزرگان پیران کلیر اور جملہ املاک درگاہ شریف پر سجادہ نشین کا تسلط ہوگیا —— ان کے آخری عمر کے حصہ میں اُن کے بڑے صاحبزادے الحسن میاں کو تقسیم لنگر کے وقت کسی فاتر العقل فقیر نے چاقو مار کر قتل کر دیا جس کا ان کو بھاری صدمہ ہوا اور کچھ دنوں کے بعد اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔

شاہ نواب احمد صاحب

شاہ عبدالرحیم صاحب کی وفات کے بعد شاہ نواب احمد صاحب سجادہ نشین ہوئے آپ نے بھی اپنے والد بزرگوار کے قدم بقدم چل کر درگاہ شریف کو ترقی دی۔ آپ کے زمانے میں یوپی مسلم وقف ایکٹ ۱۹۳۶ء نافذ ہوا۔ آپ نے اس قانون کے خلاف عدالت دیوانی میں چارہ جوئی

marfat.com

کی اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔
املاک درگاہ شریف اس قانون میں نہیں آتی۔ اور وہ جائداد وقف نہیں ہے۔ آپ کی یہ استدعا[1] عدالتِ مجاز نے جائیداد درگاہ کو وقف جائداد تصور کرتے ہوئے نامنظور کر دی۔ جس کا اپیل آپ نے معزز عدالتِ عالیہ الٰہ آباد میں دائر کیا، چوں کہ آپ کی صحت اچھی نہیں تھی دائم المریض تھے۔ لہٰذا دوران سماعت اپیل مذکور آپ لاوَلد فوت ہو گئے۔

شاہ اعجاز احمد صاحب

شاہ نواب احمد صاحب کے بعد اُن کے چھوٹے بھائی شاہ اعجاز احمد صاحب صابری جوان العمر میں سجادہ نشین ہوئے۔ رسالہ مشیر اوقاف ماہِ اکتوبر ۴، ۱۹ء کے صفحہ، ۵ پر تحریر ہے "نواب احمد صاحب کے انتقال کے بعد ان کے جانشین اور بھائی شاہ اعجاز احمد صابری نے مقدمہ میں قائم مقامی کے لئے درخواست دی۔ یہ درخواست عارض المیعاد ہونے کی بنا پر خارج ہوگئی۔ درخواست

وقف ایکٹ

وقف کے معنی ہیں کسی چیز یا جائیداد کو راہ خدا میں دے دینا۔ شریعتِ اسلام میں دو طرح کے اوقاف کی تشریح کی گئی ہے۔

وقف علی اللہ جس میں واقف اپنی جائداد بطور خیرات راہ خدا میں دیدیتا ہے۔ دوسرا وقف علی الاولاد، جس میں واقف جائیداد موقوفہ کا جزوی حصہ راہِ حق میں اور بقیہ حصہ اپنی اولاد وغیرہ کو دے دیتا ہے۔ اور اس میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اگر واقف کے مقرر کردہ حصہ داران وقف نہ رہیں تو پھر کل جائیداد وقف علی اللہ متصور ہوگی۔ بہر حال ہر صورت میں جائیداد وقف کے متولی تقرر کرنے کا مجاز واقف کو ہے۔

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ متولیان اوقاف یافتنی وقف کو بیجا طور پر صرف کرتے تھے اور کوئی حساب کتاب نہیں رکھتے تھے۔ اور آمدنی وقف کا تغلب کر جاتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر جناب محمد احمد صاحب کاظمی مرحوم ایڈوکیٹ ہائی کورٹ ۱۹۳۵ء میں جب وہ ممبر مرکزی اسمبلی ہند منتخب ہوئے آپ نے کاظمی وقف ایکٹ کے نام سے

[1] رسالہ مشیر اوقاف اکتوبر ۴، ۱۹، صفحہ ۵۷

ثانی بھی نامنظور ہوگئی" اس صفحہ پر آگے لکھا ہے :- "یہ امر واقعہ ہے کہ شاہ اعجاز احمد درگاہ کی سجادگی پر فائز ہونے کے بعد درگاہ پر وقف ایکٹ کے اطلاق اور گورنمنٹ گزٹ میں اس کے اعلان کو تسلیم کرتے ہوئے زیرِ دفعہ ۵۰ (۱) نقشہ حسابات وقف بورڈ میں داخل کرتے رہے۔ بورڈ کے اڈیٹر نے حسبِ دفعہ ۵۱ (۱) حسابات درگاہ کا آڈٹ بھی کیا" مندرجہ بالا مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ وقف درگاہ پیران کلیر شریف یو۔پی سنّی سینٹرل بورڈ آف وقف میں ضم ہوگیا اور سجادہ صاحب وقف بورڈ کے تحت انتظام جائیداد درگاہ بطور متولی انجام دیتے رہے۔ لیکن دوران چک بندی

سے قانون پاس کرایا۔ جس کی رُو سے ہندوستان کے ہر صوبے میں قانون وقف وضع کئے گئے اور صوبہ ممالک متحدہ آگرہ او دھ میں بھی یوپی مسلم وقف ایکٹ نافذ کیا گیا جس کی رُو سے تمام صوبہ کے لئے سنّی اور شیعہ وقف بورڈ علیحدہ علیحدہ قائم کئے گئے۔ جن کو اختیار دیا گیا کہ وہ صوبے میں واقع ہونے والے جملہ اوقاف کو رجسٹرڈ کریں۔ متولیوں کے حسابات کو آڈٹ کرائیں اور متولیان کی بدنظمی و نالائقی کی بناء پر ان علیحدہ بھی کر دیں اور ایسے اوقاف کو کسی معینہ مدت تک اپنے انتظام میں رکھیں یا دوسرا متولی مقرر کر دیں وغیرہ وغیرہ۔

جیسا کہ رسالہ مشیرِ اوقاف میں لکھا ہے "سجادہ صاحب نے اپنی روش میں تبدیلی کی اور معافی جائیداد کو نجی جائیداد کی صورت میں تبدیل کرنے کی نیت سے زمین کو اپنے بھائیوں بیوی اور اپنے زیرِ اثر اشخاص کے نام کاغذات سرکاری میں اندراج کرا دئے۔ یہیں سے مقدمہ بازی کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگیا" آخر کار ہر دو فریقین کی جانب سے ریفرنس اور درخواست تقرری ریسیور معزز عدالت ٹریبونل ضلع سہارنپور تحت یوپی مسلم وقف ایکٹ دائر ہوگئے اور ۷ مئی ۱۹۶۵ء کو سید سعید مرتضٰے صاحب رئیس پور قاضی نے حسبِ الحکم جناب ٹریبونل صاحب بہادر جائیداد موقوفہ درگاہ شریف پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اب درگاہ شریف کی سجادگی سجادہ صاحب کے ہی پاس رہی۔ کیونکہ وقف بورڈ کا تعلق صرف تولیتِ جائیداد موقوفہ سے تھا نا کہ منصب سجادہ نشینی سے بھی۔ چناں چہ فرائض سجادگی سجادہ صاحب موصوف ادا کرتے رہے اور

marfat.com

مقدمات کی پیروی بھی کرتے رہے ۔ اسی مقدمہ بازی میں دس سال گزر گئے اور سجادہ صاحب نے مالی مشکلات کی پریشانی میں بڑے استقلال کے ساتھ اپنے اوقات گزارے ۔ اس دس سال کے عرصہ میں تین ریسیور مقرر ہوئے ۔ جن کے زمانے کے حالات درج ذیل ہیں خدا اخدا کر کے بعد وفات خان زادہ حاجی ددو علی خاں صاحب ماہ ستمبر ۱۹۷۴ء میں وقف بورڈ اور سجادہ صاحب کے درمیان مصالحت کی گفتگو شروع ہوئی اور سجادہ صاحب نے اپنا ریفرنس مدخلہ عدالت ٹربیونل صاحب بہادر واپس لے لیا اور بعدہٗ وقف بورڈ نے یکم اپریل ۱۹۷۵ء انتظام جائیداد درگاہ شریف خود سنبھال لیا اور سجادہ صاحب کا گزارہ مقرر کر دیا ۔

---

marfat.com

زمانہ ریسوران

سیّد سعید مرتضیٰ صاحب

سید سعید مرتضےٰ صاحب قصبہ پور قاضی ضلع مظفرنگر کے رئیس ہیں ۔ آپ کے جد امجد اور والد بزرگوار حافظ عبدالحی صاحب مرحوم حضرت صابر صاحب کے بڑے معتقدین میں سے تھے اور آپ بھی صاحب سلسلہ صابریہ میں سے حضرت خلافت حاصل کئے ہوئے ہیں ۔ آپ نے ۱۹۶۵ء کو درگاہ شریف کی جایداد کا چارج لے کر اپنی خوش اعتقادی کے ساتھ درگاہ شریف کا انتظام کرنا شروع کیا ۔ سجادہ صاحبان کے زمانے میں طوائفوں کو اندر درگاہ شریف میں آستانہ پر مجرا کرنے کی اجازت حاصل تھی ۔ ایّام عرس سالانہ میں بھی شب کے بارہ بجے کے بعد وہ آستانہ شریف پر مجرے پیش کیا کرتی تھیں ۔ آپ نے اپنی ریسوری کے زمانے کے پہلے ہی عرس ۱۹۶۵ء میں اندر احاطۂ درگاہ شریف میں جملہ مستورات کے گانے پر پابندی لگادی اور مستورات کا گانا احاطۂ درگاہ شریف میں ممنوع قرار دے دیا ۔ حالانکہ عرس مذکور میں طوائفوں اور ان کے مددگاروں کی انتہائی کوشش کے باوجود کسی حالت میں اُن کا مزار مبارک کے سامنے گانا منظور نہیں کیا ۔ البتہ طوائفوں کو اپنے اپنے ڈیروں میں گانے بجانے کی آزادی برقرار رہی ۔ آپ کے زمانے میں انتظام لنگر میں کافی اصلاح ہوئی ۔ لنگر کشادہ دلی سے تقسیم ہونے لگا ۔ آپ کے زمانے میں ۱۹۶۶ء بازار میلہ میں پختہ اور ٹین پوش دکانیں اور وسط بازار میں فوارہ کی تعمیرات ہوئیں اور رجب ۱۹۶۹ء میں آپ یو۔پی۔ اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور نائب وزارت محکمۂ آبپاشی کے منصب پر فائز ہوئے تو آپ نے بازار میلہ میں پختہ سڑکیں ڈامر کے بنوانے

marfat.com

کی اجازت سرکار اُتر پردیش سے حاصل کی جو ۱۹۷۲ء میں بن کر تیار ہوگئیں ۔ آپ سات سال آٹھ ماہ یعنی ۲۳ دسمبر ۱۹۷۲ء تک عہدۂ ریسوری پر فائز رہے

سید سعید مرتضیٰ صاحب کی علیحدگی کے بعد ۲۳ دسمبر ۱۹۷۲ء سے

خان زادہ حاجی ودود علی خاں صاحب

خان زادہ حاجی ودود علی خاں صاحب رئیس کیلاش پور ضلع سہارنپور نے بطور ریسیور چارج لیا۔ آپ نے بھی درگاہ شریف میں اصلاحی اقدامات کئے۔ اور آپ نے دوران عرس طوائفوں کے اجتماع اور داخلہ کو اور ان کے گانے بجانے کو قطعی ممنوع قرار دے دیا اور رسالہ مشیر احناف کے صفحہ ۶۰ کے مقالہ کے موجب "ایک غیر مشروع فعل — ایک قبیح لعنت اور نہایت شرمناک و بدنام کن رواج کو ختم کر دیا"، حالاں کہ عرس ۱۹۷۳ء کے میلہ میں کچھ بد رونقی اور اجتماع میں کمی ضرور واقع ہوئی اور طوائفوں نے بھی جان توڑ کوشش کی۔ لیکن وہ مرد مجاہد اپنے ارادے پر مستحکم رہے لیکن اُن کی عمر نے وفا نہیں کی اور دو میلہ کرنے کے بعد ۲۰ اگست ۱۹۷۴ء کو رحلت فرما گئے۔

سید آفتاب احمد صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج

چونکہ بعد وفات، حاجی ودود علی خاں شاہ اعجاز احمد صاحب صابری نے اپنا دائر کردہ ریفرینس عدالت ٹریبونل صاحب سے واپس لے لیا تھا اور دیگر رٹ منجانب اشخاص دیگرے معزز عدالت عالیہ میں زیرِ سماعت تھے، اس لئے جناب ٹریبونل صاحب بہادر نے درمیانی مدت انتظار فیصلہ ہائی کورٹ سید آفتاب احمد صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج کو انٹیرم ریسیور مقرر فرما دیا۔ جناب آفتاب احمد صاحب نے ۲۷ نومبر ۱۹۷۴ء کو بطور ریسیور چارج لیا اور چار ماہ کے بعد یکم اپریل ۱۹۷۵ء دوران عرس و میلہ ۱۹۷۵ء حسب الحکم عدالتِ عالیہ وقف بورڈ کو املاک درگاہ شریف کا چارج دے دیا اور وقف بورڈ نے انتظام درگاہ کے لئے ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا۔

بابو رفیق احمد صاحب

بابو رفیق احمد صاحب نے جو اس وقت یو۔پی سینٹرل بورڈ آف وقف لکھنؤ میں اسسٹینٹ سکریٹری کے عہدے

marfat.com

پر فائز تھے۔ یکم اپریل ۱۹۷۵ء سے درگاہ شریف کے انتظام کا چارج بطور ایڈمنسٹریٹر لے لیا اور اپنا کام شروع کر دیا۔ آپ کے زمانے میں قطعی طور پر سجادہ صاحب کے لئے گزارہ مقرر ہو گیا۔ آپ نے بھی صرف دو سالانہ عرس و میلہ کئے اور ۱۳ جنوری ۱۹۷۸ء کو آپ کا انتقال پیران کلیر شریف میں ہو گیا۔ اور وہیں ابدال صاحب معروف قبرستان میں دفن ہوئے

جناب اقبال علی صاحب منصوری

ابو رفیق احمد صاحب کی وفات کے بعد جناب اقبال علی صاحب منصوری ایڈمنسٹریٹر وقف درگاہ شریف ہوئے اور عرس ۱۹۷۸ء کے بعد مستعفی ہو گئے۔

جناب سید ابرار حسین صاحب بریلوی

بابو رفیق علی صاحب اور منصوری صاحب کے بعد جناب ابرار حسین صاحب بریلوی عہدۂ ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوئے اور ایک عرس ۱۹۷۹ء کے انتظامات انجام دینے کے بعد سبکدوش ہوئے۔ ان کی جگہ دوبارہ جناب اقبال علی صاحب منصوری اس عہدہ پر فائز ہوئے ہیں۔

marfat.com

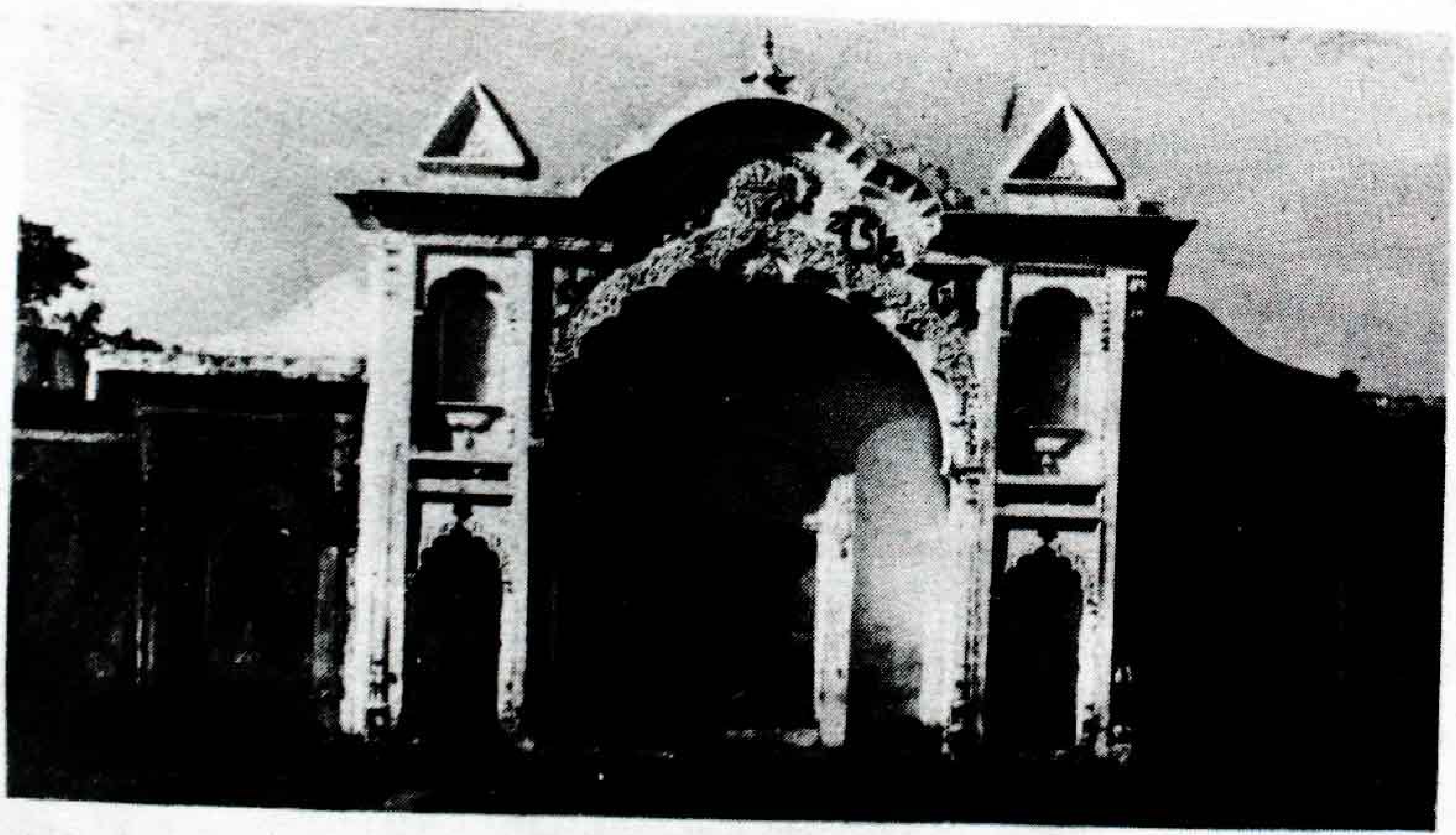

دروازہ سرائے بریلی والان

فوٹوگرافی۔ محمد شمیم۔ وینس اسٹوڈیو۔ رُڑکی

marfat.com

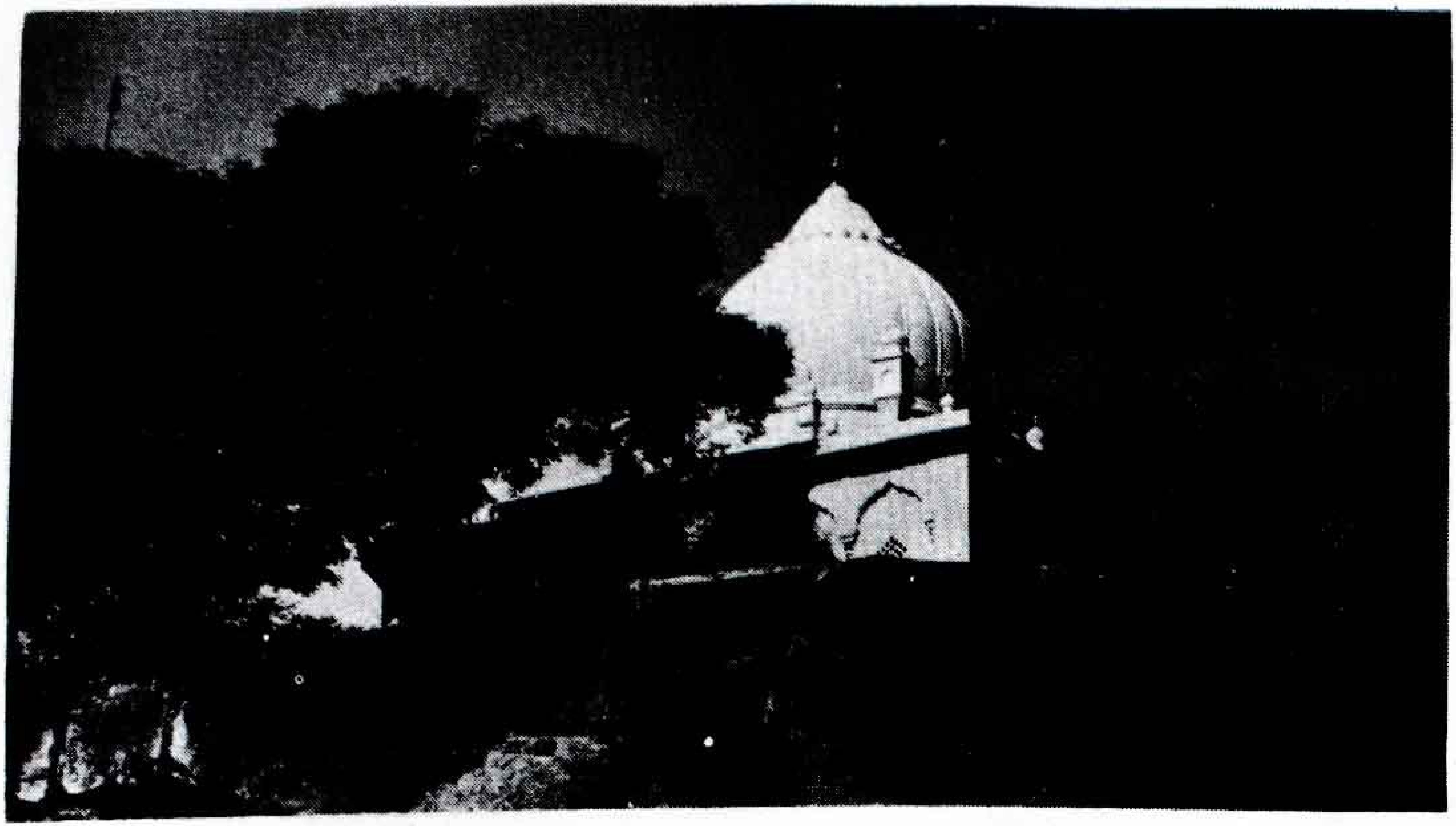

آثارِ قدیمہ

فوٹوگرافی، محمد تمیم، ونیس اسٹوڈیو رُڑکی

marfat.com

marfat.com